المسائل المهمة

فيما ابتلت به العامة

اہم مسائل

جن میں ابتلاء عام ہے

جلد سوم

کلمات دعائیہ :

حضرت مولانا غلام محمد صاحب وستانوی مد ظلہ العالی

رئیس: جامعہ اسلامیہ اشاعت العلوم اکل کوا نندربار

تحریک وتحریض:

حضرت مولانا محمد حذیفہ صاحب وستانوی

ناظم تعلیمات ومعتمد جامعہ

ترتیب :

مفتی محمد جعفر صاحب ملی رحمانی

صدر دارالافتاء جامعہ اکل کوا

تحقیق وتخریج:

معاون مفتیان کرام دارالافتاء

ناشر :

جامعہ اسلامیہ اشاعت العلوم

اکل کوا ، نندربار ،مہاراشٹر

تقسیم کار

جملہ حقوق محفوظ ہیں

نام کتاب : المسائل المهمة فيما ابتلت به العامة

کلماتِ دعائیہ : حضرت مولانا غلام محمد صاحب وستانوی دامت برکاتہم

تحریک وتحریض : حضرت مولانا محمد حذیفہ صاحب وستانوی

ترتیب : حضرت مولانا مفتی محمد جعفر صاحب ملّی رحمانی

تحقیق وتخریج : معاون مفتیان کرام دارالافتاء

کمپوزنگ وتصحیح : مفتی شمشیر احمد بستوی ومفتی عبدالمتین کانڑگانوی

طبع دوم : ۱۴۳۴ھ/۲۰۱۳ء

صفحات : ۳۱۳

قیمت :

باہتمام : ابوحمزہ وستانوی

ناشر : جامعہ اسلامیہ اشاعت العلوم اکل کوا

ملنے کا پتہ

جامعہ اسلامیہ اشاعت العلوم اکل کوا ضلع نندربار مہاراشٹر

Phone & Fax: 02567,252556

E-mail jafarmilly@gmail.com

fatawaakkalkuwa@gmail.com

http://jamiyaakkalkuwa.com/fatawa/

فہرست عناوین

نمبر شمار	عناوین	صفحہ
۞	**کلماتِ دعائیہ**..... حضرت مولانا غلام محمد صاحب وستانوی	۱۸
۞	**ایک اہم وضاحت**..... ابوحمزہ وستانوی صاحب	۲۰
۞	**ابتدائیہ**..... مفتی محمد جعفر ملی رحمانی صاحب	۲۲
۞	**کتاب العقائد** (عقائد کا بیان)	۞
۱	ماہِ صفر کے متعلق عقائد.....	۲۵
۲	دسویں محرم کو شربت پلانے کا حکم شرعی	۲۶
۳	۱۲ ربیع الاول آپ ﷺ کی تاریخ پیدائش ہے یا نہیں؟.....	۲۸
۴	علماء کے لیے لفظ ''مولانا'' کا استعمال.....	۲۹
۵	''محمد'' نام رکھنا	۳۱
۶	ختمِ قرآن پر شیرینی کی تقسیم.....	۳۲
۷	میت کیلئے ایک لاکھ کلمۂ طیبہ کا ثواب.....	۳۳
۸	ایصال ثواب تمام مُردوں کو پورا پورا ملتا ہے.....	۳۵
۹	مرنے کے بعد مُردے کی روح اور ہڈیوں کا گھومنا.....	۳۶
۱۰	کسی کی آمد سے بدشگونی لینا.....	۳۸
۱۱	غیر اللہ کے لیے بکرا وغیرہ ذبح کرنا.....	۳۹
۱۲	شیخ احمد کا وصیت نامہ اور پمفلٹ (Pamphlet) کا شرعی حکم.....	۴۱
۱۳	اِدّعائے وحدتِ اَدیان یعنی ''سروودھرم ایک آہے'' کا دعویٰ.....	۴۴

۞	**آداب السفر** (سفر کے آداب)	۞
۱۴	جب سفر کا ارادہ کرے تو کسی با اخلاق وعالم کو امیر بنالے.....	۴۶
۱۵	سفر کے رفقاء کیسے ہونے چاہیے؟.....	۴۷
۱۶	سفر سے پہلے ان باتوں کا خیال رکھیں.....	۴۸
۱۷	مقصد پورا ہوجانے پر جلد گھر لوٹ آنا مستحب ہے.....	۴۹
۱۸	مسافر سفر سے واپس لوٹے تو پہلے گھر والوں کو اطلاع دیدیں.....	۵۱
۱۹	سفر میں جاتے وقت اور لوٹنے کے بعد یہ دعائیں پڑھیں.....	۵۱
۞	**کتاب الطھارۃ** (پاکی کے مسائل)	۞
۲۰	آبِ زمزم سے وضو وغسل کرنا.....	۵۳
۲۱	کمپیوٹر کی اسکرین پر لکھے ہوئے قرآن کو بلا وضو چھونا.....	۵۴
۲۲	جس موبائل فون میں قرآن ڈاؤن لوڈ کیا گیا اسے بے وضو چھونا.....	۵۵
۲۳	موبائل فون ناپاک پانی میں گر جائے.....	۵۶
۲۴	چھوٹے بچے کا پیشاب پاخانہ دھلانے سے وضو نہیں ٹوٹتا.....	۵۷
۲۵	ماربل اور ٹائلس لگی ہوئی دیوار پر تیمّم کرنا.....	۵۷
۞	**کتاب الصلوۃ** (نماز کے مسائل)	۞
۲۶	آپ ﷺ کے اذان دینے کا ثبوت.....	۵۹
۲۷	اذان واقامت کیلئے جگہ کی تعیین.....	۶۰
۲۸	نماز کی نیت زبان سے کرنا.....	۶۱

۲۹	اگر امام صرف اپنی نماز کی نیت کرے.....	۶۲
۳۰	رکوع میں جاتے ہوئے تکبیر تحریمہ کہنا.....	۶۲
۳۱	اگر صفِ اول کے درمیان منبر حائل ہو جائے.....	۶۳
۳۲	تشہد میں کیفیتِ عقد.....	۶۴
۳۳	فرض نمازوں کے بعد سر پر ہاتھ رکھ کر دعا پڑھنا.....	۶۵
۳۴	خانۂ کعبہ کی تصویر والے مصلے پر نماز پڑھنا.....	۶۶
۳۵	خطبۂ جمعہ منبر کی کس سیڑھی پر کھڑا ہو کر دینا چاہیے؟.....	۶۸
۞	**باب سجدة التلاوة والشكر** (سجدۂ تلاوت وشکر)	۞
۳۶	ٹی وی یا موبائل کے ذریعہ آیتِ سجدہ سننے کا حکم.....	۶۹
۳۷	کرکٹ میچ جیتنے والوں کا سجدۂ شکر ادا کرنا.....	۷۰
۞	**باب إدراك الفريضة** (فرض نماز کو پانے کا بیان)	۞
۳۸	اگر کوئی شخص امام کو رکوع میں پالے؟.....	۷۲
۳۹	اگر امام کو دورانِ قرأت حدث لاحق ہو جائے؟.....	۷۳
۴۰	اگر امام کا وضو ٹوٹ جائے تو مدرک کو خلیفہ بنائے؟.....	۷۴
۴۱	مسبوق کو خلیفہ بنانا؟.....	۷۵
۴۲	اگر کسی مقتدی کا وضو ٹوٹ جائے؟.....	۷۶
۴۳	اگر کسی مقتدی کا وضو ٹوٹ جائے اور مسجد سے نکلنا دشوار ہو؟.....	۷۷
۴۴	مغرب کی دو چھوٹی رکعتوں کو ادا کرنے کا طریقہ؟.....	۷۸

۴۵	جماعت میں شامل ہونے کا طریقہ؟	۸۰
۴۶	مسبوق عیدین میں نماز کیسے پوری کرے؟	۸۲
۞	**مکروهات الصلاة ومفسداتها** (نماز کے مکروہات ومفسدات)	۞
۴۷	داڑھی منڈے شخص کی امامت	۸۳
۴۸	بلاضرورت لاؤڈ اسپیکر کا استعمال	۸۴
۴۹	جوتے چپلوں کی حفاظت کے خاطر ترکِ جماعت	۸۵
۵۰	قرأت میں فحش غلطی ہوجائے تو کیا کرے؟	۸۷
۵۱	مسجد میمنی کے باہری حصے میں نماز پڑھ رہے نمازی کے آگے سے گزرنا	۹۰
۵۲	مریض کا ناپاک کپڑوں میں نماز پڑھنا	۹۱
۞	**باب الجنائز** (جنائز کا بیان)	۞
۵۳	قریب المرگ شخص کو تلقین کرنا	۹۳
۵۴	جس میت کی شناخت نہ ہو اس پر نماز جنازہ، غسل اور کفن ودفن	۹۵
۵۵	جل کر مرے ہوئے شخص پر نماز جنازہ اور اس کا غسل وکفن	۹۶
۵۶	ایکسیڈنٹ میں یا ڈوب کر مرنے والے کی تجہیز وتکفین اور نماز کا حکم	۹۷
۵۷	خودکشی کرنے والے کی نماز جنازہ	۹۸
۵۸	پانی میں ڈوب کر مرے ہوئے شخص کو غسل دیا جائیگا یا نہیں؟	۹۸
۵۹	کفن کے کپڑے کا رنگ؟	۱۰۰
۶۰	جنازہ کی چادر پر قرآنی آیات کی کشیدہ کاری	۱۰۱

۶۱	آدمی جس جگہ وفات پائے اسے وہیں دفن کر دیا جائے.....	۱۰۲
۶۲	میت غائب پر نماز جنازہ درست نہیں.....	۱۰۴
۶۳	چار تکبیرات نماز جنازہ کے ارکان ہیں.....	۱۰۵
۶۴	نماز جنازہ کی تکبیریں فوت ہو جائیں تو کیا کرے؟.....	۱۰۷
۶۵	جنازہ کی نماز ایک دفعہ ہے اس سے زیادہ نہیں.....	۱۰۸
۶۶	کئی جنازے جمع ہوں تو پہلے کس کی نماز پڑھی جائے؟.....	۱۱۰
۶۷	نماز جنازہ کی صفوں میں طاق عدد کا لحاظ رکھنا.....	۱۱۱
۶۸	جوتا یا چپل پہن کر نمازِ جنازہ پڑھنا.....	۱۱۳
۶۹	جنازہ کے ساتھ چلتے وقت ذکر کرے یا خاموش رہے؟.....	۱۱۴
۷۰	نماز جنازہ کے بعد ہاتھ اٹھا کر میت کے لیے دعا مانگنا.....	۱۱۵
۷۱	راستہ میں بیٹھے لوگوں کا جنازہ میں شرکت کرنا.....	۱۱۵
۷۲	بلا کسی عذر مسجد میں نمازِ جنازہ پڑھنا مکروہ ہے.....	۱۱۷
۷۳	عیدگاہ میں نماز جنازہ.....	۱۲۱
۷۴	دفن کے بعد میت کے سرہانے اور پائینتی کھڑے ہو کر کیا پڑھے؟.....	۱۲۳
۷۵	پرانی قبروں میں دوسرے مُردوں کو دفن کرنا، یا اس زمین پر کاشت کرنا.....	۱۲۵
۷۶	قبر کو پختہ بنانا اور اس پر کتبہ لگانا.....	۱۲۵
۷۷	قبر پر مردے کے نام کا کتبہ لگانا.....	۱۲۷
۷۸	پرانی قبر کھود کر اس میں دوسرا مردہ دفن کرنا.....	۱۲۸
۷۹	وقتِ واحد میں چند مردوں کو ایک ہی قبر میں دفن کرنا.....	۱۲۹

۞	**کتاب الزکوۃ** (زکوۃ کے مسائل)	۞
۸۰	زکوٰۃ کی ادائیگی روپیہ پیسہ اور سونا چاندی سے.....	۱۳۱
۸۱	مالدار طلبا کو زکوٰۃ دینا.....	۱۳۲
۸۲	غیر مسلموں کو صدقہ دینا.....	۱۳۳
۸۳	غیر مسلم فقراء کو زکوۃ دینا.....	۱۳۵
۸۴	وسط سال کی آمدنی بھی تمام سال کی آمدنی کے تابع ہے.....	۱۳۷
۸۵	غلطی سے زکوۃ زیادہ دیدینا.....	۱۳۸
۸۶	پراویڈنٹ فنڈ میں جمع شدہ رقم پر زکوۃ.....	۱۳۹
۸۷	پراویڈنٹ فنڈ میں جمع کردہ رقم پر زکوۃ.....	۱۴۰
۸۸	شوہر عورت کو دین مہر ادا کردے تو اس پر زکوۃ لازم ہوگی یا نہیں؟.....	۱۴۲
۸۹	مرغی خانہ یا مچھلی تالاب کی زمین پر زکوۃ.....	۱۴۳
۹۰	بھینس یا گائے کے دودھ کی آمدنی پر زکوۃ.....	۱۴۴
۹۱	سیکوریٹی ڈپوزٹ (Securety Deposit) پر زکوۃ.....	۱۴۵
۞	**باب العشر** (عشر کا بیان)	۞
۹۲	ہندوستان کی زمینیں عشری ہیں یا خراجی؟.....	۱۴۶
۹۳	بارش اور ٹیوب ویل کے ذریعے سیراب کی ہوئی زمین کی پیداوار پر عشر.....	۱۴۸
۹۴	زمین کا عشر مالک زمین پر یا کرایہ دار پر؟.....	۱۴۹
۹۵	کاشت کی زمین کے کرایہ پر عشر.....	۱۵۰

۹۶	فصل کٹنے سے پہلے فروخت کردیا تو عشر کس پر لازم ہوگا؟	۱۵۱
۹۷	فصل دوسری جگہ فروخت کی جائے تو عشر میں کسی مقام کی قیمت معتبر ہوگی؟	۱۵۲
۹۸	بھوسا یا گھاس میں عشر واجب نہیں ہے	۱۵۲
۹۹	زمین میں شہد کی مکھیوں کو پال کر ان سے شہد حاصل کیا جاتا ہے تو اس پر عشر لازم ہوگا یا نہیں؟	۱۵۴
۱۰۰	فصل بونے سے قبل عشر نکالا تو ادا نہیں ہوگا	۱۵۵
۱۰۱	پھلوں میں عشر کب واجب ہوگا؟	۱۵۶
۱۰۲	گھر کے احاطے میں لگائے گئے پھلوں کے درخت میں عشر نہیں	۱۵۶
۱۰۳	مسجد کے احاطے میں لگائے گئے پھل کے درختوں پر عشر نہیں	۱۵۷
۱۰۴	پہاڑوں کے پھلدار درختوں پر عشر واجب ہوگا یا نہیں؟	۱۵۷
۱۰۵	سبزیوں پر عشر لازم ہوگا یا نہیں؟	۱۵۹
۱۰۶	مزارعت یعنی بٹائی پر لگائی گئی زمین کی پیداوار میں عشر	۱۶۰
۱۰۷	نابالغ کی مملوکہ زمین پر عشر واجب ہے	۱۶۱
۱۰۸	مسجد یا مدرسہ کی موقوفہ زمین پر عشر	۱۶۲
۱۰۹	جوار باجرہ وغیرہ کی فصل پر عشر واجب ہے	۱۶۳
۱۱۰	قرض وجوبِ عشر کیلئے مانع نہیں ہے	۱۶۳
۱۱۱	مصارف عشر	۱۶۴
۞	**کتاب الصوم** (روزے کے مسائل)	۞
۱۱۲	ماہ رمضان المبارک میں مسجد یا گھر میں لوبان یا اگربتی وغیرہ جلانا	۱۶۵

۱۱۳	یوم عاشورہ کا روزہ.....	۱۶۶
۱۱۴	یوم عاشوراء میں اپنے اہل خانہ پر وسعت.....	۱۶۷
۞	**باب الاعتکاف** (اعتکاف کا بیان)	۞
۱۱۵	اعتکاف کہاں جائز ہے؟.....	۱۷۰
۱۱۶	اخیر عشرہ کا اعتکاف کرنا.....	۱۷۱
۱۱۷	معتکف کا علاج کیلئے نکلنا.....	۱۷۲
۱۱۸	حالت اعتکاف میں خاموش رہنا عبادت نہیں.....	۱۷۳
۱۱۹	معتکف کا نمازِ جنازہ کیلئے نکلنا.....	۱۷۳
۱۲۰	دوسرے محلّہ کے شخص کو اعتکاف میں بٹھانا.....	۱۷۴
۱۲۱	معتکف کا ووٹ دینے کیلئے جانا.....	۱۷۵
۱۲۲	معتکف کا گھر پر کھانا.....	۱۷۵
۱۲۳	معتکف مسجد کے باہر نہ نکلے.....	۱۷۶
۱۲۴	معتکف ضرورۃً مسجد سے نکل سکتا ہے.....	۱۷۷
۱۲۵	معتکف کا دوسرے محلّہ میں تراویح کیلئے جانا.....	۱۷۸
۱۲۶	معتکف ڈاکٹر کا مریض کی تشخیص کرنا.....	۱۷۸
۞	**کتاب الحج** (حج کے مسائل)	۞
۱۲۷	حج کب فرض ہوتا ہے؟.....	۱۷۹
۱۲۸	اگر کسی کو حج کا ویزا نہ ملے؟.....	۱۸۰

۱۲۹	اگر عورت پر حج فرض ہو جائے؟	۱۸۱
۱۳۰	بلا محرم سفر حج کرنا مکروہ تحریمی ہے	۱۸۱
۱۳۱	داماد، ساس کے ساتھ سفر حج کر سکتا ہے یا نہیں؟	۱۸۲
۱۳۲	عورت پاکباز محرم کے ساتھ سفر حج کرے	۱۸۳
۱۳۳	حالتِ احرام میں شوہر کا انتقال ہو جائے؟	۱۸۴
۱۳۴	بار بار حج وعمرہ کرنا؟	۱۸۵
۱۳۵	مالِ حرام سے حج کرنا؟	۱۸۶
۱۳۶	سالی کا اپنے بہنوئی کے ساتھ حج وعمرہ کا سفر کرنا	۱۸۷
۱۳۷	قانون کی خلاف ورزی کر کے حج کرنا	۱۸۸
۱۳۸	ولدیت اور سکونت غلط لکھوا کر حج پر جانا	۱۹۰
۱۳۹	اپنے حج سے پہلے والدین کو حج کرانا	۱۹۱
۱۴۰	حالت احرام میں ایک دوسرے کا حلق کرنا	۱۹۲
۱۴۱	حجاج کرام کی خدمت کے ساتھ ساتھ حج کرنا	۱۹۲
۱۴۲	حج کے موسم میں خرید وفروخت کرنا	۱۹۳
۱۴۳	کیا جمعہ کے دن ہونے والا حج، حجِ اکبری ہوتا ہے؟	۱۹۴
۱۴۴	حج بدل کرنے والے پر اس کا اپنا فرض حج باقی رہے گا	۱۹۶
۱۴۵	احرام کیسے رنگ کا ہونا چاہیے؟	۱۹۷
۱۴۶	احرام کی حالت میں ''ماسک'' وغیرہ پہننا	۱۹۸

۱۴۷	اضطباع کب مسنون ہے؟	۱۹۹
۞	**کتاب النکاح** (نکاح کے مسائل)	۞
۱۴۸	دعوتِ ولیمہ کب تک مسنون ہے؟	۲۰۰
۱۴۹	وقتِ واحد کی دو دعوتیں	۲۰۲
۱۵۰	دولہے والوں کا منڈوے کا کھانا کھلانا	۲۰۴
۞	**کتاب الأیمان والکفارۃ** (قسم وکفارہ کا بیان)	۞
۱۵۱	غیر اللہ کی قسم شرعاً معتبر نہیں ہے	۲۰۵
۱۵۲	کفارۂ قسم	۲۰۶
۱۵۳	کفارۂ ظہار	۲۰۸
۱۵۴	کفارۂ صوم	۲۱۰
۱۵۵	کفارۂ ظہار اور کفارۂ افطار کے درمیان فرق	۲۱۲
۱۵۶	بیک وقت کفارہ کا کھانا ایک سو بیس مسکینوں کو کھلانا	۲۱۳
۱۵۷	بلا عذر شرعی فدیۂ صوم دینا درست نہیں	۲۱۴
۱۵۸	روزوں سے کفارۂ ظہار یا افطار ادا کرنا	۲۱۵
۱۵۹	کفارۂ افطار کے روزوں میں عورت کو حیض آجانا	۲۱۷
۱۶۰	کفارۂ افطار کے روزوں میں عورت کو نفاس آجانا	۲۱۷
۱۶۱	کفارۂ ظہار وافطار میں مساکین کا دوسرے وقت کے کھانے پر حاضر نہ ہونا	۲۱۸

۞	**كتاب البيوع** (خرید وفروخت کے مسائل)	۞
۱۶۲	تاجروں کا رقم وصولی کے لیے قاصد کو علامت دیکر بھیجنا.....	۲۱۹
۱۶۳	آبِ زمزم کی خرید وفروخت.....	۲۲۰
۞	**باب الربوا** (سود کا بیان)	۞
۱۶۴	پرانے نوٹ کے بدلے نئے نوٹ لینا.....	۲۲۱
۱۶۵	کسی شعبہ کے کلرک کا رقم طلب کرنا.....	۲۲۲
۱۶۶	اسلامی اداروں کا مکان کے لیے فائنانس کرنا.....	۲۲۳
۞	**باب المضاربة والمزارعة** (مضاربت ومزارعت کا بیان)	۞
۱۶۷	دوسال میں رقم دوگنی کرکے دینے کی شرط پر مضاربت.....	۲۲۵
۱۶۸	مزارعت کی ایک مروج صورت کا شرعی حکم.....	۲۲۶
۱۶۹	مزارعت کی ایک اور مروج صورت اور اس کا شرعی حکم.....	۲۲۸
۱۷۰	مزارعت تین صورتوں میں جائز ہے.....	۲۲۹
۞	**كتاب الإجارہ** (اجارہ کے مسائل)	۞
۱۷۱	آٹا پیسنے کی اجرت آٹے کے ذریعہ ادا کرنا.....	۲۳۰
۱۷۲	بلا عذر ملازموں کا غیر حاضر رہنا.....	۲۳۱
۱۷۳	موبائل کمپنی کا زائد ٹاک ٹائم دینا.....	۲۳۳
۱۷۴	غیر مسلم ممالک میں ملازمت اختیار کرنا.....	۲۳۴
۱۷۵	سائبر کیفے (Siber Cafe) کھولنے کا شرعی حکم.....	۲۳۵

۞	**باب العارية والرهن** (عاریت ورہن کا بیان)	۞
۱۷۶	مدرسہ سے ملی ہوئی کتابوں کا شرعی حکم.....	۲۳۸
۱۷۷	کوئی چیز رکھ کر قرض لینا، اور مرتہن کا شئ مرہون سے فائدہ اٹھانا.....	۲۳۹
۞	**باب السرقة** (چوری کا بیان)	۞
۱۷۸	طلباء کا بلا اجازت اپنے ساتھیوں کی چپل پہن کر چلا جانا.....	۲۴۰
۱۷۹	آپریٹنگ سسٹم، سافٹ ویئر اور پروگرامس کاپی کر کے فروخت کرنا.....	۲۴۱
۞	**كتاب الوقف** (وقف کے مسائل)	۞
۱۸۰	عام قبرستان میں کاشت کرنا یا اس کو ذریعۂ آمدنی بنانا.....	۲۴۳
۞	**أحكام المساجد** (مساجد کے احکام)	۞
۱۸۱	غیر مسلموں کو مسجدوں میں لانا.....	۲۴۴
۱۸۲	مسلمانوں کا اہل ہنود کو مسجدوں میں لانا، اور ان سے لیکچر (تقریر) دلوانا.....	۲۴۵
۱۸۳	غیر مسلم مزدوروں سے مسجد کی تعمیر.....	۲۴۵
۱۸۴	ضرورت کے وقت مسجد میں قیام.....	۲۴۶
۱۸۵	مسجد کو مدرسہ بنانا.....	۲۴۷
۱۸۶	نام ونمود کیلئے مسجد بنانا.....	۲۴۷
۱۸۷	مسجد کی زمین کو عیدگاہ بنانا.....	۲۴۸
۱۸۸	مسجد میں تالا لگانا.....	۲۴۸
۱۸۹	غیر آباد مساجد کو منہدم کرنا جائز نہیں.....	۲۴۹

۱۹۰	مسجد کی آمدنی سے معلم کی تنخواہ.....	۲۵۰
۱۹۱	مسجد میں چندہ کرنے کا شرعی حکم.....	۲۵۰
۱۹۲	جامع مسجد تبدیل کرنا.....	۲۵۲
۱۹۳	پرانی قبروں کے نشانات مٹا کر مسجد بنانا.....	۲۵۲
۱۹۴	مسجد کے در و دیوار وغیرہ پر نقش ونگار کرنا.....	۲۵۳
۱۹۵	ووٹ کے عوض ملے روپیوں سے مسجد کی تعمیر.....	۲۵۴
۱۹۶	اگر عیدگاہ آبادی میں آجائے.....	۲۵۵
۱۹۷	عیدگاہ آبادی میں آجائے تو اسے فروخت کرنا.....	۲۵۶
۱۹۸	عیدگاہ میں کھیل تماشا ناجائز ہے.....	۲۵۷
۞	**كتاب الأضحية** (قربانی کے مسائل)	۞
۱۹۹	جس جگہ قربانی ہو وہاں کے وقت کا اعتبار ہوگا.....	۲۵۸
۲۰۰	رات میں قربانی کرنا.....	۲۵۹
۲۰۱	چھوٹے کان والے جانور کی قربانی.....	۲۶۱
۲۰۲	جس کا عقیقہ نہ ہوا ہو اس کی قربانی درست ہے یا نہیں؟.....	۲۶۱
۲۰۳	عقیقہ کب تک مستحب ہے؟.....	۲۶۲
۞	**كتاب الهبة** (ہبہ کے مسائل)	۞
۲۰۴	نابالغ کا ہدیہ درست ہے یا نہیں؟.....	۲۶۳
۲۰۵	ملازموں کو بونس (Bonus) دینا.....	۲۶۴

۞	**كتاب الحظر والإباحة** (ممنوعات ومباحات کا بیان)	۞
۲۰۶	حرم میں تصویر کشی کرنا	۲۶۵
۲۰۷	پریس میں جاندار تصاویر کے بنانے کا حکم شرعی	۲۶۶
۲۰۸	انبیاء اور صحابہ کی کارٹون یعنی خیالی تصاویر بنانا	۲۶۷
۲۰۹	حرمین میں جوتے چپلوں کی تبدیلی کا حکم	۲۶۸
۲۱۰	تھرٹی فرسٹ نائٹ (Thirty First Night) کا شرعی حکم	۲۶۹
۲۱۱	ٹی وی پروگرام کا شرعی حکم	۲۷۱
۲۱۲	طلباء کا تعلیمی اوقات میں موبائل استعمال کرنا	۲۷۲
۲۱۳	طلباء مدارس کا اخبار پڑھنا	۲۷۴
۲۱۴	جرمانہ کی رقم اور اس کا حکم	۲۷۴
۲۱۵	سیرت النبیؐ کے جلسے کرنا اور فل ساؤنڈ لاؤڈ اسپیکر چلانا	۲۷۵
۲۱۶	تلاوتِ قرآن مجید کا سننا لازمی ہے	۲۷۷
۲۱۷	مکان دوکان یا سفر کی حالت میں گاڑی میں تلاوت قرآن پاک سننا	۲۷۸
۲۱۸	مجلس ختم قرآن پر دعوت کرانا	۲۷۹
۲۱۹	مونچھ کا حلق کرنا	۲۸۲
۲۲۰	کرتہ پہننے کا مسنون طریقہ	۲۸۳
۲۲۱	کالر دار قمیص اور بڑے پائچوں کا پاجامہ پہننا	۲۸۴
۲۲۲	مجبوراً قومی لباس چھوڑ کر دوسرا لباس پہننا	۲۸۵

۲۲۳	حجاب مسلمان عورتوں کی عزت وآبرو کا محافظ ہے.....	۲۸۶
۞	**مسائل شتی** (مختلف ومتفرق مسائل)	۞
۲۲۴	مصافحہ دونوں ہاتھوں سے کرنا مسنون ہے.....	۲۸۸
۲۲۵	عورتیں آپس میں مصافحہ ومعانقہ کرسکتی ہیں.....	۲۸۹
۲۲۶	مصافحہ کے بعد سینہ پر ہاتھ پھیرنا.....	۲۹۱
۲۲۷	ٹیلی فون اور موبائل کے ذریعہ نومولود کے کان میں اذان دینا.....	۲۹۱
۲۲۸	ویلکم (Welcome) کہنے کا شرعی حکم.....	۲۹۳
۲۲۹	فون سننا اور مس کال (Missed Call) کا جواب دینا.....	۲۹۴
۲۳۰	انگریزی اور ہندی وغیرہ سیکھنے کا حکم.....	۲۹۵
۲۳۱	مدرسۃ البنات یعنی لڑکیوں کے اقامتی ادارے قائم کرنا.....	۲۹۷
۲۳۲	جھنڈے کو سلامی دینا.....	۲۹۹
۲۳۳	بھیک مانگنے کا شرعی حکم.....	۳۰۰
۲۳۴	غیر مسلم ممالک میں رہائش پذیر ہونا.....	۳۰۲
۲۳۵	عبادت میں ایثار جائز نہیں.....	۳۰۳
۞	مصادر ومراجع.....	۳۰۴

کلماتِ دعائیہ

بانیٔ جامعہ، خادم قرآن وسنت
حضرت مولانا غلام محمد صاحب وستانوی
دامت برکاتہم وفیوضہم

قال النبي ﷺ: " لكل شيء دعامة ، ودعامة الإسلام الفقه في الدين" .

(ہر چیز کے لیے ایک ستون ہے جس پر اس کا مدار ہوتا ہے، اور اس دین کا ستون فقہ ہے)

(كنز العمال : ۱۰/۷۷، رقم الحديث : ۲۸۹۲۰)

ہر زمانہ میں فقہ وفتاوی کو بڑی قدر ومنزلت کی نگاہ سے دیکھا گیا، اور سماج ومعاشرہ کی اصلاح وانقلاب کا اسے ایک مؤثر ذریعہ سمجھا گیا۔

آج کے اس پُرفتن، خدابیزار، علوم اسلامیہ سے نہ صرف عدم واقفیت، بلکہ ایک حد تک اسلامی اقدار کے باغی معاشرہ اور سماج میں، بڑی حیرت انگیز تبدیلیاں اور زبردست انقلابات رونما ہوئے، سائنس وٹیکنالوجی کی ترقی نے نئے نئے اُفق پیدا کیے، اور اب دنیا گلوبلائزیشن (Globalization) کی دنیا کہی جانے لگی، معاشی اور اقتصادی امور میں، نت نئی ترقیات نے جہاں نئے نئے مسائل لا کھڑے کر دیئے، وہیں ذرائع ابلاغ کی نئی نئی ایجادات نے فکری ونظری، تہذیبی وثقافتی جنگوں کے محاذ کھول دیئے، اب جو لوگ شریعت اسلامیہ کو اپنی معاشرت، تجارت، اور زندگی کے دوسرے میدانوں میں معیار ہدایت قرار دے کر زندگی گزارنا چاہتے ہیں، ان کے سامنے ایسے سینکڑوں مسائل آ کھڑے ہیں، جن کے بارے میں وہ علماء اسلام واصحابِ افتاء کی طرف نظریں جمائے ہوئے ہیں، کہ کیا یہ جائز ہیں یا ناجائز؟

اس اہم موڑ پر ان کی رہنمائی ورہبری علماء شریعت پر فرض ہے، اسی فرض کی انجام دہی کے لیے جامعہ نے ۱۴۲۹ھ میں ''قسم الإفتاء ودار الإفتاء'' قائم کیا، تاکہ امت کو موجودہ حوادث ومسائل کا شرعی حل مل جائے، اور اس عظیم ذمہ داری کے بارِگراں کو اٹھانے کے لیے، ملک ہندوستان کی مختلف ریاستوں کے علماء بھی تیار ہوں۔

الحمد للہ! اس سال اس شعبہ میں نو (۹) فضلاء جامعہ زیرِ تعلیم وتربیت رہے، اور ان کی تعلیمی وتربیتی مصروفیتوں کے ساتھ ساتھ، پورے سال ایک مصروفیت یہ بھی رہی کہ جن مسائل میں لوگوں کا ابتلاء عام ہے، ان میں سے کسی ایک مسئلہ کی پوری صورت قلمبند کرکے، ان پر آیاتِ قرآنیہ، احادیثِ نبویہ، عباراتِ فقہیہ، اور قواعد کی روشنی میں احکام شرعیہ کی تطبیق کے بعد، جامعہ کی مسجد (مسجد میمنی) میں بعد نماز ظہر اس کو سناتے رہے۔

اب انہیں مسائل کا مجموعہ: ﴿المسائل المهمة فيما ابتلت به العامة﴾ **جلد سوم** کے نام سے منظر عام پر آرہا ہے، میں نے ان مسائل کو مسجد میمنی میں سنا، ان کو عوام وخواص کیلئے بے انتہاء مفید پایا، اور ان کو شائع کرنے کی اجازت دی، میری دعاء ہے اللہ رب العزت اسے قبولیت عطاء فرمائے، امت کی اصلاح کا ذریعہ بنائے، ان طلباء عزیز کو دنیا وآخرت میں فلاح ونجاح نصیب فرمائے، علوم نافعہ سے بہرہ ور فرما کر خدمتِ دین کے لئے تاعمر قبول فرمائے، اور جامعہ کے تمام شعبہ جات کے ساتھ ساتھ، اس نوخیز شعبہ کو بھی خوب خوب پروان چڑھا کر بافیض بنائے۔ ربنا تقبل منا إنك أنت السميع العليم وتب علينا إنك أنت التواب الرحيم . (آمين)

۲۲/۷/۱۴۳۱ھ

ایک اہم وضاحت

ابوحمزہ وستانوی، معتمد تعلیمات ومدیر شاہراہ
جامعہ اسلامیہ اشاعت العلوم، اکل کوا

اللہ رب العزت کا فرمان ہے: ﴿اتبعوا ما أنزل إليكم من ربكم﴾ تم لوگ اس (کتاب) کی پیروی کرو جو تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے آئی ہے۔ (سورۃ الأعراف:۳)

آپ ﷺ کا ارشاد ہے: " لا يؤمن أحدكم حتى يكون هواه متبعًا لما جئت به " .

(كنز العمال: ۱/ ۱۲۱)

آیتِ مبارکہ میں "مـــا" عموم کیلئے ہے، جو تمام مصادرِ شرعیہ (قرآن، حدیث، اجماع وقیاس وغیرہ) کو شامل ہے، ہمارے فقہاء کرام کا ہمیشہ سے یہ طریقہ رہا کہ وہ کتاب، سنت، اجماع اور قیاسِ صحیح ہی سے مسائل کا استخراج واستنباط کرتے رہے، اور پچھلی چودہ صدیوں سے اسی طرح حلال وحرام کی معرفت حاصل کیجاتی رہی ہے۔

اللہ تعالیٰ پوری امت کی طرف سے جزائے خیر عطا فرمائے.....!!

❁ رسولِ عربی، آقا مدنی ﷺ کو، جن کے ذریعہ ہمیں مصادرِ شرعیہ عطا ہوئے۔

❁ حضراتِ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین کو جنہوں نے علوم وحی کو پوری امانت داری کے ساتھ اپنے بعد والوں تک پہنچادیا۔

❁ حضرات فقہاء، مفسرین، محدثین اور علماء دین کو جنہوں نے کمالِ احتیاط اور نظم وضبط کے ساتھ اصول وقواعد کو مدِ نظر رکھ کر بے شمار مسائل کو حل فرمایا۔

الحمدللہ! جامعہ میں اس سال دارالافتاء کا قیام عمل میں آیا تو اول یوم سے ہی یہ کوشش کی گئی کہ اس سے امت کو زیادہ سے زیادہ فائدہ پہنچایا جائے، اور ہر ممکن طریقہ سے امت کو حلال وحرام سے واقف کرایا جائے، اسی کے پیش نظر یہ کتاب ﴿المسائل المهمة فيما ابتلت به العامة﴾ جلد سوم کی طباعت عمل میں آرہی ہے، امید ہے کہ ائمۂ مساجد اس جانب متوجہ ہوں، اور فضائل کے ساتھ ساتھ مسائل سے بھی امت کو آگاہ کریں۔

اس کتاب میں حتی الامکان یہ کوشش کی گئی کہ ہر مسئلہ کو خوب سے خوب مدلل کیا جائے، اور مسئلہ کیلئے بطورِ دلیل قرآنِ کریم اور حدیثِ رسول ﷺ کو بعد از تتبع پیش کیا جائے، اور ساتھ ہی ساتھ فقہاء امت کی تصنیفات وتالیفات سے بھرپور تعاون حاصل کرتے ہوئے، جزئیاتِ فقہیہ سے بھی تقویت دیجائے، تاکہ مسئلہ بالکل منقیٰ ومجلیٰ ہوکر سامنے آجائے۔

اللهم وفقنا لما تحب وترضى ۔ آمين يا رب العالمين

ابوحمزہ وستانوی

ابتدائیہ

مفتی محمد جعفر صاحب ملی رحمانی
صدر دارالافتاء
جامعہ اسلامیہ اشاعت العلوم اکل کوا

فرمانِ باری تعالیٰ ہے: ﴿**إن الدين عند الله الإسلام ، ومن يبتغ غير الإسلام دينًا فلن يقبل منه وهو في الآخرة من الخٰسرين**﴾ ''اور جوکوئی اسلام کے سواء کسی اور دین کو تلاش کرے گا، سو وہ اس سے ہرگز قبول نہیں کیا جائے گا، اور وہ شخص آخرت میں تباہ کاروں میں سے ہوگا''۔ (آل عمران:۸۵)

اور ارشادِ نبوی ﷺ ہے:'' **تركتكم على البيضاء ليلها كنهارها لا يزيغ عنها بعدي إلا هالك** ''''میں نے تم کو ایک ایسی روشن شریعت پر چھوڑا کہ اس کی رات بھی اس کے دن کی طرح ہے، اور میرے بعد اس سے وہی شخص انحراف کرے گا، جو تباہ و برباد ہوگا''۔ (اتحاف:۱/۱۸۲)

آیتِ قرآنی وحدیثِ نبوی دونوں سے معلوم ومفہوم ہوتا ہے کہ جن لوگوں کے اعمال وزندگیاں اسلامی تعلیمات کے مطابق ہوں گی کل قیامت کے دن وہی لوگ، کامیاب وکامران، اور شاداں وفرحاں ہوں گے، اور جن لوگوں کے اعمال وزندگیاں اسلامی تعلیمات سے ہٹ کر گزریں گی وہ لوگ سخت نقصان وخسارہ میں ہوں گے، اسلامی تعلیمات کی اسی اہمیت وضرورت کے پیش نظر رسول عربی ﷺ نے طلبِ علمِ دین کو ہر مسلم مرد وعورت پر فرض قرار دیا ہے، جن لوگوں نے عمر کے اس مرحلہ میں علم دین حاصل نہیں کیا جس میں عموماً علم دین حاصل کیا جاتا ہے، انہیں دینی تعلم سے آراستہ کرنے اور ان کی زندگیوں کو اسلامی زندگیاں بنانے کیلئے وارثین انبیاء اور

بزرگان دین نے بڑی محنتیں اور کوششیں فرمائی ہیں، اور آج بھی یہ محنتیں مختلف انداز وجہتوں سے جاری وساری ہیں۔

علوم اسلامیہ اور احکام شرعیہ کی تعمیم وتشہیر میں مساجد کا بڑا کردار ورول رہا ہے، اور آج بھی مسجدیں اپنے اس اہم کردار کو ادا کر رہی ہیں، جیسا کہ ہمارا مشاہدہ ہے کہ جمعہ واعیاد کے موقع پر علماء اسلام وخطباء عظام، مسلمانوں کے جم غفیر کے سامنے موقع محل، موسم اور حالات کے عین مطابق اسلامی ہدایات اور شرعی احکام بیان فرماتے ہیں، جس سے امت کو بڑا فائدہ پہنچتا ہے، اور وہ از سرنو اپنے اعمال وزندگیوں کا جائزہ لے کر راہ مستقیم پر چلنے عزم وارادہ کر لیتے ہیں، اور واقعہ یہی ہے کہ اس سے بہت سارے لوگوں کی زندگیوں میں بڑا انقلاب برپا ہوا ہے۔

زیر نظر کتاب ''**المسائل المهمة في ما ابتلت به العامة**'' **جلد سوم** جو دوسو پینتیس (۲۳۵) محقق ومدلل، ان مسائل پر مشتمل ہے، جو زندگی کے مختلف شعبوں سے تعلق رکھتے ہیں، اور روزمرہ زندگی میں عام لوگوں کا ان میں ابتلاء ہے، اس کی طباعت میں بھی یہی جذبۂ خیر کارفرما ہے۔

جامعہ کے دارالافتاء کی کوشش ہے کہ ایسے مسائل جن ابتلاء عام ہے، ان کی صورتوں کو قلمبند کر کے ان کی تحقیق وتخریج کی جائے اور لوگوں کو ان سے باخبر کیا جائے، تاکہ وہ اپنے اعمال کی پیشی سے پہلے ان کی اصلاح ودرستی کر لیں، اور بروزِ قیامت فوز وفلاح سے ہمکنار ہوں۔

میں مبارکبادی پیش کرتا ہوں طلباء افتاء بالخصوص عزیزم مفتی افضل صاحب اشاعتی ممبئی کو جنہوں نے بڑی محنت ولگن اور شوق وذوق کے ساتھ ان مسائل کی تحقیق وتخریج فرمائی، اور بندۂ ناچیز کی تصحیح وصاد کے بعد بلاناغہ سال بھر بعد نماز ظہر روزانہ ایک مسئلہ جامعہ کی مسجد میمنی میں پڑھتے رہے، **فزادهم الله علماً نافعاً وعملاً متقبلاً**، اسی طرح میں مشکور ہوں عزیزم مفتی شمشیر احمد بستوی

ومفتی عبدالمتین کانڑگانوی صاحبان کا کہ ان دونوں حضرات نے ان مسائل کی تبویب وترتیب، کمپوزو پروف ریڈنگ جیسے اہم کاموں کوانجام دیا، تقبل الله سعيهما وبارک في علمهما وعملهما . آمین

اگر ائمۂ مساجد تھوڑی سی توجہ دیں، اور پنج وقتہ نمازوں میں سے کسی ایک نماز کے بعد روزانہ ایک مسئلہ اپنے مقتدیوں کو سنانے کا اہتمام کرلیں، تو امید ہے کہ دینی، تعلیمی اور اصلاحی اعتبار سے اس کا بڑا فائدہ ہوگا، وما ذلک على الله بعزيز۔

الحمد لله الذى هدانا لهذا وما كنا لنهتدي لو لا أن هدانا الله ، لا حول ولا قوة إلا بالله العلي العظيم ، وصلى الله على نبيه الكريم ، وعلى آله الطيبين الطاهرين ، وسلم تسليمًا كثيرًا كثيرًا

۲۱/ ۷/ ۱۴۳۱ھ

کتاب العقائد

عقائد کا بیان

ماہِ صفر کے متعلق عقائد

مسئلہ (۱): اسلامی سال کا دوسرا مہینہ صفر کا مہینہ ہے، اس کے آغاز سے عرب بدفالی لیتے تھے، اور یہ سمجھتے تھے کہ یہ مہینہ منحوس ہے، اس مہینہ میں کوئی خیر نہیں ہے، حالانکہ آپ ﷺ نے اپنے ارشاد میں اس باطل عقیدہ کی تردید بھی فرمائی ہے [۱]، کہ یہ محض ایک شیطانی وسوسہ ہے، مگر آج بھی بہت سے لوگ اس جاہلانہ عقیدہ کی وجہ سے ماہِ صفر میں شادی بیاہ، اچھے اور بڑے کام کرنے کو معیوب اور بربادی سمجھتے ہیں [۲]، بعض لوگ تو اپنے اس غلط عقیدہ کی دلیل

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " القرآن الكريم " : ﴿قل لن يصيبنا إلا ما كتب الله لنا ، هو مولٰنا وعلى الله فليتوكل المؤمنون﴾ . (سورة التوبة : ۵۱)

ما في " روح المعاني " : أي لن يصيبنا إلا ما خط الله تعالى لأجلنا في اللوح ، ولا يتغير موافقتكم ومخالفتكم ، فتدل الآية على أن الحوادث كلها بقضاء الله تعالى . (۱۶۶/۶)

(۲) ما في " الصحيح لمسلم " : عن أبي هريرة قال : إن رسول الله ﷺ قال : " لا عدوى ولا طيرة ولا صفر ولا هامة " . وفي " شرح النووي على هامش مسلم " : قوله : (ولا صفر) قال النووى : إن الصفر دواب فى البطن وهى دودٌ ، وكانوا يعتقدون أن فى البطن دابة تهيج عند الجوع وربما قتلت صاحبها ، وكانت العرب تراها أعدى من الجرب ، وهذا التفسير هو الصحيح ، وبه قال مطرف وابن وهب وابن حبيب وأبوعبيدة .

(۲۳۰/۲ ، باب لا عدوى ولا طيرة ، مرقاة المفاتيح : ۳۹۴/۸ ، باب الفال والطيرة)=

میں یہ موضوع حدیث بھی پیش کرتے ہیں:" من بشّرني بخروج صفر بشّرتُه بالجنّة "- "جوشخص مجھے صفر کے گزر جانے کی خوشخبری دے گا میں اسے جنت کی خوشخبری دیتا ہوں"-جب کہ ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کو موضوع و بے اصل قرار دیا ہے[1]،اس لیے ہمیں اس طرح کے عقیدے سے بچنا واجب ہے۔

دسویں محرم کو شربت پلانا

مسئلہ (۲): بعض لوگ دس محرم کو لوگوں کو شربت پلاتے ہیں، یہ عمل اپنی ذات میں مباح تھا، کیوں کہ جب پانی پلانے میں ثواب ہے تو شربت پلانے میں کیوں نہیں[2]،

= ما في " القول المفيد على كتاب التوحيد " : قوله : (ولا صفر) قيل انه شهر صفر ، كانت العرب يتشاء مون ، ولا سيما في النكاح ..... وهذا النفي في هذه الأمور الأربعة ليس نفيًا للوجود ، لأنها موجودة ، ولكنه نفى للتأثير ، فالمؤثر هو الله ، فما كان منها سببًا معلومًا فهو سبب صحيح ، وما كان منها سببًا موهومًا فهو سبب باطل ، ويكون نفيًا لتأثيره بنفسه إن كان صحيحًا ، ولكونه سببًا إن كان باطلا . (۲/۹۹ ، باب ما جاء في التطيّر)

(۱) ما في " الموضوعات الكبرى لملا علي القاري " : " من بشّرني بخروج صفر بشّرته بالجنة " . لا أصل له . (ص/۲۲۵ ، رقم الحديث :۸۸۶)

الحجة على ما قلنا :

(۲) ما في " الحديث النبوى " : عن أبى هريرة عن النبى ﷺ : " أن رجلا رأى كلبًا يأكل الثرىٰ من العطش فأخذ الرجل خفه فجعل يغرف له به حتى أرواه فشكر الله له فأدخله الجنة " .

(صحيح البخارى : ۱/۲۹، باب إذا شرب الكلب فى الإناء)=

مگر آج کل لوگ اس عمل کو بطور رسم کرتے ہیں[۱]، نیز اس میں اہل رفض کے ساتھ تشبہ بھی ہے۔[۲] اسی طرح اس عمل میں ایک خرابی یہ بھی پوشیدہ ہے کہ شربت اس لیے پلایا جاتا ہے کہ حضراتِ شہدائے کربلا پیاسے شہید ہوئے تھے، اور شربت پیاس بجھانے والا ہے، اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس رسم کی پابندی کرنے والوں کا عقیدہ یہ ہے کہ یہ شربت ان شہداء کو پہنچتا ہے، جبکہ یہ شربت وہاں نہیں پہنچتا، اور نہ ہی ان کو اس شربت کی ضرورت ہے، اللہ پاک نے ان کیلئے جنت میں اعلیٰ نعمتیں عطا کر رکھی ہیں، جن کے مقابلے میں یہاں کا شربت کوئی حیثیت نہیں رکھتا[۳]، اس لیے شربت پلانے کی اس رسم سے احتیاط لازم ہے، تاکہ اس عقیدہ کی اصلاح ہو جائے۔

= ما فی " الحدیث النبوی " : عن أبی هریرة قال : قال رسول الله ﷺ : " إن الله عز وجل یقول یوم القیامة : یا ابن آدم ! استسقیتک فلم تسقنی ، قال : یا رب ! کیف أسقیک وأنت رب العالمین ؟ قال : استسقاک عبدی فلان فلم تسقه ، أما أنک لو سقیته وجدت ذلک عندي " .

(الصحیح لمسلم : ۳۱۸/۲ ، کتاب البر والصلة ، باب فضل عیادة المریض)

(۱) ما فی " مرقاة المفاتیح " : وفیه أن من أصرّ علی أمر مندوب وجعله عزمًا ولم یعمل بالرخصة فقد أصاب منه الشیطان من الإضلال ، فکیف من أصرّ علی بدعة ومنکر . (۲۶/۳ ، کتاب الصلاة، باب الدعاء ، رقم الحدیث : ۹۴۷ ، السعایة : ۲۶۳/۲ ، شرح الطیبی : ۴۴۶/۲)

ما في " المقاصد الشرعیة للخادمي " : إن الوسیلة أو الذریعة تکون محرمة إذا کان المقصد محرماً ، وتکون واجبةً إذا کان المقصد واجباً . (ص/۴۶)

(۲) ما في " الحدیث النبوي " : عن ابن عمر قال : قال رسول الله ﷺ : " من تشبه بقوم فهو منهم " . (السنن لأبي داود:ص/۵۵۹ ، کتاب اللباس ، باب فی لبس الشهرة)

(۳) ما في " القرآن الکریم " : ﴿ولا تحسبن الذین قتلوا فی سبیل الله أمواتاً ، بل أحیاء عند ربهم یرزقون ، فرحین بما اٰتٰهم الله من فضله﴾ . (آل عمران : ۱۶۹ ، ۱۷۰) =

۱۲ ربیع الاول آپ ﷺ کی تاریخ پیدائش ہے یا نہیں؟

مسئلہ (۳): بعض لوگ ۱۲ ربیع الاول کو خوشیاں مناتے ہیں، مدرسوں میں چھٹیاں رکھتے ہیں، صدقہ خیرات کرنے کو لازم سمجھتے ہیں، جبکہ اس دن آپ ﷺ کی ولادت نہیں ہوئی، آپ ﷺ کی تاریخ پیدائش صحیح قول کے مطابق، ۹ ربیع الاول ہے[۱]، اسی طرح کسی خاص دن صدقہ وخیرات کو لازم سمجھنا بدعت ہے[۲]، البتہ اس دن نیک اعمال کی کثرت رکھی جائے۔

= ما في " صحيح البخاري " :عن أبى هريرة رضى الله عنه قال: قال رسول الله ﷺ : " قال الله: أعددت لعبادى الصالحين ما لا عين رأت ، ولا أذن سمعت ، ولا خطر على قلب بشر" . الحديث .
(۱/ ۴۶۰ ، كتاب بدء الخلق ، باب ما جاء فى صفة الجنة وأنها مخلوقة)
(فتاوی محمودیہ: ۳/ ۲۷۸، فتاوی رشیدیہ:ص/ ۱۳۹، فتاوی عثمانی: ۱/ ۱۳۹، کفایت المفتی: ۱/ ۲۳۵، خیر الفتاوی: ۱/ ۵۲۹، اصلاح الرسوم:ص/ ۱۳۹)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما فى " الرحيق المختوم " : ولد سيد المرسلين بشعب بنى هاشم بمكة فى صبيحة يوم الإثنين التاسع من شهر ربيع الأول لأول عام من حادثة الفيل ويوافق ذلك العشرين أو اثنين وعشرين من شهر أبريل إحدى وسبعين وخمس مأة ۵۷۱ م ، حسبما حققه العالم الكبير محمد سليمان المنصورفورى والمحقق الفلكى محمود باشا .
(ص/ ۶۲ ، السيرة النبوية :ص/ ۱۰۹ ، رحمة للعالمين : ص/ ۳۴)

(۲) ما فى " الحديث النبوي " : عن عائشة قالت : قال رسول الله ﷺ : " من أحدث فى أمرنا هذا ما ليس فيه فهو رد " . (السنن لأبى داود:ص/ ۶۳۵ ، كتاب السنة ، باب فى لزوم السنة)
ما فى " بذل المجهود " : سواء كان فى العمل أو الاعتقاد فهو مردود .
(۱۳/ ۳۳ ، رقم الحديث : ۴۶۲۲)
ما فى " الشامية " : إذا تردد الحكم بين سنةٍ وبدعةٍ كان ترك السنة راجحًا على فعل البدعة .
(۲/ ۳۵۳ ، كتاب الصلوة)

علماء کے لیے لفظ ''مولانا'' کا استعمال

مسئلہ (۴): بعض لوگ کہتے ہیں کہ ''مولانا'' کا لفظ جو سورۂ بقرہ کی آخری آیت ﴿أنت مولانا فانصرنا علی القوم الکافرین﴾ میں واقع ہے، جس کے معنی ''کارساز'' کے ہیں، تو علماء کیلئے لفظ ''مولانا'' کا استعمال صحیح نہیں ہونا چاہیے، جب کہ انہیں معلوم ہونا چاہیے کہ لفظ ''مولانا'' عربی زبان کا لفظ ہے، لغوی اعتبار سے لفظ ''مولا'' بمعنی رب، مددگا، آقا، سردار، رہنما، غلام اور نوکر وغیرہ اور کئی مختلف متضاد معنی میں مستعمل ہے، اور ''نا'' جمع متکلم کی ضمیر ہے، جو ''مولا'' کے ساتھ میں ہوتی ہے، اس طرح ان دونوں کے معنی ہمارے آقا، ہمارے سردار، ہمارے رہنما، اور ہمارے غلام وغیرہ کے آتے ہیں، جو ہر عبارت میں سیاق وسباق اور متعلقہ شخصیت کی حیثیت کے اعتبار سے موقع ومحل کی مناسبت سے مراد ہوتے ہیں، جبکہ سورۂ بقرہ کی آیت ﴿أنت مولانا﴾ سے مراد کارساز یعنی متولی اُمور کے ہیں، اور احادیث مبارکہ میں نبی کریم ﷺ نے حضرت زید رضی اللہ عنہ کے بارے میں فرمایا: '' أنت أخونا و مولانا '' اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں بھی ایک صحیح حدیث میں منقول ہے کہ ان کے پاس ایک جماعت آئی اور کہنے لگی: ''السلام علیک یا مولانا ''۔

ان مواقع میں سے پہلے میں، آزاد کردہ غلام، اور دوسرے میں سردار اور بڑے کے معنی مراد ہیں، اور علماء کیلئے عموماً احترام کے طور پر بڑے اور سردار کے معنی میں مستعمل ہیں،

اس لئے بلاوجہ شک وشبہ میں پڑنے سے احتراز لازم ہے، اور علماء کیلئے اس لفظ (مولانا) کا استعمال جائز ودرست ہے۔[1]

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " مرقاة المفاتيح " : المولى يقع على جماعة كثيرة كالرب والمالك والسيد والناصر والمعتق والمحب والجار ..... وأكثرها قد جاء ت في الأحاديث فيضاف كل واحد إلى ما يقتضيه الحديث الوارد فيه . (۱۱/۲۴۷)

ما في " روح المعاني " : (أنت مولٰنا) أي مالكنا وسيدنا ، وجوز أن يكون بمعنى متولي الأمر وأصله مصدر أريد به الفاعل . (۱۱۵/۳ ، سورة البقرة : ۲۸۶)

ما في " الحديث النبوي " : قال البراء عن النبي ﷺ : " أنت أخونا ومولانا " . (صحيح البخاري : ۵۲۸/۱ ، مناقب زيد بن حارثة)

ما في " مرقاة المفاتيح " : عن رباح بن الحارث قال : جاء رهط إلى علي بالرحبة فقالوا : " السلام عليك يا مولانا ". فقال : كيف أكون مولاكم وأنتم عرب ؟ قالوا : سمعنا رسول الله ﷺ يقول: " من كنت مولاه فعلي مولاه " . (۱۱/۲۵۸)

''محمد'' نام رکھنا

مسئلہ (۵): بعض لوگ اپنے بچہ کا نام ''محمد'' رکھتے ہیں، تو لوگ اس پر اعتراض کرتے ہیں، جب کہ آنحضرت ﷺ کے اسم مبارک پر اپنے بچوں کا نام رکھنا نہ صرف جائز بلکہ مستحسن ہے، اور یہ نام صحابۂ کرام سے لے کر آج تک مسلمانوں میں رائج ہے، اور احادیث مبارکہ میں اس کا جواز بلکہ فضائل منقول ہے[1]، اس لیے اس نام پر

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " الحديث النبوى " : عن جابر بن عبد الله قال : ولد لرجل منا غلام فسمّاه محمدًا ، فقال له قومه : لا ندعك تسمى باسم رسول الله ، فانطلق بابنه حامله على ظهره فأتى به النبى ﷺ ، فقال : يا رسول الله ! ولد لي غلام فسميته محمدًا ، فقال لى قومى : لا ندعك تسمى باسم رسول الله ﷺ فقال رسول الله : " تسموا باسمى ولا تكتنوا بكنيتى ، فإنما أنا قاسم أقسم بينكم " . (الصحيح لمسلم : ۲۰۶/۲ ، كتاب الأدب ، باب النهى عن التكنى بأبى القاسم)

ما فى " الحديث النبوي " : عن عائشة قالت : جاء ت امرأة إلى النبى ﷺ فقالت : يا رسول الله ! إنى قد ولدت غلامًا فسميته محمدًا وكنيته أبا القاسم فذكر لى أنك تكره ذلك ، فقال : " ما الذى أحل إسمي وحرم كنيتي أو ما الذي حرم كنيتي وأحل إسمي " .

(السنن لأبي داود:ص/۶۷۹ ، كتاب الأدب ، باب الرخصة فى الجمع بينهما)

ما فى " بذل المجهود " : وحاصل الجواب : أن التسمية بإسمى والتكنية بكنيتى ليس بحرام ، وهذا يدل على أن هذه القصة إن كانت محفوظة فهى واقعة بعد النهى عن التكنى بكنيته ، أو الجمع بين الإسم والكنية ، فوجه الجمع بين هذا وبين ما تقدم من المنع ، أن المنع عن الجمع لم يكن للتحريم بل هو كان مكروهًا للالتباس فقط . (۳۷۰/۱۳ ، باب الرخصة فى الجمع بينهما)=

معترض ہونا درست نہیں ہے، البتہ اس اسم شریف کی وجہ سے مسمی کی تعظیم لازم ہے، اور اس کے ساتھ دیگر اسماء کا معاملہ نہیں کیا جائے گا، اور مسمیٰ پر لازم ہے کہ وہ اس اسم شریف کا پاس ولحاظ رکھے۔[1]

ختمِ قرآن پر شیرینی کی تقسیم

مسئلہ (۶): بسا اوقات میت کے گھر والے اپنے مکان پر مدرسہ کے طلباء یا عام مسلمانوں کو قرآن خوانی کی دعوت دیتے ہیں، اور تمام لوگ اجتماعی قرآن خوانی کے ذریعہ میت کیلئے ایصال ثواب کرتے ہیں، بعدہ اہل میت ان قرآن خوانی کرنے والوں کو کھانا کھلاتے ہیں، یا چائے وشیرینی وغیرہ سے ان کی ضیافت کرتے ہیں، اس طرح اہتمام کے ساتھ قرآن خوانی کرنا شرعاً ثابت نہیں ہے، البتہ انفرادی طور پر قرآن کریم پڑھ کر ایصالِ

= ما فی " الحديث النبوی " : عن علی بن أبی طالب أنه قال : يا رسول الله ! " أرأيت إن ولد لي بعدک أسميه محمدًا وأكنيه بكنيتک ؟ قال : نعم " . قال : فكانت رخصة فی هذا ، هذا حديث حسن صحيح .

(جامع الترمذي : ۲/۱۱۱ ، أبواب الآداب ، باب ما جاء فی كراهية الجمع بين إسم)

ما فی " الحديث النبوی " : عن سيعد بن المسيب قال : " أحب الأسماء إليه أسماء الأنبياء " .

(المصنف لإبن أبی شيبة : ۱۳/۳۴۵ ، كتاب الأدب ، باب ما يستحب من الأسماء ، بيروت)

(۱) ما فی " مرقاة المفاتيح " : إذا سمی ولد بمحمد يجب تعظيمه بسبب هذا الإسم الشريف فلا يعامل معاملة سائر الأسماء ، ويؤيده ما رواه البزار عن أبی رافع مرفوعًا : إذا سميتم محمدًا فأكرموه وأوسعوا له فی المجلس ولا تقبحوا له وجهًا .

(۹/۱۰ ، كتاب الآداب ، باب الأسامی ، رقم الحديث : ۴۷۵۱)

ثواب میں کوئی مضائقہ نہیں ہے، اسی طرح کھانا کھلانا، چائے وشیرینی سے ضیافت کرنا صورۃً معاوضہ ہے، اس لیے اس سے بھی بچنا چاہیے۔ (۱)

میت کیلئے ایک لاکھ کلمۂ طیبہ کا ثواب

مسئلہ (۷): بعض علاقوں میں کسی کے انتقال کر جانے پر اس کے گھر والے ایک لاکھ مرتبہ کلمۂ طیبہ کا ختم کرا کے ایصالِ ثواب کرتے ہیں، اور کلمۂ طیبہ پڑھنے والوں کو ختم کے بعد کھانا کھلاتے ہیں، کلمۂ طیبہ وغیرہ پڑھ کر میت کو ثواب پہنچانا یقیناً مفید اور باعث خیر ہے (۲)،

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما فی " الشامیة " : قال تاج الشریعة فی شرح الهدایة : إن القراءة بالأجرة لا یستحق الثواب لا للمیت ولا للقارئ ، وقال العینی فی شرح الهدایة : ومنع القاری للدنیا ، والآخذ والمعطی آثمان ، فالحاصل : فإذا لم یکن للقارئ ثواب لعدم النیة الصحیحة ، فأین یصل الثواب إلی المستأجر ، ولولا الأجرة لما قرأ أحد لأحد فی هذا الزمان .

(۹/ ۶۶ ، تحریم مهم فی عدم جواز الاستیجار علی التلاوة)

ما فی " الفتاوی البزازیة " : ویکره إتخاذ الدعوة بقراءة القرآن ، وجمع الصلحاء والقراء للختم .

(۱/ ۷۸ ، الباب الخامس والعشرون فی الجنائز) (فتاوی محمودیہ: ۳/ ۸۵، فتاوی رحیمیہ: ۲/ ۱۱۶، احسن الفتاوی: ۱/ ۳۷۵)

الحجة علی ما قلنا :

(۲) ما فی " حاشیة الطحطاوی علی مراقی الفلاح " : فللإنسان أن یجعل ثواب عمله لغیره عند أهل السنة والجماعة ، صلاة کان أو صوماً أو حجاً أو صدقة أو قراءة للقرآن أو الأذکار أو غیر ذلک من أنواع البر ، ویصل ذلک إلی المیت وینفعه .

(ص/ ۶۲۱ ، ۶۲۲ ، فصل فی زیارة القبور ، الشامیة : ۴/ ۱۰ ، مطلب فی إهداء ثواب الأعمال للغیر ، البحر الرائق : ۳/ ۱۰۵ ، باب الحج عن الغیر) =

لیکن ختم کے بعد کھانا کھلانا یہ اجرت کے مشابہ ہے[۱]، نیز میت کے ورثاء میں بعض دفعہ چھوٹے نابالغ بچے بھی ہوتے ہیں، تو ان کے مال میں تصرف کرنا اور ان کے حصے سے صدقہ دینا بھی جائز نہیں ہے۔[۲]

علاوہ ازیں ایصالِ ثواب کیلئے جو کھانا کھلایا جاتا ہے، اس کے مستحق غرباء ہیں، مالدار نہیں[۳]، جبکہ ختم کے بعد جو کھانا کھلایا جاتا ہے اس میں غریب وغنی سب ہوتے ہیں، اور اس میں شہرت وناموری کا جذبہ بھی کارفرما ہوتا ہے[۴]، جیسا کہ دیگر تقریبات کا حال ہے،

= (۱) ما فی " الشامیة " : لا معنی لصلة القاری بقراء ته ، لأن هذا بمنزلة الأجرة والإجارة فی ذلک باطلة وهی بدعة ، ولم یفعلها أحد من الخلفاء .

(۹/۷۲، مطلب تحریم مهم فی عدم جواز الإستئجار علی التلاوة)

(۲) ما فی " القرآن الکریم " : ﴿الذین یأکلون أموال الیتامیٰ ظلمًا إنما یأکلون فی بطونهم نارًا﴾ .

(سورة النساء : ۱۰)

ما فی " أحکام القرآن للجصاص " : لا خلاف بین المسلمین أن أکل مال الیتیم ظلمًا محظور وأن الوعید المذکور فی الآیة قائم فیه . (۲/۹۴)

(۳) ما فی " الدر المختار مع الشامیة " : والوصیة المطلقة ..... لا تحل لغني لأنها صدقة وهي علی الغنی حرام . (۱۰/۳۳۶، قبیل باب الوصیة)

(۴) ما فی " الحدیث النبوی " : عن أبي هریرة قال : قال رسول الله ﷺ : " المتباریان لا یجابان ولا یؤکل طعامهما " . قال الإمام أحمد : یعني المتعارضین بالضیافة فخرًا ورياءً .

(مشکوٰة المصابیح :ص/۲۷۹ ، باب الولیمة)=

اس لیے اس طریقہ پر ایصال ثواب سے اجتناب ضروری ہے[۱]، البتہ انفرادی طور پر قرآن کریم، کلمۂ طیبہ وغیرہ پڑھ کر ایصالِ ثواب کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔

ایصال ثواب تمام مُردوں کو پورا پورا ملتا ہے

مسئلہ (۸): اگر کوئی شخص قرآنِ کریم مثلاً سورۂ فاتحہ پڑھ کر اس کا ثواب تمام مسلم مرحومین کو پہنچائے، تو یہ ثواب ان کے درمیان تقسیم نہیں ہوگا، بلکہ تمام مرحومین کو پورا پورا ثواب پہنچے گا، اور پڑھنے والے کے ثواب میں بھی کمی نہیں آئے گی، اور یہی اللہ رب العزت کے فضل وکرم کے شایانِ شان بھی ہے۔[۲]

= (۱) ما فی " حلبی کبیر " : ویکرہ إتخاذ الضیافة من أهل المیت لأنه شرع فی السرور لا فی الحزن ، قالوا : وهی بدعة مستقبحة لما روی الإمام أحمد وابن ماجة بإسناد صحیح عن جریر بن عبد الله قال : کنا نعد الإجتماع إلی أهل المیت وصنعهم الطعام من النیاحة .

(ص/۲۰۹ ، فصل فی الجنائز ، الثامن فی مسائل من الجنائز ، الفتاوی البزازیة علی هامش الهندیة: ۷۸/۱ ، الباب الخامس والعشرون فی الجنائز ، الشامیة : ۱۳۸/۳ ، باب صلاة الجنازة ، مطلب فی کراهة الضیافة من أهل البیت) (فتاوی محمودیہ:۸۱/۳)

الحجة علی ما قلنا :

(۲) ما فی " کتاب شرح الصدور للسیوطی " : أخرج أبو محمد السمرقندی فی فضائل ﴿قل هو الله أحد﴾ عن علي مرفوعًا : " من مر علی المقابر وقرأ : (قل هو الله أحد) إحدی عشرة مرة ثم وهب أجره للأموات أعطی من الأجر بعدد الأموات " .

(ص/۲۹۶ ، باب فی قراءة القرآن للمیت أو علی القبر)

ما فی " الشامیة " : الأفضل لمن یتصدق نفلاً أن ینوی لجمیع المؤمنین والمؤمنات لأنها تصل إلیهم ولا ینقص من أجره شیء هو مذهب أهل السنة والجماعة ، قلت : لکن سئل ابن محمد =

مرنے کے بعد مُردے کی روح اور ہڈیوں کا گھومنا

مسئلہ(۹): بعض لوگ یہ خیال کرتے ہیں کہ جب کوئی آدمی مرجاتا ہے، اور اسے دفن کردیا جاتا ہے، تو اس کی قبر سے روح اور ہڈیاں نکل کر ادھر ادھر گھومتی پھرتی ہیں، یہ محض ایک جاہلانہ توہم ہے، حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمہ اللہ ایک سوال کے جواب میں فرماتے ہیں کہ ''اگر روح منعَّم علیہ ہے یعنی اس پر اللہ کا انعام ہے، تو اسے یہاں آکر لپیٹنے پھرنے کی کیا ضرورت ہے، اور اگر معذَّب ہے یعنی گرفتارِ عذاب ہے، تو فرشتگانِ عذاب کیوں کر چھوڑ سکتے ہیں''۔ (اشرف الجواب:۱/۱۶۳)

اسی طرح بعض لوگ یہ خیال کرتے ہیں، کہ جس گھر پر الو بیٹھ کر بول دے، اس میں موت یا کوئی بڑا حادثہ ضرور ہوگا، یہ خیال بھی جاہلانہ توہمات میں سے ہے، اس لیے اس طرح کے عقائد سے بچنا لازم وضروری ہے۔[1]

= المكى عما لو قرأ لأهل المقبرة الفاتحة هل يقسم الثواب بينهم أو يصل لكل منهم مثل ثواب ذلك كاملاً؟ فأجاب بأنه أفتى جمع بالثانى وهو اللائق بسعة الفضل . (۳/۱۴۲، باب الجنائز ، مطلب فى القراءة للميت وإهداء ثوابها له ، الفتاوى التاتارخانية : ۲/۷۱ ، كتاب الزكاة ، الفصل السادس عشر فى إيجاب الصدقة) (فتاوی محمودیہ:۹/۲۰۶،فتاوی رحیمیہ:۷/۹۸)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما فى " القرآن الكريم " : ﴿كلا إن كتاب الفجار لفى سجين ..... كلا إن كتاب الأبرار لفى عليين﴾ . (سورة التطفيف : ۷ – ۱۸)

ما فى " تفسير المظهري " : وجه التطبيق أن مقر أرواح المؤمنين فى عليين أو فى السماء السابعة ونحو ذلك كما مر ، ومقر أرواح الكفار فى سجين ، ومع ذلك لكل روح منها اتصال لجسده فى قبره . (۱۰/۱۹۶) =

.....

.....

.....

= ما فی " القرآن الکریم " : ﴿قل لن یصیبنا إلا ما کتب الله لنا هو مولٰنا﴾ . (سورة التوبة : ۵۱)

ما فی " روح المعانی " : أی لن یصیبنا إلا ما خط الله لأجلنا فی اللوح ولا یتغیر بموافقتکم ومخالفتکم ، فتدل الآیة علی أن الحوادث کلها بقضاء الله تعالی . (۱۲۶/۶)

ما فی " الحدیث النبوی " : عن أبی هریرة عن النبی ﷺ قال : " لا عدوی ولا طیرة ولا هامة ولا صفر " . (صحیح البخاری : ۸۵۷/۲ ، کتاب الطب ، باب لا هامة ، الصحیح لمسلم : ۲۰۳/۲)

ما فی " القول المفید علی کتاب التوحید " : (قوله : ولا هامة) الهامة بتخفیف المیم فسرت بتفسیرین : الأول أنها طیر معروف یشبه البومة أو هی البومة ، تزعم العرب أنه إذا قتل القتیل صارت عظامه هامة ، تطیر وتصرح حتی یؤخذ بثأره ، وربما اعتقد بعضهم أنها روحه . التفسیر الثانی : أن بعض العرب یقولون : الهامة هی الطیر المعروف ، لکنهم یتشاء مون بها ، فإذا وقعت علی بیت أحدهم ونعقت قالوا : إنها تنعق به لیموت، ویعتقدون أن هذا دلیل قرب أجله ، وهذا کله بلا شک عقیدة باطلة .

(ص/۹۹ ، حاشیة النووي علی الصحیح لمسلم : ۲۳۰/۲ ، مرقاة المفاتیح : ۳۹۴/۸)

ما فی " مرقاة المفاتیح " : إن الطیرة مصدر التطیر وکان ذلک یصدهم عن مقاصدهم فنفاه الشرع وأبطله ونهی عنه وأخبره أنه لیس له تأثیره فی جلب نفع أو دفع ضرر .

(۳۹۱/۸ ، باب الفال والطیرة)

ما فی " الموسوعة الفقهیة " : قد اتفق أهل التوحید علی تحریم التطیر ونفی تأثیره فی حدوث الخیر أو الشر لما فی ذلک من الإشراک بالله فی تدبیر الأمور . (۱۸۳/۱۲) (فتاوی محمودیہ:۱/۶۰۵)

کسی کی آمد سے بدشگونی لینا

مسئلہ (۱۰): بسا اوقات کسی کی آمد کے عین موقع پر لائٹ چلی جاتی ہے، تو کہا جاتا ہے کہ ''آپ آئے تو لائٹ گئی'' یہ بدفالی ہے، جو شرعاً جائز نہیں ہے[۱]، اسی طرح جب کوئی بات کہتے ہوئے لائٹ آجاتی ہے، تو کہا جاتا ہے کہ ''بات صحیح ہے، اس لئے لائٹ آگئی'' یہ فال نیک ہے، جو شرعاً جائز ہے۔[۲]

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " القرآن الكريم " : ﴿قل لن يصيبنا إلا ما كتب الله لنا، هو مولنا، وعلى الله فليتوكل المؤمنون﴾ . (سورة التوبة : ۵۱)

ما في " روح المعاني " : أى لن يصيبنا إلا ما خط الله لأجلنا فى اللوح ، ولا يتغير بموافقتكم ومخالفتكم ، فتدل الآية على أن الحوادث كلها بقضاء الله تعالى . (۱۲۶/۶)

ما في " الحديث النبوى " : عن أبى هريرة عن النبى ﷺ قال : " لا عدوى ولا طيرة ولا هامة ولا صفر " . (صحيح البخارى : ۸۵۷/۲ ، كتاب الطب ، باب لا هامة)

ما في " مرقاة المفاتيح " : إن الطيرة مصدر التطير وكان ذلك يصدهم عن مقاصدهم ، فنفاه الشرع وأبطله ونهى عنه وأخبره أنه ليس له تأثيره فى جلب نفع أو دفع ضرر .

(۳۹۱/۸ ، باب الفال والطيرة)

ما في " الموسوعة الفقهية " : قد اتفق أهل التوحيد على تحريم التطير ونفي تأثيره فى حدوث الخير والشر لما فى ذلك من الإشراك بالله فى تدبير الأمور . (۱۸۳/۱۲)

(۲) ما فى " الحديث النبوى " : عن أنس بن مالك أن رسول الله ﷺ قال : " لا عدوى ولاطيرة وأحب الفال " . قالوا : يا رسول الله ! وما الفال ؟ قال : " الكلمة الطيبة " . هذا حديث حسن صحيح . (جامع الترمذي : ۲۹۰/۱)=

غیر اللہ کے لیے بکرا وغیرہ ذبح کرنا

مسئلہ (۱۱): کسی شخص کا کسی دوسرے شخص کے کہنے پر غیر اللہ کیلئے مثلاً کسی پیر، یا دیوی دیوتا کیلئے بکرا وغیرہ ذبح کرنا خواہ اجرت لے کر ہو یا بلا اجرت، شرعاً ناجائز وحرام ہے[۱]، نیز اس ذبیحہ کا کھانا بھی حرام ہے[۲]، اور ایسے شخص کی اذان، اقامت اور امامت

= ما فی " فتح الباری " : عن أبی هریرة قال : قال النبی ﷺ : " لا طیرة وخیرها الفال " . قال : وما الفال یا رسول الله ؟ قال : " الکلمة الصالحة یسمعها أحدکم " .

(۱۰/ ۲۴۹ ، باب الفال ، ط : شیخ الهند دیوبند)

ما فی " الموسوعة الفقهیة " : التفاؤل مباح بل حسن إذا کان متعینًا للخیر ، کأن یسمع المریض یا سالم ، فینشرح لذلک صدره ، ولا خلاف بین الفقهاء فی جواز التفاؤل بالکلمة الحسنة من غیر قصد . (۱۳/ ۷۷ ، کویت)

ما فی " التفسیر لإبن کثیر " : وقال معمر : أخبرنی أیوب عن عکرمة أنه قال : لما جاء سهیل بن عمرو قال النبی ﷺ : " قد سهل لکم من أمرکم " . (۳/ ۳۵۱ ، سورة الفتح)

(امداد الفتاوی:۵/ ۴۰۰،فتاوی محمودیہ:۱/ ۲۳۴)

الحجة علی ما قلنا :

(۱) ما فی " القرآن الکریم " :﴿حرمت علیکم المیتة والدم ولحم الخنزیر وما أهل لغیر الله به﴾ .

(سورة المائدة :۳)

ما فی " التفسیر الکبیر للرازي " : الرابع : ما أهل لغیر الله به ، والإهلال : رفع الصوت ..... وکانوا یقولون عند الذبح بإسم اللات والعزی فحرم الله تعالی ذلک .

(۴/ ۲۸۳ ، سورة المائدة :۳)

(۲) ما فی " القرآن الکریم " : ﴿یآیها الذین آمنوا لا تأکلوا أموالکم بینکم بالباطل﴾ .

(سورة النساء : ۲۹)=

مکروہِ تحریمی ہے[1]، ہاں اگر وہ سچے دل سے توبہ کرلیں تو کراہت ختم ہوجائے گی۔[2]

= ما فی " التفسيرات الأحمدية " : معنى الآية لا تأكلوا أموالكم أنفسكم بالباطل أى بالوجه الذى لم يجوزه الشرع كشرب الخمر والزنا وأنواع الفساد على ما فى الحسينى ، أو المعنى لا يأكل بعضكم أموال بعض بالباطل كالسرقة والغصب والقمار والعقود الفاسدة ونحوها .

(ص/٦٣ ، البقرة)

ما فی " الهداية " : ولا يجوز الاستيجار على الغناء والنوح وكذا سائر الملاهى لأنه استيجار على المعصية ، والمعصية لا تستحق بالعقد . (٣/٢٨٧، باب الإجارة الفاسدة)

ما فی " الفتاوى العزيزى " : لو ذبح شاة على النصب من الأنصاب أو على قبر من القبور وقصد به التقرب إلى صاحب القبر أو صاحب النصب وذكر إسم الله عليها لا يحل .

(ص/٤٨٤ ، بحواله فتاوى محموديه : ١/٣٢٩ ، الشامية :٣/٣٧٩ ، قبيل باب الاعتكاف)

(١) ما فى " التنوير وشرحه مع الشامية " : (ويكره) ..... (إمامة عبد) ..... (وأعرابى) ..... (وفاسق وأعمى) . تنوير . وفي الشامية : قال العلامة ابن عابدين الشامي رحمه الله : قوله : (فاسق) من الفسق وهو الخروج عن الإستقامة ، ولعل المراد به من يرتكب الكبائر كشارب الخمر والزانى وأكل الرباء ونحو ذلك . (٢/٢٩٨ ، كتاب الصلاة ، باب الإمامة)

(٢) ما فى " الحديث النبوى " : عن عبد الله بن مسعود قال : قال رسول الله ﷺ : " التائب من الذنب كمن لا ذنب له " . (مشكوة المصابيح :ص/٢٠٦ ، باب الاستغفار والتوبة)

ما فی " قواعد الفقه " : إذا زال المانع عاد الممنوع . (ص/٥٧) (فتاوی محمودیہ:٦/٩٨)

شیخ احمد کا وصیت نامہ اور پمفلٹ (Pamphlet)

مسئلہ (۱۲): عرصۂ دراز سے عام لوگوں میں وقتاً فوقتاً ایک پمفلٹ (Pamphlet) اس مضمون کا تقسیم کیا جاتا ہے کہ مدینہ شریف سے شیخ احمد نے وصیت نامہ بھیجا ہے کہ میں اپنے مکان میں قرآن شریف پڑھ رہا تھا، اچانک مجھے نیند آ گئی، اور میں دیکھتا ہوں کہ محمد ﷺ تشریف لائے، اور فرمایا اس ہفتے اتنے ہزار آدمی مر گئے جس میں کوئی ایمان والا نہیں تھا، اور بہت برا وقت آنے والا ہے وغیرہ، اور جو شخص اس وصیت نامہ کو پڑھ کر اس کی نقل دوسروں تک پہنچائیگا، تو قیامت کے دن میں اس کی حفاظت کروں گا، جو غریب چھپوا کر تقسیم کرے گا وہ مالدار ہو جائیگا، ایک آدمی نے اسے جھوٹا سمجھا تو اس کا انتقال ہو گیا، ایک شخص نے چھپوانے میں لاپرواہی کی تو اس کی بیوی مر گئی، اور پانچ لوگوں نے ملکر ۱۵۰/ پرچے بانٹے تو ان کو پانچ لاکھ کی لاٹری لگ گئی وغیرہ۔

حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ایسا وصیت نامہ بہت دفع شائع ہو چکا ہے، ہمیشہ اسی نام ولقب سے شائع ہوتا ہے، اول تو تعجب یہ ہے کہ ایک شخص اتنی بڑی عمر پائے، دوسرے یہ تعجب ہے کہ ایک شخص کے سوا اور کسی خادم کو یا اور ملکوں کے بزرگوں اور ولیوں کو یہ دولتِ زیارت اور ہم کلامی نصیب نہ ہو، تیسرے یہ کہ اگر ایسا ہی ہوتا تو خود مدینہ میں اس کی زیادہ شہرت ہونی چاہیے تھی، حالانکہ وہاں آنے جانے والوں یا خطوط سے ان امور کا نام ونشان بھی معلوم نہیں ہوتا، پھر محض اس طرح بلاسند کوئی مضمون قابل اعتبار نہیں ہوسکتا، ورنہ جو جس کے دل میں آوے مشہور کر دیا کرے، شرع میں حکم یہ ہے کہ جو

بات ہو خوب تحقیق کے بعد اس کو معتبر سمجھو۔ (۱)

علاوہ اس کے اس میں بعض مضامین ایسے ہیں جو شرع وعقل کے خلاف ہیں، مثلاً:

۱- اتنے ہزار مسلمان کلمہ گو مرے، اور ان میں صرف سترہ آدمی مسلمان ہوں، اول تو خدا کی رحمت غالب ہے اس کے غضب پر (۲)، دوسرے ہم خود دیکھتے ہیں کہ زیادہ مسلمان توبہ کر کے، کلمہ پڑھتے ہوئے مرتے ہیں، جو علامت خاتمہ بالخیر کی ہے، پھر اس مضمون کی گنجائش کہاں۔

۲- اس پرچے کو چھپوا کر تقسیم کرنے پر غنیٰ ومالداری کا حاصل ہونا، اور اس کو جھوٹا سمجھنے پر کسی کی موت واقع ہونا، یہ بھی خلاف عقیدہ بات ہے، کیوں کہ امیری وغریبی موت وحیات

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما فی " القرآن الكريم " : ﴿يا أيها الذين آمنوا إن جائكم فاسق بنبأ فتبينوا أن تصيبوا قوماً بجهالة فتصبحوا على ما فعلتم نٰدمين﴾. (سورة الحجرات : ٦)

ما فی " أحكام القرآن لظفر أحمد التهانوی " : مقتضى الآية التثبت فی خبر الفاسق ، والنهی عن الإقدام على قبوله والعمل به ، إلا التبين والعلم بصحة مخبره ، وذلك لأن قراءة هذه الآية على وجهين : ﴿فتثبتوا﴾ من التثبت ﴿فتبينوا﴾ من التبيّن ، وكلتاهما يقتضى النهی عن قبول خبره إلا بعد العلم . (۲۵۵/۴)

(۲) ما فی " القرآن الكريم " : ﴿ورحمتي وسعت كل شيء﴾ . (سورة الأعراف : ۱۵٦)

ما فی " الحديث النبوی " : عن أبی هريرة قال : قال رسول الله ﷺ : " لما خلق الله الخلق كتب فی كتابه هو يكتب على نفسه وهو وضع عنده على العرش إن رحمتی تغلب غضبی " .

(صحيح البخاری : ۱۱۰۱/۲ ، بيروت)=

ذاتِ باری تعالیٰ کے دست قدرت میں ہے۔[۱]

۳- اس پرچے کو چھپوا کر تقسیم کرنے سے لاٹری کا لگ جانا، اور جن لوگوں کی لاٹری لگ گئی ان میں سے ایک کا مسجد بنانے کی بات سوچنا، دونوں خلافِ شرع ہیں، کیوں کہ لاٹری شرعاً قمار وجوا پر مشتمل ہونے کی وجہ سے حرام ہے[۲]، اسی طرح حرام مال سے اللہ کے گھر کی تعمیر بھی حرام ہے۔[۳]

= (۱) ما فی " القرآن الکریم " : ﴿قل لن یصیبنا إلا ما کتب الله لنا هو مولٰنا﴾ . (سورة التوبة : ۵۱)
ما فی " روح المعانی " : أی لن یصیبنا إلا ما خط الله لأجلنا فی اللوح ولا یتغیر بموافقتکم ومخالفتکم ، فتدل الآیة علی أن الحوادث کلها بقضاء الله تعالی . (۱۶۶/۶)
ما فی " الحدیث النبوی " : عن أبی هریرة عن النبی ﷺ قال : " لا عدوی ولا طیرة ولا هامة ولا صفر " . (صحیح البخاري : ۸۵۷/۲)

(۲) ما فی " القرآن الکریم " : ﴿إنما الخمر والمیسر والأنصاب والأزلام رجس من عمل الشیطان فاجتنبوه﴾ . (سورة المائدة : ۹۱)
ما فی " الشامیة " : قال الشامي رحمه الله تعالی : لأن القمار من القمر الذی یزداد تارة وینقص أخری ، وسمی القمار قمارًا لأن کل واحد من المقامرین ممن یجوز أن یذهب ماله إلی صاحبه ، ویجوز أن یستفید مال صاحبه وهو حرام بالنص .
(۵۷۷/۹ ، ۵۷۸ ، کتاب الحظر والإباحة ، باب الاستبراء ، فصل فی البیع)

(۳) ما فی " الشامیة " : قال تاج الشریعة : أما لو أنفق فی ذلک مالاً خبیثاً ومالا سببه الخبیث والطیب فیکره ، لأن الله تعالی لا یقبل إلا الطیب فیکره تلویث بیته بما لا یقبله . شرنبلالیة .
(۳۷۳/۲ ، کتاب الصلوة ، مطلب کلمة لا بأس الخ)=

لہٰذا اس طرح کے پمفلٹ کے مضامین پر اعتماد واعتقاد نہ رکھا جائے، اور نہ ان کو شائع کیا جائے، اس لیے کہ مومن کامل کا عقیدہ یہ ہوتا ہے کہ نفع ونقصان، خیر وشر، امیری وغریبی، خوشی وغمی جیسے تمام امور ذاتِ باری تعالیٰ ہی کے قبضۂ قدرت میں ہیں۔ (۱)

اِدّعائے وحدتِ اَدیان یعنی ''سرودھرم ایک آہے'' کا دعویٰ

مسئلہ (۱۳): بعض لوگ اپنی سیکولر ذہنیت کو ثابت کرنے، اور غیروں میں اپنی مقبولیت ومحبوبیت بڑھانے کے خاطر کہتے ہیں: ''سرودھرم ایکے آہے'' یعنی سب مذہب ایک ہی ہیں، اس طرح کی بات کلمۂ کفر ہے، کیوں کہ اسلامی عقائد، اور دیگر مذاہب کے عقائد میں فرق واضح ہے، اسلام حق اور کفر باطل ہے، اسلام اللہ کے نزدیک دین مقبول ہے، اور کفر ودیگر مذاہب مردود ومنسوخ ہیں، تو تمام مذاہب یکساں کیسے ہوسکتے ہیں، اس لیے اس طرح کی بات کہنے سے بچنا واجب ہے، ہاں اسلام کے علاوہ تمام مذاہب ان کے باطل اور غیر مقبول ہونے میں یکساں ہوسکتے ہیں۔ (۲)

= (۱) ما فی " القرآن الکریم " : ﴿وإن تصبهم حسنة يقولوا هذه من عند الله وإن تصبهم سيئة يقولوا هذه من عندك ، قل كل من عند الله ، فما لهولاء القوم لا يكادون يفقهون حديثاً﴾ .

(سورة النساء : ۷۸)

ما فی " عقيدة الطحاوی " : الإيمان هو الإيمان بالله وملائكته وكتبه ورسله واليوم الآخر والبعث بعد الموت ، والقدر خيره وشره وحلوه ومره من الله تعالى ونحن مؤمنون بذلك كله .

(ص/ ۹۵) (امدادالفتاوی:۴/۵۵۵)

الحجة على ما قلنا :

(۲) ما فی " القرآن الكريم " : ﴿إن الدين عند الله الإسلام﴾ . [آل عمران : ۱۹] ﴿ومن يبتغ غير الإسلام ديناً فلن يقبل منه وهو في الآخرة من الخٰسرين﴾ . (آل عمران :۸۵) =

.....

.....

= ما في " روح المعاني " : ﴿ومن يبتغ غير الإسلام ديناً فلن يقبل منه﴾ نزلت في جماعة ارتدوا وكانوا إثني عشر رجلا وخرجوا من المدينة وأتوا مكة كفارًا ، منهم الحارث بن سويد الأنصاري ، والإسلام قيل : التوحيد والانقياد ، وقيل : شريعة نبينا عليه الصلاة والسلام بَيَّنَ الله تعالى أن من تحرى بعد مبعثه غير شريعته فهو غير مقبول منه ، وقبول الشيء هو الرضا به وإثابة فاعله عليه .

(۳۴۵/۳)

ما في " الحديث النبوى " : عن جابر أن عمر بن الخطاب أتى رسول الله ﷺ بنسخة من التوراة فقال : يا رسول الله ! هذه نسخة من التوراة فسكت فجعل يقرأ ، ووجه رسول الله ﷺ يتغير ، فقال أبو بكر : ثكلتك الثواكل ما ترى ما بوجه رسول الله ؟ فنظر عمر إلى وجه رسول الله ﷺ فقال : أعوذ بالله من غضب الله وغضب رسوله ، رضينا بالله رباً وبالإسلام ديناً ، وبمحمد نبياً ، فقال رسول الله ﷺ : " والذى نفس محمد بيده لو بدا لكم موسى فاتبعتموه وتركتمونى لضللتم عن سواء السبيل ، ولو كان حياً وأدرك نبوتى لا تبعنى " .

(مشكوة المصابيح :ص/۳۲ ، كتاب الإيمان ، باب الاعتصام بالكتاب والسنة)

ما في " مرقاة المفاتيح " : (قال : أعوذ بالله من غضب الله وغضب رسوله) غضب الله توطئة لذكر غضب رسوله إيذاناً بأن غضبه غضبه ، كذا قاله الطيبى ، وإيماءً إلى أن التعوذ إنما هو من غضب الله حقيقة ، وإنما يتعوذ من غضب رسوله لأنه سبب لغضبه تعالى .

(۱/۳۹۹ ، ۴۰۰ ، باب الإعتصام)

ما في " فقه النوازل " : الدعوة إلى وحدة الأديان كفرية ضالة ، لكونها مناقضة لأصول الاعتقاد في الإسلام ، ومن آثار هذه الدعوة الغاء الفوارق بين الإسلام والكفر ، والحق والباطل ، وكسر حاجز النفرة بين المسلمين والكافرين وإبطال الجهاد . (۵۶/۲ ، وثيقة رقم : ۱۳)

ما في " الفتاوى الهندية " : ومن اعتقد أن الإيمان والكفر واحد فهو كافر ، ومن لا يرضى بالإيمان فهو كافر . كذا في الذخيرة . (۲۵۷/۲ ، الباب التاسع في أحكام المرتدين)

آداب السفر

سفر کے آداب

سفر میں امیر کا انتخاب

مسئلہ (۱۴): جب سفر کا ارادہ ہو تو اپنے میں سے کسی با اخلاق اور علم وعقل میں بڑھے ہوئے شخص کو امیر بنالے[۱]، امام غزالی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''لوگوں کی آراء، منزلوں، راستوں اور سفر کی مصلحتوں میں مختلف ہوتی ہیں، کسی کو امیر بنائے بغیر نظام سفر برقرار نہیں رہ سکتا ہے، اِکائی میں نظام ہے اور کثرت میں فساد ہے''[۲]، اس لئے کسی ایک کو امیر بنالیں۔

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " الحديث النبوى " : عن أبى سعيد الخدرى أن رسول الله ﷺ قال : " إذا خرج ثلاثة فى سفر فليؤمروا أحدهم " .

(السنن لأبى داود:ص/۳۵۱ ، كتاب الجهاد ، فى القوم يسافرون يؤمرون أحدهم)

ما فى " بذل المجهود " : فليجعلوا أحدهم أميراً عليهم ليسهل قطع النزاع والإختلاف عليهم ، والأمر للاستحباب . (۱۹۳/۹)

ما فى " الموسوعة الفقهية " : يستحب أن يؤمر الرفقة على أنفسهم أفضلهم وأجودهم رأياً ، ويطيعونه لحديث أبى سعيد وأبى هريرة قالا : قال رسول الله ﷺ : " إذا خرج ثلاثة فى سفر فليؤمروا أحدهم " . (۴۳/۲۵)

(۲) ما فى " إحياء علوم الدين للغزالى " : إنما يحتاج إلى الأمير ، لأن الآراء تختلف فى تعيين المنازل والطرق ومصالح السفر ولا نظام إلا فى الوحدة ولا فساد إلا فى الكثرة ، وإنما انتظم أمر العالم ، لأن مدبر الكل واحد ﴿لو كان فيهما آلهة إلا الله لفسدتا﴾ ومهما كان المدبر واحدًا انتظم أمر التدبير ، وإذا كثر المدبرون فسدت الأمور فى الحضر والسفر . (۲۵۲/۲ ، آداب السفر)

سفر کے رفقاء کیسے ہونے چاہیے؟

مسئلہ (۱۵): جب مسلمان سفر کا ارادہ کرے تو اپنے لئے ایسے رفقائے سفر کا انتخاب کرے جو نیکی کے کاموں میں اس کے مددگار ہوں، اور برے کاموں سے روکنے والے ثابت ہوں۔[1]

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما فی " الحديث النبوی " : عن ابن عمر عن النبی ﷺ قال : " لو يعلم الناس ما فی الوحدة ما أعلم ما سار راكب بليل وحده " . (صحيح البخاری : ۱/ ۴۲۱ ، كتاب الجهاد ، باب السير وحده)

ما فی " فتح الباری لإبن الحجر " : إنما كره ذلك لأن الواحد لو مات فی سفره ذلك لم يجد من يقوم عليه ، وكذلك الإثنان إذا ماتا أو أحدهما لم يجد من يعينه بخلاف الثلاثة ففی الغالب تؤمن تلك الخشية . (۶/ ۶۶ ، كتاب الجهاد ، باب سفر الإثنين)

ما فی " الحديث النبوی " : عن عمرو بن شعيب عن أبيه عن جده قال : قال رسول الله ﷺ : "الراكب شيطان والراكبان شيطانان والثلاثة ركب " .

(السنن لأبی داود :ص/ ۳۵۱ ، كتاب الجهاد ، باب فی الرجل يسافر وحده)

ما فی " بذل المجهود " : أی إذا سافر الواحد والإثنان ففعلهم هذا من تسويل الشيطان وإغرائه ، وأما إذا كانوا ثلاثة فهم ركب وجماعة مجتمعة يد الله عليها ، وهذا يدل على النهی عن السفر إذا سافر وحده أو سافر إثنان وأما إذا سافر ثلاثة فيجوز . (۹/ ۱۹۱ ، كتاب الجهاد ، باب فی الرجل يسافر وحده)

ما فی " الموسوعة الفقهية " : يستحب أن يرافق فی سفره من هو موافق راغب فی الخير كارهًا للشر إن نسی ذكّره وإن ذكّر أعانه ، ويستحب أن يرافق فی سفره جماعة لحديث ابن عمر قال : قال رسول الله ﷺ : " لو يعلم الناس ما فی الوحدة ما أعلم ما سار راكب بليل وحده " .

(۲۵/ ۴۱ ، آداب السفر)

سفر سے پہلے ان باتوں کا خیال رکھیں

مسئلہ (۱۶): جب مسلمان سفر کا ارادہ کرے تو سب سے پہلے اس پر واجب ہے کہ اپنے ذمہ لازم قرض اور دیگر حقوق کو ادا کرے[۱]، نہ یہ کہ سفر میں جاتے ہوئے مزید قرض کا بوجھ اپنے اوپر لادے، جیسا کہ آج کل عموماً کیا جاتا ہے، نیز مسافر کیلئے مستحب ہے کہ اپنے گھر والوں کو اور اپنے دوستوں کو الوداع کہہ کر جائے، چپکے چپکے سفر میں نہ نکل جائے، کیوں کہ زندگی کا کوئی بھروسہ نہیں ہے، چنانچہ آپ ﷺ مسافر کو یہ دعا دے کر رخصت فرماتے تھے: " استودع الله دينک وأمانتک وخواتيم عملک "۔[۲]

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " القرآن الكريم " : ﴿إن الله يأمركم أن تؤدوا الأمانات إلى أهلها﴾ .

(سورة النساء : ۵۸)

ما في " أحكام القرآن لظفر أحمد التهانوى " : يجب أداء كل أمانة إلى أهلها قال أنس : قلما خطبنا رسول الله ﷺ إلا قال : " لا إيمان لمن لا أمانة له ولا دين لمن لا عهد له " . (۲/۲۹۰)

ما في " الموسوعة الفقهية " : إذا استقر عزم المسافر على السفر فينبغى أن يبدأ بالتوبة من جميع المعاصى ، ويخرج من مظالم الخلق ويقضى ما أمكنه من ديونهم ويوكل من يقضى ما لم يتمكن من قضائه من ديونه . (۲۵/۴۱)

(۲) ما في " الحديث النبوى " : عن قزعة قال : قال لى ابن عمر : هلم أُوَدِّعْکَ كما دعنى رسول الله ﷺ : " أستودع الله دينک وأمانتک وخواتيم عملک " .

(السنن لأبى داود :ص/۳۵۰ ، كتاب الجهاد ، فى الدعاء عند الوداع)

ما في " بذل المجهود " : أى أجعل هذه الأمور وديعة عند الله استحفظه إياها ، قال فى " المجمع " : لأن السفر مظنة إهمال بعض أمور الدنيا وتضييع الأمانة فى الأخذ والعطاء من الناس، وآخر عملک فى سفرک أو مطلقاً أن يختمه بالخير . (۹/۱۷۳ ، كتاب الجهاد) =

مقصد پورا ہوجانے پر جلد گھر لوٹ آنا مستحب ہے

مسئلہ (۱۷): جس ضرورت ومقصد سے سفر کیا جائے اس کے پورا ہونے پر اپنے گھر والوں کی طرف جلد لوٹ آنا مستحب ہے، حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا: " **السفر قطعة من العذاب يمنع أحدكم طعامه وشرابه ونومه، فإذا قضى نهمته من سفره فليعجل إلى أهله** ". " سفر عذاب کا ایک ٹکڑا ہے تم میں سے کسی کو اس کے کھانے پینے سونے سے روکتا ہے، جب وہ اپنے سفر کی غرض کو پورا کرلے تو جلد گھر لوٹ آئے"[1]- آپ ﷺ نے جلد لوٹ آنے کا حکم اس لئے فرمایا کہ گھر والوں کے ساتھ رہنا

= ما فی " الموسوعة الفقهية " : يستحب أن يودع أهله وجيرانه وسائر أحبابه لحديث ابن عمر كان يقول للرجل إذا أراد سفرًا : هلم أُوَدِّعك كما ودعنى رسول الله ﷺ : " أستودع الله دينك وأمانتك وخواتيم عملك " . (۲/۴۲، إحياء علوم الدين : ۲/۲۵۳)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما فی " الحديث النبوی " : عن أبی هريرة أن رسول الله ﷺ قال : " السفر قطعة من العذاب يمنع أحدكم نومه وطعامه وشرابه ، فإذا قضىٰ أحدكم نهمته فليعجل إلى اهله " .

(الصحيح لمسلم : ۲/۱۴۴، كتاب الإمارة ، باب السفر قطعة من العذاب ، صحيح البخاري : ۱/۲۴۲ ، كتاب العمرة ، السفر قطعة من العذاب)

ما في " شرح النووی على مسلم " : قوله : (إذا قضى أحدكم نهمته من وجهه فليعجل إلى أهله) قال النووي : النهمة بفتح النون وإسكان الهاء هى الحاجة والمقصود فى هذا الحديث استحباب تعجيل الرجوع إلى الأهل بعد قضاء شغله ولا يتأخر بما ليس له بمهم . (۲/۱۴۴)

صلاحِ دین ودنیا اورقوت علی العبادۃ میں معاون ومددگار ہے۔[۱]

طلباء مدارس دینیہ کیلئے تعطیلات کے ختم ہونے پر فوراً مدرسہ لوٹ آنے میں صلاحِ دین ہے، اس لئے ان کے لیے بھی لوٹ آنا مستحب ہوگا، اور بسا اوقات امر مستحب ومباح جبکہ اس کا مقصد واجب ہو، واجب ہوجاتا ہے، اور ہم اور آپ بخوبی جانتے ہیں کہ طلبِ علم دین ہر مسلمان پر فرض ہے[۲]، اس لئے جلد لوٹ کر آنا بھی واجب ہونا چاہیے۔[۳]

---

(۱) ما فی " تکملة فتح الملهم " : قوله : (فليعجل إلى أهله) فی الحديث كراهة التغرب عن الأهل لغير حاجة ، واستحباب استعجال الرجوع ، ولا سيما من يخشى عليهم الضيعة بالغيبة ولما فی الإقامة فی الأهل من الراحة المعينة على صلاح الدين والدنيا ، ولما فی الإقامة من تحصيل الجماعات والقوة على العبادة .

(۹/۳۹۳ ، كتاب الإمارة ، باب السفر قطعة من العذاب ، فتح الباري :۳/۷۸۶ ، كتاب العمرة)

(۲) ما فی " الحديث النبوی " : عن أنس بن مالک قال : قال رسول الله ﷺ : " طلب العلم فريضة على كل مسلم " . (السنن لإبن ماجة :ص/۲۰ ، باب فضل العلماء والحث على طلب العلم)

ما فی " حاشية ابن ماجة " : قال البيضاوی : المراد من العلم هنا ما لا مندوحة للعبد عن تعلمه كمعرفة الصانع والعلم بوحدانيته ونبوة رسوله وكيفية الصلوة فإن تعلمه فرض عين . (ص/۲۰)

ما فی " المقاصد الشرعية " : إن الوسيلة أو الذريعة تكون محرمةً إذا كان المقصد محرماً ، وتكون واجبةً إذا كان المقصد واجباً . (ص/۴۶)

ما فی " إعلام المؤقعين " : وسيلة المقصود تابعة للمقصود وكلاهما مقصود . (۳/۱۷۵)

(۳) ما فی " الموسوعة الفقهية " : السنة للمسافر إذا قضى حاجته أن يعجل الرجوع إلى أهله لحديث أبی هريرة أن رسول الله ﷺ قال : " السفرة قطعة من العذاب يمنع أحدكم نومه وطعامه وشرابه ، فإذا قضى أحدكم نهمته فليعجل إلى أهله " . (۲۵/۴۳)

مسافر سفر سے واپس لوٹے تو پہلے گھر والوں کو اطلاع دیدے

مسئلہ(۱۸): جب مسافر اپنے سفر سے لوٹ رہا ہو، تو اپنے مقام سے قریب پہونچنے پر گھر والوں کو اپنی آمد سے مطلع کرنا اس کیلئے مستحب ہے، تاکہ گھر والوں کے حق میں اس کی آمد اچانک نہ ہو، آپ ﷺ نے آدمی کو اس بات سے منع فرمایا کہ وہ رات کے وقت اپنے گھر والوں کے پاس آئے، موجودہ زمانے میں مواصلاتی نظام نے کافی ترقی کرلی ہے، اس لئے موبائل فون وغیرہ کے ذریعہ سے اپنے آمد کی اطلاع دے کر اس استحباب پر عمل کرنا بڑا آسان ہے۔[1]

سفر میں جاتے وقت اور لوٹنے کے بعد یہ دعائیں پڑھیں

مسئلہ(۱۹): آپ ﷺ جب سفر کیلئے نکلتے تو سواری پر سوار ہوکر تین مرتبہ اللہ اکبر کہتے، پھر سفر کی دعا " سُبْحَانَ الَّذِيْ سَخَّرَ لَنَا هٰذَا وَمَا كُنَّا لَهٗ مُقْرِنِيْنَ ، وَإِنَّا إِلٰى رَبِّنَا لَمُنْقَلِبُوْنَ " پڑھتے، پھر " اَللّٰهُمَّ إِنَّا نَسْأَلُكَ فِيْ سَفَرِنَا هٰذَا الْبِرَّ وَالتَّقْوٰى وَمِنَ الْعَمَلِ مَا تَرْضٰى ، اَللّٰهُمَّ هَوِّنْ عَلَيْنَا سَفَرَنَا هٰذَا وَاطْوِ عَنَّا بُعْدَهٗ ، اَللّٰهُمَّ أَنْتَ

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما فی " الحديث النبوی " : عن جابر بن عبد الله قال : " نهى النبی ﷺ أن يطرق أهله ليلا " .
(صحيح البخاری : ۱/۲۴۲ ، كتاب العمرة)

ما فی " عمدة القاري " : إن القادم من سفر لا يطرق أهله إذا بلغ البلد الذي يقصد دخولها ، والحكمة فيه هی كراهة أن يهجم منها على ما يقبح عنده اطلاعه عليه ، فيكون سبباً إلى بغضها وفراقها ، فنبه النبی على ما تدوم به الألفة بينهم وتتأكد المحبة ، فينبغی لمن أراد الأخذ بأدب أن يجتنب مباشرة أهله فی حال البذاذة وغير النظافة ، وأن لا يتعرض لرؤية عورة يكرهها منها .
(۱۰/۱۸۹)

الصَّاحِبُ فِیُ السَّفَرِ وَالْخَلِیْفَةُ فِی الأهلِ ، اللهم إنِّی أعُوْذُبِکَ مِنْ وعثاءِ السَّفَرِ وَکَآبَةِ المَنْظَر وسُوءِ المنقلب فِی المَال والأهل " پڑھا کرتے تھے،اور جب سفر سے واپس ہوتے تو یہی کلمات پڑھا کرتے اور اس پر ان کلمات کا اضافہ فرماتے: "آئبون تائبون عابدون لربنا حامدون" [1]،اور گھر جانے سے پہلے مسجد میں دو رکعت نماز پڑھتے [2]،اس لئے اس دعا کا پڑھنا اور گھر جانے سے پہلے مسجد میں دو رکعت نماز پڑھنا سنت ہے، نیز مسافر کو بحالت سفر نمازوں، دعا اور رجوع الی اللہ کا پورا اہتمام والتزام کرنا چاہیے، اپنے لئے اور اپنے مسلمان بھائیوں کیلئے دنیا وآخرت کی بھلائی مانگنا چاہیے، کیوں کہ مسافر کی دعاء قبول ہوتی ہے۔ [3]

الحجة على ما قلنا :

(۱) (السنن لأبی داود :ص/۳۴۹ ، کتاب الجهاد ، باب ما یقول الرجل إذا سافر ، کتاب عمل الیوم واللیلة :ص/ ۱۷۳ ، ما یقول إذا خرج فی سفر)

(۲) ما فی " الحدیث النبوی " : عن کعب أن النبی ﷺ : " کان إذا قدم من سفر ضحیً دخل المسجد فصلی رکعتین قبل أن یجلس " .

(صحیح البخاری : ۱/۴۳۴ ، کتاب فرض الخمس ، الصلوة إذا قدم من سفر)

(۳) ما فی " الحدیث النبوی " : عن أبی هریرة قال : قال رسول الله ﷺ : " ثلاث دعوات مستجابات لا شکّ فیهنّ : دعوة المظلوم ، ودعوة المسافر ، ودعوة الوالد علی ولده " .

(جامع الترمذي : ۲/۱۲ ، کتاب البر والصلة ، ما جاء فی دعوة الوالدین) =

= ما فی " الموسوعة الفقهیة " : یستحب للمسافر أن یدعو فی سفره فی کثیر من الأوقات لأنه دعوته مجابة لحدیث أبی هریرة قال : قال رسول الله ﷺ : " ثلاث دعوات مستجابات لا شک فیهن : دعوة المظلوم ، ودعوة المسافر ، ودعوة الوالد علی ولده " . (۲۵/۴۳)

کتاب الطهارة

پاکی کے مسائل

آبِ زمزم سے وضو اور غسل

مسئلہ (۲۰): پاکی کی حالت میں تبرکاً آبِ زمزم سے وضو و غسل کرنا اور بدن پر ملنا جائز ہے[۱]، البتہ ناپاکی کی حالت میں اس سے وضو و غسل کرنا اور نجاست کو دور کرنا ناجائز ہے۔[۲]

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما فی " الحديث النبوی " : قال أنس بن مالک : كان أبو ذر يحدث أن رسول الله ﷺ قال : " فرج سقفی وأنا بمكة فنزل جبرئيل ففرج صدري ثم غسله بماء زمزم ، ثم جاء بطست من ذهب ممتلىء حكمة وإيماناً فأفرغها فی صدری ثم أطبقه " . الحديث .

(صحيح البخاری : ۱/ ۲۲۱ ، كتاب المناسک ، باب ما جاء فی زمزم)

ما فی " حاشية الطحطاوی " : يجوز الاغتسال والتوضؤ بماء زمزم إن كان على طهارة للتبرک .

(ص/ ۲۲ ، كتاب الطهارة ، الموسوعة الفقهية : ۱/ ۹۱ ، آبار)

ما فی " التنوير وشرحه مع الشامية " : شرب من ماء زمزم . تنوير . وفي الشامية : قال العلامة ابن عابدين رحمه الله تعالى : ماسحًا به وجهه ورأسه وجسده صابا منه على جسده إن أمكن كما فی البحر . (۳/ ۴۸۴ ، مطلب فی طواف الصدر)

(۲) ما فی " التنوير وشرحه مع الشامية " : ويكره الاستنجاء بماء زمزم ، وكذا إزالة النجاسة الحقيقية من ثوبه أو بدنه ، حتى ذكر بعض العلماء تحريم ذلک . (۴/ ۴۶ ، كتاب الحج ، مطلب فی كراهية الاستنجاء بماء زمزم)

ما فی " حاشية الطحطاوی " : فلا ينبغی أن يغتسل به جنب ، ولا محدث ، ولا فی مكان نجس ، ولا يستنجی به ، ولا يزال به نجاسة حقيقية . (ص/ ۲۲ ، كتاب الطهارة) =

کمپیوٹر کی اسکرین پر لکھے ہوئے قرآن کو بلا وضو چھونا

مسئلہ (۲۱): زبانی قرآن کریم کی تلاوت کرنے یا سننے کیلئے باوضو ہونا شرط نہیں ہے، البتہ تلاوت کرنے کیلئے اگر قرآن کریم کو چھونا پڑتا ہے، چاہے کسی کاغذ وغیرہ پر ہو، یا کمپیوٹر کی اسکرین پر تو اسے بلا وضو چھونا جائز نہیں ہے[1]، جب کہ بہتر یہی ہے کہ باوضو ہونے کی حالت میں تلاوت کی جائے۔[2]

= ما في " الموسوعة الفقهية " : ولا خلاف معتبرًا في جواز الوضوء والغسل به لمن كان طاهر الأعضاء ..... أما الحنفية فقد صرحوا بأنه لا يغتسل به جنب ولا محدث . (۱/۹۱ ، آبار)

(فتاوی محمودیہ:۵/۱۳۳،فتاوی رحیمیہ:۸/۱۳۵)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " الحديث النبوي " : عن علي قال : " كان رسول الله ﷺ يقرئنا القرآن على كل حال ما لم يكن جنبًا " . قال أبو عيسى : هذا حديث حسن صحيح .

(جامع الترمذي : ۱/۳۸ ، أبواب الطهارة)

ما في " حلبي كبير " : (لا تكره قراءة القرآن للمحدث ظاهرًا) أي على ظهر لسانه حفظًا بالإجماع . (ص/۶۰)

(۲) ما في " القرآن الكريم " : ﴿لا يمسه إلا المطهرون﴾ . (سورة الواقعة : ۷۹)

ما في " أحكام القرآن شفيعي " : وجه الاستدلال بالآية أن المراد بالمطهرين هم المطهرون من الأحداث ، ويؤيد هذا أن الكلام مسوق لتعظيم القرآن ..... وهذا شرط لمس نقوشه وأوراقه . (۵/۱۰)

ما في " مراقي الفلاح مع الطحطاوي " : ويحرم مسها أي الآية لقوله تعالى : ﴿لا يمسه إلا المطهرون﴾ سواء كتب على قرطاس أو درهم أو حائط . (ص/۳۴ ، كتاب الطهارة)=

جس موبائل فون میں قرآن ڈاؤن لوڈ کیا گیا اسے بے وضو چھونا

مسئلہ (۲۲): موبائل فون میں قرآن کریم کا ڈاؤن لوڈ (Download) کرنا اور اس قرآن کریم سے پڑھنا اور سننا شرعاً جائز ہے، اور جس وقت اس کی اسکرین (Screen) پر قرآن کریم کے حروف نہ آرہے ہوں، اسے بے وضو ہونے کی حالت میں اپنے پاس رکھنا یا بیت الخلاء (Toilet) وغیرہ میں لے جانا جائز ہے، کیوں کہ اس حالت میں اس پر قرآن کریم کی تعریف صادق نہیں آتی ہے[1]، ہاں البتہ جس وقت قرآن کریم کے حروف اسکرین (Screen) پر لکھے ہوئے آرہے ہوں تو اس حالت میں محدث (بے وضوء شخص) اور جنبی (جس پر غسل واجب ہے) کیلئے اس کا چھونا جائز نہیں ہے[2]، کیوں کہ اس پر قرآن کریم کی تعریف صادق آتی ہے۔

= ما فی " الدر المختار مع الشامیة " : ویحرم به أی بالأکبر وبالأصغر مس مصحف ، أی ما فیه آیة کدرهم وجدار . (۱/۲۹۲ ، کتاب الطهارة ، مطلب یطلق الدعاء علی ما یشمل الثناء)

الحجة علی ما قلنا :

(۱) ما فی " کشف الأسرار لفخر الإسلام البزدوی " : أما الکتاب فالقرآن المنزل علی الرسول المکتوب فی المصاحف، المنقول عن النبي ﷺ نقلاً متواتراً بلا شبهة وهو النظم والمعنی جمیعاً فی قول عامة العلماء . (۱/۶۷)

(۲) ما فی " القرآن الکریم " : ﴿لا یمسّه إلا المطهرون﴾ . (سورة الواقعة : ۷۹)

ما فی " أحکام القرآن لظفر أحمد التهانوی " : إن المراد به المطهرون من الأحداث ، وهم المکلفون من الآدمیین لما روی أنس بن مالک فی حدیث إسلام عمر قال لأخته : أعطونی الکتاب الذی کنتم تقرؤن ، فقالت : إنک رجس إنه لا یمسه إلا المطهرون ، فقم واغتسل =

موبائل فون ناپاک پانی میں گرجائے

مسئلہ (۲۳): اگر کسی شخص کا موبائل ناپاک پانی میں گرجائے، اور وہ اس کے ظاہری اور اندرونی حصہ کو پونچھ لے تو شرعاً وہ پاک ہوجائیگا، اس کے بعد اسے جیب میں رکھنے سے نماز پر کوئی اثر نہیں پڑے گا۔[1]

= أو توضأ ..... ولذا ذهب الجمهور إلى أنه لا يجوز للمحدث مس المصحف إلا بواسطة شيء منفصل عنه . (۵/۱۰)

ما في " الفتاوى الهندية " :لا يجوز مسّ شيء مكتوب فيه شيء من القرآن من لوح أو دراهم أو غير ذلك إذا كان آية تامة . هكذا في الجوهرة النيرة . والصحيح منع مس حواشي المصحف والبياض الذي لا كتابة عليه . هكذا في التبيين .

(۱/۳۹، بدائع الصنائع : ۱/۱۴۱، كتاب الطهارة ، مطلب في مس القرآن ، مراقي الفلاح مع حاشية الطحطاوي :ص/۳۴، كتاب الطهارة ، الدر المختار مع الشامية : ۱/۲۸۲، كتاب الطهارة)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " الدر المختار مع الشامية " : (يغسل) يطهر (صقيل) لا مسام له (كمرآة) وظفر وعظم وزجاج وآنية مدهونة أو خراطيّ وصفائح فضةٍ غير منقوشةٍ بمسح يزول به أثرها مطلقاً به يفتى . الدر المختار . وفي الشامية : قال الشامي رحمه الله تعالى : قال في " الحلية " : والذي يظهر أنها لو يابسة ذات جرم تطهر بالحت والمسح بما فيه بالٌ ظاهر من خرقة أو غيرها حتى يذهب أثرها مع عينها ولو يابسة ليست بذات جرم كالبول والخمر فبالمسح بما ذكرناه .

(۱/۴۴۴، كتاب الطهارة، باب الأنجاس)

ما في " الفتاوى التاتارخانية " : يطهر بالمسح بخرقة طاهرة إذا كان الحديد صقيلاً غير خشن كالسيف والسكين والمرآة ونحوها. (۱/۱۹۳، كتاب الطهارة ، الفصل الثامن في تطهير النجاسات)

ما في " حاشية الطحطاوي " : إن كان الإناء من حديدٍ أو صفرٍ أو رصاصٍ أو زجاج وكان صقيلا يمسح . (ص/۱۶۰، كتاب الطهارة ، باب الأنجاس والطهارة عنها)

چھوٹے بچے کا پیشاب پاخانہ دھلانے سے وضو نہیں ٹوٹتا

مسئلہ (۲۴): بعض عورتیں باوضو ہونے کی حالت میں اپنے چھوٹے بچے کا پیشاب پاخانہ دھلانے پر یہ خیال کرتی ہیں کہ ان کے اس عمل سے خود ان کا وضو بھی ٹوٹ گیا، جبکہ یہ خیال صحیح نہیں ہے، کیوں کہ وضو کے ٹوٹنے کیلئے نواقضِ وضو میں سے کسی ناقض کا پایا جانا ضروری ہے، اور وہ یہاں نہیں پایا گیا، اس لئے ان کا وضو بھی نہیں ٹوٹا۔ (۱)

ماربل اور ٹائلس لگی ہوئی دیوار پر تیمّم کرنا

مسئلہ (۲۵): فرش و دیواریں صاف ستھری رہیں، بار بار چونا کرانے کی ضرورت پیش نہ آئے، اس لئے آج کل فرش و دیواروں پر ماربل اور ٹائلس لگانے کا رواج عام ہوتا جارہا ہے، ٹائلس چونکہ سمینٹ، چونا وغیرہ سے بنایا جاتا ہے، جو زمین کی جنس سے ہے،

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما فی " نصب الراية " : سئل رسول الله ﷺ ما الحدث ؟ فقال : " ما يخرج من السبيلين " . (۱/۸۳ ، فصل نواقض الوضوء)

ما فی " الإختيار لتعليل المختار " : وينقضه كل ما خرج من السبيلين ومن غير السبيلين إن كان نجسًا وسال عن رأس الجرح . (۱/۱۴ ، مختصر القدوري : ۱/۲۹ ، نواقض الوضوء)

ما فی " الفتاوى الهندية " : منها : ما يخرج من السبيلين من البول والغائط ، والريح الخارجة ، من الدبر والودى والمذى والمنى والدودة والحصاة ..... ومنها ما يخرج من غير السبيلين ويسيل إلى ما يُطهَّر من الدم والقيح والصديد والماء لعلة وحد السيلان أن يعلوَ فينحدر عن رأس الجرح . (۱/۹ ، ۱۰ ، الفصل الخامس فی نواقض الوضوء ، البحر الرائق : ۱/۶۱ ، الشامية : ۱/۲۳۵ ، مطلب فی نواقض الوضوء)

اور جس چیز پر تیمّم کیا جارہا ہو، اس کا زمین کی جنس سے ہونا ضروری ہے، یعنی اس میں زمین کے اندر پائے جانے والے اجزاء شامل ہوں، اور انہیں معمول کی آگ میں جلایا جائے، تو وہ نہ راکھ بن جائیں اور نہ پگھل جائیں، یہ ضروری نہیں کہ وہ گرد آلود ہوں، اسی لئے فقہاء کرام نے پتھر پر بھی تیمّم کی اجازت دی ہے، لہذا ماربل وٹائلس پر تیمّم کرنا درست ہوگا، خواہ ان پر گرد وغبار لگا ہو یا نہ لگا ہو۔ (۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " القرآن الكريم " : ﴿فإن لم تجدوا ماءً فتيمّموا صعيدًا طيبًا﴾ . (سورة المائدة : ٦)

ما في " أحكام القرآن للجصاص " : قال أبو حنيفة : يجزى التيمم بكل ما كان من الأرض ، التراب والرمل والحجارة والزرنيج والنورة والطين الأحمر والمرداسنج . (٢/٤٨٧)

ما في " الحديث النبوى " : قال أبو الجهيم : " أقبل النبى ﷺ من نحو بئر جمل ، فلقيه رجل فسلم عليه ، فلم يرد عليه النبى ﷺ حتى أقبل على الجدار فمسح بوجهه ويده ثم رد عليه السلام" . (صحيح البخارى : ١/٤٨ ، كتاب التيمم)

ما في " المبسوط للسرخسي " : وكل شيء من الأرض تيمم به من تراب أو جص أو نورة أو زرنيج فهو جائز . (١/٢٤٦ ، باب التيمم)

ما في " التنوير وشرحه مع الشامية " : تيمم ..... بمطهر من جنس الأرض وإن لم يكن عليه نقع . تنوير . وفي الشامية : قال الشامي رحمه الله : قوله : (من جنس الأرض) الفارق بين جنس الأرض وغيره أن كل ما يحترق بالنار فيصير رمادًا كالشجر والحشيش ويلين كالحديد والصفر والذهب والزجاج ونحوها فليس من جنس الأض . (١/٣٥٨ ، ٣٥٩ ، كتاب الطهارة ، باب التيمم)

ما في " الفتاوى الهندية " : وبالحجر عليه غبار أو لم يكن بأن كان مغسولا أو أملس مدقوقاً أو غير مدقوق . كذا في فتاوى قاضي خان . (١/٢٧ ، الباب الرابع في التيمم)

کتاب الصلوة

نماز کے مسائل

آپ ﷺ کے اذان دینے کا ثبوت

مسئلہ(۲۶): عوام میں یہ بات مشہور ہے کہ آپ ﷺ نے کبھی اذان نہیں دی، مگر تقریراتِ رافعی میں علامہ سیوطی رحمہ اللہ کے حوالے سے ایک مرسل روایت نقل کی گئی ہے، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ ﷺ نے ایک مرتبہ اذان دی ہے۔[1]

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما فی " الحديث النبوی " : عن يعلى بن مرة عن أبيه عن جده : " أنهم كانوا مع النبی ﷺ فی سفر فانتهوا إلى مضيق فحضرت الصلاة فمطروا السماء من فوقهم والبلة من أسفل منهم ، فأذن رسول الله ﷺ وهو على راحلته وأقام ، فتقدم على راحلته فصلى بهم ، يومي إيماء يجعل السجود أخفض من الركوع " .

(جامع الترمذي : ۱/۹۴ ، أبواب الصلاة ، باب ما جاء فی الصلاة على الدابة)

ما فی " تقريرات الرافعی على حاشية الشامية " : ذكر السندی ما نصه ، وفی السراج : روى عقبة بن عامر قال : " كنت مع رسول الله ﷺ فی سفر فلما زالت الشمس أذن بنفسه وأقام وصلى الظهر " . وقال السيوطی : ظفرت بحديث آخر مرسل أخرجه سعيد بن منصور فی سننه قال : " أذن رسول الله ﷺ مرة فقال : " حي على الصلاة " وهذه رواية لا تقبل التأويل .

(۱۳/۶۵ ، باب الأذان)

ما فی " الدر المختار مع الشامية " : وفی الضياء : أنه عليه الصلاة والسلام أذن فی سفر بنفسه وأقام وصلى الظهر . (۲/۷۱ ، باب الأذان ، مطلب هل باشر النبی ﷺ الأذان بنفسه ؟ ، الفقه الإسلامي وأدلته : ۲/۷۲۰ ، أحكام الإقامة)

اذان واقامت کیلئے جگہ کی تعیین

مسئلہ (۲۷): اذان واقامت کیلئے کوئی جگہ متعین نہیں، مسجد سے باہر جس طرف بھی اذان کہی جائے درست ہے، خواہ دائیں طرف ہو یا بائیں طرف[۱]، اسی طرح اقامت بھی جس طرف کھڑے ہوکر کہی جائے درست ہے، عام طور پر مؤذن کیلئے امام کے پیچھے جگہ خاص کی جاتی ہے، ایسا کرنا جائز نہیں، بلکہ مسجد میں کسی کیلئے بھی جگہ متعین کرنا جائز نہیں[۲]، مؤذن اگر امام سے قریب رہنا چاہے، تو دوسرے نمازیوں سے پہلے آجائے، ورنہ جہاں بھی جگہ ہو، وہیں سے اقامت کہہ دے۔[۳]

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما فی " الشامية " : ويسن الأذان فی موضع عال والإقامة على الأرض، وفی السراج : وينبغی للمؤذن أن يؤذن فی موضع يكون أسمع للجيران، ويرفع صوته . (۲/۴۵ ، باب الأذان ، بدائع الصنائع : ۱/۳۶۹ ، الفتاوى التاتارخانية : ۱/۳۲۰ ، البحر الرائق : ۱/۴۴۴)

(۲) ما فی " الدر المختار مع الشامية ": ويحرم تخصيص مكان لنفسه. الدر المختار . وفي الشامية: قال العلامة ابن عابدين رحمه الله : لأنه مخل بالخشوع ..... وما فی البحر عن النهاية : لأن المسجد ليس ملكاً لأحدٍ ، قلت : وينبغی تقييده بما إذا لم يقم عنه على نية العود بلا مهلة كما لو قام للوضوء مثلا ، ولا سيما إذا وضع فيه ثوبه لتحقق سبق يده . (۲/۳۷۹ ، كتاب الصلاة ، فصل فی الغرس فی المسجد ، البحر الرائق : ۲/۶۰ ، كتاب الصلاة ، باب ما يفسد الصلاة)

(۳) ما فی " الفتاوى الهندية " : ويقيم على الأرض . هكذا فی القنية . وفی المسجد . هكذا فی البحر الرائق .

(۱/۵۶ ، الفصل الثانی فی كلمات الأذان ، البحر الرائق : ۱/۴۴۳ ، شامية : ۲/۴۵ ، باب الأذان)

(فتاوی محمودیہ: ۵/۳۸۶-۴۶۴، کفایت المفتی: ۳/۴۸، أحسن الفتاوی: ۲/۲۸۲، فتاوی دار العلوم: ۲/۱۱۹، فتاوی محمودیہ: ۱۵/۲۲۲)

نماز کی نیت زبان سے کرنا

مسئلہ(۲۸): نماز کی نیت الفاظ میں ادا کرنا ضروری نہیں ہے، اور بدعت ممنوعہ بھی نہیں ہے، ادا کرلے گا تو گنہگار نہیں ہوگا، نہیں ادا کرے گا تو نماز فاسد نہیں ہوگی، کیوں کہ نیت مراد قلبی کا نام ہے، اور وہ ادائے نماز کیلئے کافی ہے[۱]، لوگوں کے قلوب پر افکار کا ہجوم رہتا ہے، اور وہ پوری یکسوئی کے ساتھ قلب کو حاضر نہیں کر پاتے ہیں، اس لیے زبان سے بھی الفاظ ادا کرائے جاتے ہیں، تاکہ حضور قلب میں جس قدر کمی ہے، وہ الفاظ کے ذریعہ سے پوری ہوجائے، اگر کوئی شخص احضار قلب پر قادر نہ ہو، تو اس کیلئے الفاظ کا ادا کرلینا بھی کافی ہے۔[۲]

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما فی " الدر المختار مع الشامية " : النية هی الإرادة لا مطلق العلم ، والمعتبر فيها عمل القلب اللازم للإرادة ، فلا عبرة للذكر باللسان إن خالف القلب لأنه كلام لا نية ، وهو أی عمل القلب أن يعلم عند الإرادة بداهة بلا تأمل أی صلاة يصلي . (۲/۸۳ ، كتاب الصلاة ، بحث النية)
ما فی " حلبی كبير " : ولو نوى بالقلب ولم يتكلم باللسان جاز بلا خلاف بين الأئمة ، لأن النية عمل القلب لا عمل اللسان . (ص/۲۵۴ ، الهداية : ۱/۹۶ ، البحر الرائق : ۱/۴۸۳)

(۲) ما فی " الدر المختار مع الشامية " : والتلفظ عند الإرادة بها مستحب هو المختار . (۲/۸۳)
ما فی " حلبی كبير " : والمستحب فی النية أن ينوی بالقلب ويتكلم باللسان بأن يقول : أصلی صلاة كذا ، وذلك لإجتماع عزيمته يعنی أن الإنسان قد يغلب عليه تفرق الخاطر فإذا ذكر بلسانه كان عوناً على تجمعه . هذا هو المختار . (ص/۲۵۴ ، كذا في الهداية : ۱/۹۶ ، البحر الرائق : ۱/۴۸۳)(فتاوی محمودیہ:۵/۵۰۸،فتاوی دارالعلوم:۲/۱۴۷)

اگر امام صرف اپنی نماز کی نیت کرے

مسئلہ (۲۹): اگر امام صرف اپنی نماز کی نیت کرے، اور امامت کی نیت نہ کرے، تو نماز صحیح ہوجائے گی، البتہ جماعت کی امامت کا ثواب اسی وقت حاصل ہوگا جب کہ وہ امامت کی نیت کرلے۔ (۱)

رکوع میں جاتے ہوئے تکبیر تحریمہ کہنا

مسئلہ (۳۰): نماز کو شروع کرنے کیلئے پوری تکبیر تحریمہ کو بحالتِ قیام ادا کرنا شرط ہے، بسا اوقات لوگ امام کو رکوع کی حالت میں دیکھتے ہیں، تو رکعت پانے کیلئے

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما فی " الدر المختار مع الشامية " : والإمام ينوى صلاته فقط ، ولا يشترط لصحة الإقتداء نية إمامة المقتدى . الدر المختار . وفي الشامية : قال ابن عابدين الشامي رحمه الله : بل يشترط نية إمامة المقتدى لنيل الإمام ثواب الجماعة .

(۹۳/۲، مطلب مضى عليه سنوات ، مجمع الأنهر : ۱۲۹/۱)

ما فی " الفتاوى الهندية " : والإمام ينوى ما ينوى المنفرد ، ولا يحتاج إلى نية الإمامة ، حتى لو نوىٰ أن لا يؤم فلانا فجاء فلان واقتدى به جاز . (۶۲/۱ ، الباب الثالث ، الفصل الرابع فى النية)

ما فی " البحر الرائق " : قيد بالمقتدي لأن الإمام لا يشترط في صحة اقتداء الرجال نية الإمامة لأنه منفرد في حق نفسه . (۴۹۳/۱ ، النهر الفائق : ۱۹۰/۱ ، بدائع الصنائع : ۳۳۰/۱)

ما فی " الأشباه والنظائر لإبن نجيم " : وتصح الإمامة بدون نيتها ..... ولو حلف أن لا يؤم أحدًا فاقتدى به إنسان صح الإقتداء ، وفى حاشية الحموى : قوله : (وتصح الإمامة) إلا أنه لا يكون مثاباً عليها لما تقدم أنه لا ثواب إلا بالنية . (ص/۷۷) (فتاویٰ محمودیہ:۵/۵۰۷)

دوڑے دوڑے آتے ہیں، اور تکبیر تحریمہ اس طرح کہتے ہیں کہ اس کا بعض حصہ بحالتِ قیام اور بعض حصہ بحالتِ رکوع ادا ہوتا ہے، اس طرح نماز میں شامل ہونا صحیح نہیں ہے، اور نہ ہی ایسے شخص کی نماز درست ہوگی۔ (۱)

اگر صفِ اول کے درمیان منبر حائل ہوجائے

مسئلہ (۳۱): اگر کسی مسجد میں صفِ اول کے درمیان منبر اس طرح حائل ہوجائے کہ اس کی بناء پر انقطاعِ صف لازم آتا ہے، تو اس منبر کو اکھاڑ کر اس کی جگہ لکڑی کا منبر بنانا تاکہ اس پر خطبہ بھی پڑھ لیا جائے (۲)، اور بوقتِ جماعت علیٰحدہ کردیا جائے، تاکہ

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما فی " التنوير وشرحه مع الشامية " : من فرائضها التي لا تصح بدونها التحريمة قائمًا وهي شرط . (۱۱۲/۲ ، ۱۱۳ ، باب صفة الصلاة)

ما فی " فتاوى قاضيخان على هامش الهندية " : وكذلك لو أدرك الإمام في الركوع فقال : " الله أكبر " إلا أن قوله : " الله " كان في قيامه ، وقوله : " أكبر " في ركوعه لا يكون شارعًا في الصلاة .

(۸۷/۱ ، باب افتتاح الصلاة ، الفتاوى الهندية : ۶۹/۱ ، الفصل الأول في فرائض الصلاة ، الدر المختار مع الشامية : ۱۵۷/۲ ، آداب الصلاة ، فصل ، النهر الفائق : ۲۰۴/۱ ، باب صفة الصلاة)

ما فی " الكافي في فقه الحنفي " : من أدرك الإمام راكعًا فأتى بالتحريمة قريبًا من الركوع لم يصح دخوله في الصلاة . (۲۴۰/۱ ، شروط الصلاة ، البحر الرائق : ۵۰۸/۱ ، باب صفة الصلاة)

(فتاویٰ محمودیہ: ۵۴۳/۵، کفایت المفتی: ۴۳۰/۳، خیر الفتاوی: ۲۸۶/۲)

الحجة على ما قلنا :

(۲) ما في " الحديث " : عن ابن عمر : " أن النبي ﷺ كان يخطب إلى جذع ، فلما اتخذ النبي ﷺ المنبر حنَّ الجِذعُ حتى أتاه فالتزمه فسكن " . (جامع الترمذي : ۳۷۴/۱ ، أبواب الجمعة ، باب ما جاء في الخطبة على المنبر ، رقم الحديث : ۵۰۵) =

انقطاعِ صف لازم نہ آئے، جائز اور درست ہے، کیوں کہ اتمامِ صف سنت ہے۔[۱]

تشہد میں کیفیتِ عقد

مسئلہ (۳۲): تشہد میں کلمہ کی انگلی سے اشارہ کرنا بالاتفاق مسنون ہے[۲]، اور اس کا صحیح طریقہ یہ ہے کہ ابتداء میں انگلیاں سیدھی رکھی جائیں، جب کلمۂ شہادت پر پہنچے تو چھنگلی اور اس کے ساتھ کی انگلی کو بند کرلے، اور درمیان کی انگلی اور انگوٹھے کے سروں کو ملا کر حلقہ بنالے، پھر ''لا'' پر شہادت کی انگلی اٹھائے، اور ''اِلا اللہ'' پر قدرے جھکائے[۳]،

---

(۱) ما فی " الحدیث " : عن النعمان بن بشیر قال : سمعت رسول اللہ ﷺ یقول : " لتسوّنّ صفوفکم أو لیخالفنّ اللہ بین وجوھکم " . (الصحیح لمسلم : ۱۸۲/۱ ، السنن لأبی داود، رقم الحدیث : ۶۶۳ ، تسویة الصفوف)

ما فی " موسوعة فتح الملھم " : والمراد بتسویة الصفوف اعتدال القائمین بھا علی سمت واحد ، أو یراد بھا سدّ الخلل الذی فی الصف . (۳۸۳/۳ ، ۳۸۴ ، باب تسویة الصفوف)

(فتاوی دارالعلوم:۷۹/۱۴)

الحجة علی ما قلنا :

(۲) ما فی " السعایة " : قلت : لکن لما اتفقت الروایات عن أصحابنا جمیعًا فی کونھا سنة ، وکذا عن الکوفیین والمدنیین وکثرت الأخبار والروایات والآثار کان العمل بہ أولی . (۲۱۸/۲)

(۳) ما فی " الحدیث النبوی " : عن ابن عمر قال : " کان رسول اللہ ﷺ إذا قعد فی التشھد وضع یدہ الیسری علی رکبتیہ الیسری ، ووضع یدہ الیمنی علی رکبتیہ الیمنی ، وعقد ثلاثة وخمسین وأشار بالسبابة " . رواہ مسلم . (مشکوٰة المصابیح :ص/۸۴ ، کتاب الصلاة ، باب التشھد)

ما فی " الشامیة " : وصفتھا أن یحلق من یدہ الیمنی عند الشھادة الإبھام والوسطی ، ویقبض البنصر والخنصر ویشیر بالمسبحة. (۱۹۲/۲ ، کتاب الصلاة ، مطلب مھم فی عقد الأصابع عند التشھد)=

اس موقع پر عام لوگ انگلی بالکل گرادیتے ہیں، یہ صحیح نہیں ہے، بلکہ اشارہ کوختم کرکے انگلی کا رخ نیچے کوکردیا جائے، اور یہ ہیئت اخیر تک باقی رہے، سب انگلیاں کھول کر نہ پھیلائی جائیں۔ (۱)

فرض نمازوں کے بعد سر پر ہاتھ رکھ کر دعا پڑھنا

مسئلہ (۳۳): بعض حضرات قوتِ حافظہ کیلئے پانچوں نمازوں کے بعد سر پر ہاتھ رکھ کر گیارہ بار ''یاقوی'' پڑھتے ہیں، یہ بزرگوں کا مجرب عمل ہے، لہٰذا اس کا پڑھنا صحیح ودرست ہے (۲)، البتہ روایات میں رسول اللہ ﷺ سے مروی ہے کہ آپ جب نماز سے فارغ ہوجاتے تو اپنا دایاں ہاتھ سر مبارک پر پھیرتے، اور بعض روایتوں میں ہے کہ پیشانی مبارک پر پھیرتے، اور یہ دعا پڑھا کرتے تھے: '' **بسم الله الذي لا إله إلا هو الرحمن الرحيم ، اللهم أذهب عني الهم والحزن** '' ''اس اللہ کے نام سے کہ اس کے سوا

= (۱) ما في " السعاية " : الوجه السابع في بقاء العقد والتحليق وعدم بقائه ، المختار هو الإبقاء اهـ. كما ذكرناه . والصحيح المختار عند جمهور أصحابنا أن يضع كفيه على فخذيه ثم عند وصوله إلى كلمة التوحيد يعقد الخنصر والبنصر ويحلق الوسطى والإبهام ويشير بالمسبحة رافعًا لها عند النفي واضعًا لها عند الإثبات ثم يستمر على ذلك لأنه ثبت العقد عند ذلك بلا خلاف ولم يوجد أمر بتغييره ، فالأصل بقاء الشيء على ما هو عليه واستصحابه إلى آخر أمره .

(۲/ ۲۲۱ ، باب صفة الصلاة)

ما في " الأشباه والنظائر لإبن نجيم " : الأصل بقاء ما كان على ما كان . (۱/ ۳۵۶)

(أحسن الفتاوی:۳/۳۰،امداد الفتاوی:۱/۱۹۲،فتاوی محمودیہ:۵/۶۳۵،فتاوی رشیدیہ:ص/۳۱۲،خیر الفتاوی:۲/۲۶۱)

الحجة على ما قلنا :

(۲) (أشرف العمليات :ص/ ۲۳۶ ، مؤلفه حكيم الأمت تهانوي رحمه الله) =

کوئی معبود نہیں، وہ بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے، اے اللہ! مجھ سے رنج وغم کو دور فرما"[1]

اس لیے اس دعا کا پڑھنا بہتر ہے۔

خانۂ کعبہ کی تصویر والے مصلے پر نماز پڑھنا

مسئلہ (۳۴): بعض حضرات ایسے مصلے پر نماز پڑھنے کو ناجائز کہتے ہیں، جن میں کعبۃ اللہ، مسجدِ نبوی ﷺ اور روضۂ اقدس وغیرہ کی تصویریں ہوتی ہیں، جب کہ اس قسم کے مصلے پر مندرجہ ذیل وجوہات کی بناء پر نماز پڑھنا جائز ہے:

۱- جائے نماز پر غیر ذی روح شئ کی تصویر کا ہونا مانع صلاۃ نہیں، اور نہ اس سے کوئی کراہت لازم آتی ہے۔[2]

= (۱) (المعجم الأوسط للطبراني : ۲/ ۲۵۱ ، رقم الحديث : ۳۱۷۸)

ما في " كتاب عمل اليوم والليلة " : عن أنس بن مالك قال : كان رسول الله ﷺ إذا قضى صلاته مسح جبهته بيده اليمنى ثم قال : " أشهد أن لا إله إلا هو الرحمن الرحيم ، اللهم أذهب عني الهم والحزن " .

(ص/ ۴۴ ، باب ما يقول في دبر صلاة الصبح ، كذا في حصن حصين : ص/ ۱۰۶ ، ۱۰۷)

(فتاوی دارالعلوم:۲/ ۲۱۱،فتاوی حقانیہ:۳/ ۱۰۲،جامع الفتاوی:۳/ ۵۲،جامع الفتاوی:۲/ ۸۲،فتاوی عثمانی:۱/ ۲۶۳،خیر الفتاوی:۱/ ۳۰۰)

الحجة على ما قلنا :

(۲) ما في " حلبي كبير " : وأما صورة غير ذي روح فلا خلاف في عدم كراهة الصلاة عليها أو إليها . (ص/ ۳۵۹ ، فصل في كراهة الصلاة ، الدر المختار مع الشامية : ۲/ ۳۶۱)

ما في " البحر الرائق " : وكره عبثه بثوبه وبدنه ..... وأن يكون فوق رأسه أو بين يديه أو بحذائه صورة إلا أن تكون صغيرة أو لغير ذي روح ، فإن غير ذي روح لا يكره كالشجر .

(۲/ ۴۸ ، باب ما يفسد الصلوٰة ، تبيين الحقائق : ۱/ ۴۱۵) =

۲- عین کعبہ یا اس کی دیواروں پر نماز پڑھنا جائز ہے، تو اس کی تصویر پر نماز پڑھنا جائز ہوگا۔[1]

۳- نماز پڑھنے کے دوران ان تصاویر پر سر رکھا جاتا ہے، پاؤں نہیں، اور اس میں تعظیم ہے توہین نہیں۔

۴- تصویر کا حکم عین شئ کا حکم نہیں ہے، تاہم اس طرح کے مصلوں پر نماز پڑھتے وقت اس بات کا خاص خیال رکھا جائے کہ ان تصاویر پر پاؤں نہ آئے، تاکہ بے ادبی کا شبہ پیدا نہ ہو، ورنہ یہ عمل مکروہِ تنزیہی ہوگا۔[2]

= (۱) ما فی " الفتاوی الهندية " : ولو صلى فی جوف الكعبة أو على سطحها جاز إلى أی جهة توجه ، ولو صلى على جدار الكعبة ، فإن كان وجهه إلى سطح الكعبة يجوز وإلا فلا .
(۱/۶۳ ، الفصل الثالث فی استقبال القبلة ، الدر المختار مع الشامية :۲/۱۵۶ ، الصلاة فی الكعبة ، مجمع الأنهر : ۱/۲۸۱)

(۲) ما فی " مراقی الفلاح مع حاشية الطحطاوي " : (صح فرض ونفل فيها) أی فی داخلها إلى أی جزء منها توجه ، بقوله تعالى :﴿أن طهّرا بيت﴾ الآية ، لأن الأمر بالتطهير للصلاة فيه ظاهر في صحتها فيه ، وكذا صح فرض ونفل فوقها وإن لم يتخذ مصليهما سترة لما ذكرنا ، لكنه مكروه له الصلاة فوقها لإساء ة الأدب باستعلائه عليها وترک تعظيمها . (ص/۱۲۱ ، باب الصلاة فی الكعبة)
(فتاوی محمودیہ:۶/۶۷۰)

خطبۂ جمعہ منبر کی کس سیڑھی پر کھڑا ہوکر دینا چاہیے؟

مسئلہ (۳۵): امامِ جمعہ منبر کی کسی بھی سیڑھی پر کھڑا ہوکر خطبہ دیدیوے، تو اس سے منبر پر کھڑے ہوکر خطبہ دینے کی سنت ادا ہوجائیگی، شرعاً اس میں کچھ تحدید نہیں ہے۔[1]

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما فی " الحديث النبوی " : عن ابن عمر قال : " كان النبی ﷺ يخطب خطبتين كان يجلس إذا صعد المنبر الآخر " . (السنن لأبی داود :ص/۱۵۶ ، باب الجلوس إذا صعد المنبر)

ما فی " الشامية " : ومن السنة أن يخطب عليه اقتداءً به ﷺ .

(۳/۳۶ ، الفتاوى الهندية : ۱/۱۴۷) (فتاوی دارالعلوم:۵/۱۱۶،فتاوی محمودیہ:۸/۱۹۹)

باب سجدة التلاوة والشكر

سجدۂ تلاوت وشکر

ٹی وی یا موبائل کے ذریعہ آیتِ سجدہ سننے کا حکم

مسئلہ (۳۶): ٹی وی پر جو قرآن کریم کی تلاوت نشر کی جاتی ہے عام طور سے پہلے اس کو ریکارڈ کرلیا جاتا ہے، اور اس کے بعد ٹی وی (T.V) پر نشر کیا جاتا ہے، تو اس صورت میں آیتِ سجدہ سننے والوں پر سجدۂ تلاوت واجب نہیں ہوگا[۱]، یہی حکم موبائل میں محفوظ آیتِ سجدہ کو سننے کا ہے، ہاں اگر کسی پروگرام میں براہِ راست قاری کی آواز سنائی جارہی ہو، یا براہِ راست موبائل فون سے آیتِ سجدہ سنی جائے، تو سجدۂ تلاوت واجب ہوگا۔[۲]

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " الفتاوى الهندية " : لا تجب إذا سمعها من طير وهو المختار ..... وإن سمعها من الصدى لا تجب عليه . كذا في الخلاصة . (۱/۱۳۲ ، الباب الثالث عشر في سجود التلاوة ، الدر المختار مع الشامية : ۲/۵۰۹ ، باب سجود التلاوة)

ما في " نفع المفتي والسائل المعروف به مجموعة المسائل " : الاستفسار : سمع آية السجدة من طوطى هل تجب ؟ الاستبشار : لا تجب ، وهو المختار . كذا في فتاوى عالمكير .

(ص/۳۷۶ ، ط : مكتبه صديقيه ٹانڈا)

ما في " بدائع الصنائع " : فوجد سماع تلاوة صحيحة فتجب السجدة بخلاف السماع من الببغاء والصدى فإن ذلك ليس بتلاوة . (۱/۴۴۰ ، فصل في بيان من تجب عليه السجدة)

(۲) ما في " الدر المختار مع الشامية " : يجب بسبب تلاوة آية ..... بشرط سماعها فالسبب التلاوة والسماع ، وإن لم يوجد السماع كتلاوة الأصم ، والسماع شرط في حق غير التالي .

(۲/۵۰۳ ، باب سجود التلاوة) =

کرکٹ میچ جیتنے والوں کا سجدۂ شکر ادا کرنا

مسئلہ (۳۷): بسا اوقات کرکٹ کھیلنے والوں کی ایک ٹیم جیت جاتی ہے تو وہ سجدۂ شکر بجالاتے ہیں، اسی طرح دیگر لوگ تالیاں بجا کر ان کی اس خوشی میں شریک ہوتے ہیں، جبکہ کرکٹ کھیلنا خود تضییعِ اوقات اور دیگر مفاسد کی وجہ سے فعلِ مکروہ ہے[1]، جس پر سجدۂ شکر نہیں بلکہ استغفار کی ضرورت ہے، اور لوگوں کا تالیاں بجا کر ان کی خوشی میں شرکت، یہ بھی

= ما في " بدائع الصنائع " : وأما سبب وجوب السجدة فسبب وجوبها أحد شيئين ؛ التلاوة أو السماع ، كل واحد منهما على حاله موجب . (۱/ ۴۳۰ ، فصل في سبب وجوب السجدة التلاوة)

(فتاوی محمودیہ: ۷/ ۴۷۲، خیر الفتاوی: ۲/ ۶۵۵، فتاوی حقانیہ: ۳/ ۳۳۸، فتاوی دار العلوم: ۴/ ۴۲۵)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " القرآن الكريم " : ﴿ومن الناس من يشتري لهو الحديث ليضلّ عن سبيل الله بغير علم﴾ . (سورة لقمان : ۶)

ما في " روح المعاني " : ومما ذكرنا يعلم ما في الاستدلال بها على حرمة الملاهي كالرباب والحنك والسنطير والكمنجة والمزمار وغيرها من الآلات المطربة بناء على ما روي عن ابن عباس والحسن أنهما فسرا : (لهو الحديث) بها نعم أنه يحرم استعمالها واستماعها لغير ما ذكر . (۱۲/ ۱۱۵ ، ۱۱۶)

ما في " الحديث النبوي " : عن سليمان بن بريدة عن أبيه أن النبي ﷺ قال : " من لعب بالنردشير فكأنما صبغ يده في لحم خنزير ودمه " .

(الصحيح لمسلم : ۲/ ۲۴۰ ، كتاب الشعر ، باب تحريم اللعب بالنردشير)

ما في " تكملة فتح الملهم " : النردشير : بفتح النون وسكون الراء والدال وكسر الشين ، كلمة فارسية معربة تستعمل للعب المعروف ..... فالضابط في هذا الباب عند مشائخنا المستفاد من أصولهم وأقوالهم أن اللهو المجرد الذي لا طائل تحته وليس له غرض صحيح مفيد في =

درست نہیں، کیوں تالیاں بجانا کفار وفجار کی عادت اور ان کے ساتھ مشابہت میں داخل ہے[1]، اور شرعاً ہمیں کفار وفجار کی عادتوں اور ان کی مشابہت اختیار کرنے سے منع کیا گیا ہے۔

= المعاش ولا المعاد حرام أو مكروه تحريمًا ، وهذا أمر مجمع عليه الأمة متفق عليه بين الأئمة ..... ما شهدت التجربة بأن ضرره أعظم من نفعه ومفاسده أغلب من منافعه وأنه من اشتغل به ألهاه عن ذكر الله وحده وعن الصلوات ، التحق ذلك بالمنهى عنه لاشتراك العلة فكان حرامًا أو مكروهًا .

(۱۰/۳۸۱ ، ۳۸۲ ، باب تحريم اللعب بالنردشير ، أحكام القرآن لظفر أحمد التهانوى :۳/۱۹۹)

(۱) ما في " القرآن الكريم " :﴿وما كان صلوتهم عند البيت إلا مكاء وتصدية﴾ . (سورة الأنفال :۳۵)

ما في " السنن لأبي داود ": عن ابن عمر قال : قال رسول الله ﷺ : " من تشبه بقوم فهو منهم " .

(ص/۵۵۹ ، كتاب اللباس ، باب لبس الشهرة)

ما في " تأويلات أهل السنة للماتريدي " : المكاء شبه الصفير ، والتصدية التصفيق .

(۵/۱۹۴ ، ۱۹۵ ، الدر المنثور في التفسير المأثور : ۳/۳۳۲ ، ۳۳۳)

ما في " فتح القدير للشوكاني " : المكاء الضرب بالأيدي والتصدية الصياح . (۱/۲۸۵)

ما في " تفسير النسفي لأبي البركات " : إنهم كانوا يطوفون بالبيت عراة وهم مشبكون بين أصابعهم يصفرون فيها ويصفقون . (۱/۲۴۳/۲۴۴)

ما في " الشامية " : كره كل لهو ..... أي كل لعب وعبث ..... والإطلاق شامل لنفس الفعل كالرقص والسخرية والتصفيق ، فإنها كلها مكروهة لأنها زي الكفار .

(۹/۵۶۶ ، كتاب الحظر والإباحة)

باب إدراک الفريضة

فرض نماز کو پانے کا بیان

اگر کوئی شخص امام کو رکوع میں پالے

مسئلہ (۳۸): اگر کوئی شخص امام کے رکوع سے سر اٹھانے سے پہلے پہلے ایک لمحہ بھی امام کو رکوع میں پالے، گو یہ لمحہ ایک تسبیح سے کم ہو تو وہ اس رکعت کو پانے والا سمجھا جائیگا، البتہ اگر امام رکوع سے اٹھنے کی حالت میں ہو، اور مقتدی رکوع میں جانے کی حالت میں ہو، تو وہ رکعت کو پانے والا نہ ہوگا، لہٰذا اس کو رکعت دہرانا لازم ہوگا۔ (۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " حاشية الطحطاوى على مراقى الفلاح " : والحاصل أنه إذا وصل إلى حد الركوع قبل أن يخرج الإمام من حد الركوع ، فقد أدرک معه الركعة ، وإلا فلا ، كما يفيده أثر ابن عمر ..... ولفظه إذا أدركت الإمام راكعًا فركعت قبل أن يرفع رأسه فقد أدركت الركعة ، وإن رفع قبل أن تركع فقد فاتتک الركعة . (ص/۴۵۵ ، كتاب الصلاة ، باب إدراک الفريضة)

ما في " حلبى كبير " : والشرط المشاركة في جزء واحد كما لو ركع الإمام أولا ، وشاركه المقتدى في آخر جزء منه ، أو ركع على اثر إمامه ثم دفع قبله حيث يجوز اتفاقًا .

(ص/۲۸۱ ، الرابع الركوع)

ما في " الدر المختار مع الشامية " : ولو اقتدى بإمام راكع فوقف حتى رفع الإمام رأسه لم يدرک المؤتم الركعة ، لأن المشاركة في جزء من الركن شرط . در مختار . وفي الشامية : قال الشامي رحمه الله تعالى : وكذا لو لم يقف بل انحط فرفع الإمام قبل ركوعه لا يصير مدركاً لهذه الركعة مع الإمام . (۴۵۱/۲ ، كتاب الصلاة، مطلب هل الإساء ة دون الكراهة الخ ، نصب الراية للزيلعى :۱۶۱/۲ ، الفتاوى التاتارخانية : ۳۴۹/۱) (کتاب الفتاوی:۱۷۸/۲)

اگر امام کو دورانِ قرأت حدث لاحق ہوجائے

مسئلہ(۳۹): اگر امام کو نماز کی حالت میں دورانِ قرأت حدث لاحق ہوجائے، اور وہ کسی شخص کو اپنا خلیفہ بنائے، تو یہ خلیفہ قرأت ہی سے نماز کو شروع کرے[۱]، اگر خلیفہ کو وہ سورت یاد نہ ہو جو امام پڑھ رہا تھا، تو وہ کوئی بھی سورت پڑھ کر رکوع کردے[۲]، بلکہ اگر امام بقدر واجب قرأت کرچکا تھا، تو خلیفہ اس کی جگہ جاکر فوراً رکوع میں بھی جاسکتا ہے۔[۳]

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " البحر الرائق " : قوله : (ولو أحدث في ركوعه أو سجوده توضأ وبنى وأعادها) لأن إتمام الركن بالإنتقال ، ومع الحدث لا يتحقق فلا بد من الإعادة .

(۱/۶۶۷ ، الفتاوى التاتارخانية : ۱/۴۳۳ ، الهداية : ۱/۱۳۲)

(۲) ما في " القرآن الكريم " : ﴿فاقرءوا ما تيسّر من القرآن﴾ . (مزمل : ۱۹)

ما في " روح المعاني " : إن الإمام أبا حنيفة استدل بقوله تعالى : ﴿فاقرءوا ما تيسّر من القرآن﴾ على أن الفرض في الصلاة مطلق القراءة . (۱۶/۱۹۳)

ما في " بدائع الصنائع " : المفروض هو أصل القراءة عندنا من غير تعيين .

(۱/۲۹۵ ، الكلام في القراءة)

ما في " الدر المختار مع الشامية " : وحرر أن ما في الهداية هو المحرر (الفاتحة) وجوباً (أي سورة شاء) وفي الضرورة بقدر الحال أي سواء كان في الحضر أو السفر . (۲/۲۳۰)

(۳) ما في " بدائع الصنائع " : عن أبي حنيفة في رواية : قدر الفرض بآية طويلة كآية الكرسي وآية الدين أو ثلاث آيات قصار ، وبه أخذ أبو يوسف ومحمد وأصله قوله تعالى : ﴿فاقرءوا ما تيسّر من القرآن﴾ فهما يعتبران العرف ويقولان : مطلق الكلام ينصرف إلى المتعارف وأدنى ما يسمى المرء به قارئاً في العرف أن يقرأ آيةً طويلةً أو ثلاث آيات قصار .

(۱/۲۹۷ ، الكلام في القراءة ، الشامية : ۲/۲۸۸)(فتاوی دارالعلوم:۳/۴۰۳)

اگر امام کا وضو ٹوٹ جائے تو مدرک کو خلیفہ بنائے

مسئلہ (۴۰): اگر امام کا وضو ٹوٹ جائے تو بہتر ہے کہ وہ کسی مدرک، یعنی ایسا شخص جو تکبیر تحریمہ کے بعد سے ہی امام کے ساتھ شریک ہے [۱] کو خلیفہ بنائے [۲]، تاہم اگر امام نے کسی مسبوق کو خلیفہ بنادیا تو بھی درست ہے، اور یہ مسبوق خلیفہ سلام کے وقت کسی ایسے شخص کو اپنی جگہ امام بنادے جس کی نماز پوری ہوگئی ہے، وہ سلام پھیر دے، اور یہ مسبوق کھڑا ہوکر اپنی باقی ماندہ رکعات پوری کرلے۔ [۳]

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما فی " التعریفات الفقهية للمجددي " : المدرک : هو الذی أدرک الإمام بعد تکبیرة الإفتتاح أی أدرک جمیع رکعات الإمام . (ص/۴۷۵)

(۲) ما فی " البحر الرائق " : والأولی للإمام أن یقدم مدرکاً لأنه أقدر علی إتمام صلاته .

(۱/۶۶۰ ، باب الحدث فی الصلاة ، الشامیة : ۲/۳۰۴ ، باب الإستخلاف ، الهدایة : ۱/۱۳۲ ، باب الحدث فی الصلوة ، الفتاوی التاتارخانیة : ۱/۴۳۹ ، باب الاستخلاف)

(۳) ما فی " بدائع الصنائع " : إن المسبوق یصلح خلیفة فیتم صلاة الإمام ثم یقوم إلی قضاء ما سبق به من غیر تسلیم لبقاء بعض أرکان الصلاة علیه . (۱/۵۳۰ ، شرائط جواز الاستخلاف)

ما فی " الدر المختار مع الشامیة " : ولو استخلف الإمام مسبوقاً صح ، فلو أتم المسبوق صلاة الإمام قدم مدرکاً للسلام .

(۲/۳۱۴ ، باب الاستخلاف ، البحر الرائق : ۱/۶۶۰ ، باب الحدث فی الصلوة ، الهدایة : ۱/۱۳۱ ، باب الحدث فی الصلوة) (فتاوی دارالعلوم:۳/۴۰۲)

مسبوق کوخلیفہ بنانا

مسئلہ (۴۱): اگر امام کونماز کی حالت میں حدث لاحق ہوجائے، جس کی بناء پر اسے خلیفہ بنانے کی ضرورت پڑ جائے، اور خلیفہ کو یہ معلوم نہ ہو کہ کتنی رکعتیں باقی ہیں، تو محدث امام کو چاہیے کہ اگر ایک رکعت باقی تھی تو ایک انگلی سے، اور اگر دو رکعتیں باقی تھیں تو دو انگلیوں سے اشارہ کرے، اگر رکوع چھوٹا ہوا ہے تو گھٹنوں پر ہاتھ رکھ کر، سجدہ چھوٹا ہوا ہے تو پیشانی پر ہاتھ رکھ کر، اور قرأت چھوٹی ہوئی ہے تو منہ پر ہاتھ رکھ کر اشارہ کرے، سجدۂ تلاوت کیلئے پیشانی اور زبان پر ہاتھ رکھ کر، اور سجدۂ سہو واجب تھا تو سینہ پر ہاتھ رکھ کر اشارہ کرے۔ (۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " الدر المختار مع الشامية " : سبق الإمام حدث استخلف أي جاز له ذلك ولو في جنازة بإشارة أو جرّ لمحراب ، ولو لمسبوق ويشير بأصبع لبقاء ركعة ، باصبعين لركعتين ، ويضع يده على ركبته لتركع ركوع ، وعلى جبهته لسجود ، وعلى فمه لقراءة ، وعلى جبهته ولسانه لسجود تلاوة ، أو صدره لسهو . (۲/۳۰۳ ، ۳۰۴ ، كتاب الصلاة ، باب الاستخلاف)

ما في " نصب الراية للزيلعي " : عن أبي هريرة قال : قال رسول الله ﷺ : " إذا صلى أحدكم فقاء أو رعف في صلاته فليضع يده على فمه وليقدم من لم يسبق بشيء من صلاته " .

(۲/۲۱ ، البحر الرائق : ۱/۶۴۶ ، باب الحدث في الصلاة ، الفتاوى الهندية : ۱/۹۶ ، النهر الفائق : ۱/۲۵۸ ، بدائع الصنائع : ۲/۱۰۱ ، الموسوعة الفقهية : ۳/۲۵۳ ، استخلاف)

اگر کسی مقتدی کا وضو ٹوٹ جائے

مسئلہ (۴۲): اگر کسی مقتدی کا وضو بلا قصد و اختیار ٹوٹ جائے، تو شرعاً اس کو اجازت ہے کہ وہ خاموش ناک پر ہاتھ رکھ کر چلا جائے[۱]، اور جس قدر پانی قریب ہو اس سے وضو کر لے، اور اگر اتنی دیر میں امام نماز سے فارغ ہو چکا ہے، تو جہاں چاہے اپنی نماز پوری کر لے، اور اگر امام فارغ نہیں ہوا ہے تو پہلی جگہ لوٹ آئے[۲]، اور وضو کرنے کے

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " الحديث النبوى " : عن عائشة عن النبى ﷺ قال : " إذا صلى أحدكم فأحدث فليمسك على أنفه ثم لينصرف " . (اعلاء السنن :۵/۴ ، باب جواز البناء لمن أحدث ، السنن لإبن ماجة :ص/۸۵ ، باب ما جاء فيمن أحدث فى الصلاة كيف ينصرف)

ما في " الحديث النبوى " :عن عائشة قالت : قال رسول الله ﷺ : " من أصابه قيء أو رعاف أو قلس أو مذي فلينصرف فليتوضأ وليبن على صلاته وهو فى ذلك لا يتكلم " . (السنن لإبن ماجة: ص/۸۵ ، باب ما جاء فى البناء على الصلاة ، سنن الدار قطنى : ۱/۱۲۱ ، رقم الحديث :۵۶۲)

ما في " بدائع الصنائع " : يجوز البناء استحساناً ..... وجه الاستحسان : النص ، وإجماع الصحابة ، فإن الخلفاء الراشدين والعبادلة الثلاثة وأنس بن مالك وسلمان الفارسى رضى الله تعالى عنهم قالوا مثل مذهبنا . (۱/۵۱۷ ، فصل فى بيان ما يفسد الصلاة ، شروط جواز البناء)

ما في " المبسوط للسرخسي " : مصلّ سبقه الحدث فى الصلاة من ريح أو رعاف بغير قصده فتوضأ وبنى على صلاته ما لم يتكلم استحساناً . (۱/۳۲۴ ، باب الحدث فى الصلاة)

(۲) ما في " بدائع الصنائع " : المصلي إن كان مقتدياً فانصرف وتوضأ ، فإن لم يفرغ إمامه من الصلاة فعليه أن يعود لأنه فى حكم المقتدى بعد ، ولو لم يعد وأتم بقية صلاته فى بيت لا يجزيه ، لأنه إن صلى مقتدياً بإمامه لا يصح لإنعدام شرط الإقتداء وهو اتحاد البقعة .

(۱/۵۲۲ ، فصل ، الكلام فى محل البناء) =

درمیان جورکعت چھوٹ گئی ہو، اسے امام کے سلام پھیرنے کے بعد ادا کرلے، اور یہ بھی جائز ہے کہ وضو کے درمیان جورکعت چھوٹ گئی اسے پہلے بلاقرأت ادا کرلیں، پھر امام کے ساتھ شریک ہو۔[1]

اگر کسی مقتدی کا وضو ٹوٹ جائے اور مسجد سے نکلنا دشوار ہو

مسئلہ (۴۳): اگر کسی مقتدی کا وضو ٹوٹ جائے اور مسجد میں ازدحام بہت ہے کہ پوری مسجد نمازیوں سے بھری ہوئی ہے، تب بھی اس شخص کیلئے وضو کیلئے ہر صف کے دو آدمیوں کے درمیان سے گزرنا جائز ہے، کیوں کہ آپ ﷺ کا فرمان ہے: "**فلینصرف**" یعنی لوٹ جائے، مطلق ہے[2]، اس میں ازدحام وغیرہ کی کوئی قید نہیں ہے، اور اصول ہے کہ

= ما فی " المبسوط للسرخسي " : وأما المقتدی إذا فرغ من الوضوء ، فإن لم یفرغ إمامه من الصلاة فعلیه أن یعود ، ولو أتم بقیة صلاته فی بیته لا یجزئه ، لأنه بینه وبین إمامه ما یمنع صحة الإقتداء ، وإن کان قد فرغ إمامه یخیر هو کما بینا . (۱/۳۲۵ ، باب الحدث فی الصلاة ، الفتاوی الهندیة : ۱/۹۵ ، الباب السادس في الحدث فی الصلاة ، البحر الرائق : ۱/۶۴۶ ، الهدایة: ۱/۱۲۸ ، الفتاوی التاتارخانیة : ۱/۴۳۳ ، حلبي کبیر :ص/۴۵۳)

(۱) ما فی " فتح القدیر لإبن الهمام " : قوله : (والمقتدی یعود إلی مکانه) ..... فإن أدرک إمامه فی الصلاة فهو مخیر بین أن یقضی ما سبقه الإمام فی حال اشتغاله بالوضوء بغیر قراء ة ثم یقضی آخر صلاته ، وبین أن یتابع الإمام ثم یقضی ما سبقه الإمام یعد تسلیمه ، لأن ترتیب أفعال الصلاة لیس بشرط . (۱/۳۹۳ ، باب الحدث فی الصلاة ، مجمع الأنهر : ۱/۱۷۲ ، باب الحدث فی الصلاة) (فتاوی محمودیہ:۶/۵۷۵، کتاب الفتاوی:۲/۲۵۰)

الحجة علی ما قلنا :

(۲) ما فی " الحدیث النبوی " : عن عائشة عن النبی ﷺ قال : " إذا صلی أحدکم فأحدث فلیمسک علی أنفه ثم لینصرف " . (اعلاء السنن : ۴/۵ ، باب جواز البناء لمن أحدث ، السنن لإبن ماجة :ص/۸۵ ، باب ما جاء فیمن أحدث فی الصلوة کیف ینصرف)=

"المطلق يجري على إطلاقه" [1]، تاہم اگر نکلنا دشوار ہو اور نکلتے وقت کسی نمازی کے تحویل صدر ہو جانے سے نماز کے فاسد ہونے کا خطرہ ہو [2]، تو یہ شخص وہیں اپنی جگہ بیٹھا رہے، نماز میں شریک نہ رہے، پھر وضو کر کے دوبارہ پوری نماز پڑھ لے۔ [3]

مغرب کی دو چھوٹی رکعتوں کو ادا کرنے کا طریقہ

مسئلہ (۴۴): اگر کوئی شخص نمازِ مغرب کی آخری رکعت میں شریک ہو، یعنی اس کو امام کے ساتھ صرف ایک رکعت ہی ملی، اور دو رکعتیں چھوٹ گئیں ہوں، تو چھوٹی ہوئی رکعتوں کو پورا کرنے کے دو طریقے ہیں:

پہلا طریقہ یہ ہے کہ امام کے سلام پھیرنے کے بعد ایک رکعت ادا کر کے قعدۂ اولیٰ کرے، اب یہ مسبوق کی دو رکعتیں ہوں گی، پھر قعدۂ اخیرہ کے ساتھ تیسری رکعت پوری

= ما في " الهداية " : ومن سبقه الحدث في الصلوة انصرف .

(۱/۱۲۸ ، حلبي كبير :ص/۴۵۲ ، الفتاوى التاتارخانية : ۱/۴۳۳)

(۱) ما في " القواعد الكلية والضوابط الفقهية " : المطلق يجرى على إطلاقه ما لم يقم دليل التقييد نصاً أو دلالةً . (ص/۲۹۰)

(۲) ما في " الدر المختار مع الشامية " : وتحويل صدره عن القبلة . در مختار . وفي الشامية : قال العلامة ابن عابدين الشامي رحمه الله : الحاصل أن المذهب أنه إذا حوله صدره فسدت .

(۲/۳۳۴ ، مطلب في التشبه بأهل الكتاب ، البحر الرائق : ۱/۴۹۷ ، باب شروط الصلاة)

(۳) ما في " الفتاوى الهندية " : ثم لجواز البناء شروط ، منها أن ينصرف من ساعته حتى لو أدّى ركناً مع الحدث أو مكث مكانه قدر ما يؤدى ركناً فسدت صلاته .

(۱/۹۴، الباب السادس في الحدث في الصلاة ، حلبي كبير:ص/۴۵۳)(فتاوی محمودیہ:۶/۵۸۰)

کرلے، اور یہی صورت بہتر اور اَولیٰ ہے۔ اور دوسرا طریقہ یہ ہے کہ امام کے سلام پھیرنے کے بعد مسبوق اپنی چھوٹی ہوئی دو رکعتیں قعدۂ اخیرہ کے ساتھ پڑھ لے، دوسری رکعت پر قعدۂ اولیٰ نہ کرے، اس سے بھی نماز درست ہوجائے گی اعادہ کی ضرورت نہیں، نیز اس صورت میں استحساناً سجدۂ سہو بھی لازم نہیں ہوگا۔

واضح رہے کہ مسبوق اپنی چھوٹی ہوئی دونوں رکعتوں میں سورۂ فاتحہ اور کوئی سورت پڑھے گا۔[1]

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " مجمع الزوائد " : وعن ابن مسعود أن جندباً ومسروقاً أدركا ركعة يعني من صلاة المغرب ، فقرأ جندب ، ولم يقرأ مسروق خلف الإمام ، فلما سلم الإمام قاما يقضيان ، فجلس مسروق في الثانية والثالثة ، وقام جندب في الثانية ولم يجلس ، فلما انصرف تذاكرا ذلك ، فأتيا ابن مسعود فقال : " كل قد أصاب ، أو قال : كل قد أحسن ، وأصنع كما يصنع مسروق " .

(۲/۱۸۲ ، باب فيما يدرك مع الإمام وما فاته)

ما في " الدر المختار مع الشامية " : (عكس المسبوق) أي في الفروع الأربعة المذكورة ، فإنه إذا قضى ما فاته يقرأ . (۲/۳۴۵ ، باب الإمامة ، قبيل باب الاستخلاف)

ما في " حلبي كبير " : لو أدرك مع الإمام ركعة من المغرب فإنه يقرأ في الركعتين الفاتحة والسورة ويقعد في أولهما ، لأنها ثنائية ولو لم يقعد جاز . (ص/۴۶۸ ، فصل في سجود السهو)

(فتاوی رحیمیہ:۵/۱۵۲)

جماعت میں شامل ہونے کا طریقہ

مسئلہ (۴۵): بعض لوگ جماعت شروع ہونے کے بعد مسجد دیر سے پہنچتے ہیں، اور امام کو سجدہ یا قعدہ میں پا کر اس کے کھڑے ہونے کا انتظار کرتے ہیں کہ جب امام کھڑا ہوگا، تو جماعت میں شریک ہوں گے، یہ طریقہ بالکل غلط ہے، بلکہ امام کو جس حال میں بھی پائے تکبیرِ تحریمہ کہہ کر اسی حال میں شریک ہونا ضروری ہے۔ (۱)

اسی طرح بعض لوگ امام کو رکوع میں پا کر بھاگ پڑتے ہیں، اور عجلت کی وجہ سے جھکتے ہوئے تکبیر تحریمہ کہہ کر رکوع میں شریک ہوجاتے ہیں، ایک تو نمازی کیلئے دوڑنا درست نہیں، سکون اور وقار سے چلنا ضروری ہے (۲)، دوسرے ان لوگوں کی تکبیر تحریمہ صحیح نہ ہونے کی وجہ سے نماز بھی نہیں ہوتی، کیوں کہ تکبیر تحریمہ کھڑے ہوکر کہنا فرض ہے۔ (۳)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " الحديث النبوى " : عن معاذ بن جبل قال : قال رسول الله ﷺ : " إذا أتى أحدكم الصلاة والإمام على حال فليصنع كما يصنع الإمام " .

(جامع الترمذى : ۱/۱۳۰ ، باب ما يدرك الرجل الإمام)

(۲) ما في " الحديث النبوى " : عن أبى هريرة قال : قال رسول الله ﷺ : " إذا أقيمت الصلاة فلا تأتوها تسعون ، وأتوها تمشون وعليكم السكينة ، فما أدركتم فصلوا وما فاتكم فأتموا " .

(الصحيح لمسلم : ۱/۲۲۰ ، كتاب المساجد ، باب استحباب الخ)

(۳) ما في " الدر المختار مع الشامية " : أو أدرك الإمام راكعاً فقال : الله قائمًا وأكبر راكعًا لم يصح في الأصح . در مختار . وفي الشامية : قوله : (قائمًا) أي حقيقة وهو الانتصاب أو حكمًا =

صحیح طریقہ یہ ہے کہ سیدھے کھڑے ہوکر تکبیر تحریمہ کہے، ہاتھ نہ باندھے، اور ثناء پڑھے بغیر، رکوع کی تکبیر کہتے ہوئے رکوع میں چلا جائے، ہاں اگر امام کو سجدہ یا قعدہ میں پائے تو تکبیر تحریمہ کے بعد ثناء پڑھے، پھر تکبیر کہہ کر امام کے ساتھ شریک ہوجائے (مگر قعدۂ اخیرہ میں اگر امام سلام پھیرنے کے قریب ہو، تو تکبیر تحریمہ کہہ کر فوراً بیٹھ جائے) اور اگر امام کو قرأت میں پائے تو جہری نماز میں تکبیر کہہ کر خاموش کھڑا ہوجائے، اور سری نماز میں ثناء بھی پڑھ لے۔[1]

= وهو الإنحناء القليل بأن لا تنال يداه ركبتيه ، قوله : (في الأصح) أي بناءً على ظاهر الرواية ، وأفاد أنه كما لا يصح اقتداء ه لا يصير شارعًا في صلاة نفسه أيضًا . وهو الأصح .

(۲/۱۷۸ ، كتاب الصلاة ، باب صفة الصلاة ، فصل)

(۱) ما في " فتاوى قاضيخان على هامش الهندية " : ولو أدرك المقتدى الإمام في الركوع فإنه يكبر للإفتتاح قائمًا ويترك الثناء ويكبر ويركع ، وإن أدرك الإمام في السجود فإنه يكبر للإفتتاح قائمًا ويأتي بالثناء ثم يكبر ويسجد ، وكذا لو أدرك الإمام في القعدة ..... ولو أدرك الإمام بعد ما اشتغل بالقراء ة ..... ينبغي أن يكون الجواب على التفضيل ، إن كان الإمام يجهر بالقراء ة لا يأتي بالثناء ، ولو كان يسر بالقراء ة يأتي بالثناء .

(۱/۸۸ ، فصل فيمن يصح الإقتداء به وفيمن لا يصح) (أحسن الفتاوی:۳/۳۸۳)

مسبوق عیدین میں نماز کیسے پوری کرے؟

مسئلہ (۴۶): نماز عیدین میں اگر کسی کی پہلی رکعت چھوٹ گئی اور وہ امام کے ساتھ دوسری رکعت میں شریک ہوا، تو وہ شخص امام کے سلام پھیرنے کے بعد کھڑا ہو اور پہلے قرأت کرے، پھر رکوع میں جانے سے پہلے تین زائد تکبیرات کہے، اور اپنی نماز پوری کرے۔[1]

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما فی " الدر المختار مع الشامية " : لو سبق بركعة يقرأ ثم يكبر لئلا يتوالى التكبير أى لأنه إذا كبر قبل القراءة وقد كبر مع الإمام بعد القراءة لزم توالى التكبيرات فى الركعتين ، ولم يقل به أحد من الصحابة . (۵۲/۳)

ما فی " النهر الفائق " : إن المسبوق بركعة إذا قام إلى القضاء وكان على رأى ابن مسعود قرأ أولا ثم كبر، وفى النوادر : أنه يكبر أولا ، وجه الظاهر أن البداءة بالتكبير تؤدى إلى الموالاة بين التكبير وهو خلاف الإجماع . (۳۶۹/۱ ، باب صلاة العيدين)

ما فی " البحر الرائق " : المسبوق بركعة إذا قام إلى القضاء ، فإنه يقرأ ثم يكبر لأنه لو بدأ بالتكبير يصير مواليًا بين التكبيرات ولم يقل به أحد من الصحابة . (۲۸۲/۲)

ما فی " الفتاوى التاتارخانية " : لو كان الإمام صلى الركعة الأولى ، وكبر ابن عباس ، ودخل الرجل معه فى الركعة الثانية ، فلما سلم الإمام قام الرجل يقضى الركعة الأولى ، وهو يدى تكبير ابن مسعود ، يكبر تكبير ابن مسعود لأنه مسبوق فى الركعة الأولى .

(۵۶۲/۱ ، بدائع الصنائع : ۶۲۳/۱ ، الموسوعة الفقهية : ۲۰۹/۱۳ ، تكبير ، تكبيرات الزوائد فى صلاة العيدين) (فتاوی رحیمیہ:۶/۱۷۴، أحسن الفتاوی:۴/۱۵۳)

مکروهات الصلاة ومفسداتها

نماز کے مکروہات ومفسدات

داڑھی منڈے شخص کی امامت

مسئلہ(۴۷): ایک مشت سے داڑھی کم کرانا، کٹوانا یا منڈانا باجماع امت حرام ہے[۱]، اس لیے کسی متبع شریعت اور پوری داڑھی رکھنے والے پرہیزگار شخص کی موجودگی میں ایسے شخص کو امام بنانا جائز نہیں ہے، جو ایک مشت سے داڑھی کم کراتا یا کٹواتا اور منڈواتا ہو، اگر مجبوری میں ایسے شخص کی اقتدا میں نماز پڑھنا پڑ جائے، تو ایسے شخص کی اقتدا میں نماز کراہت کے ساتھ درست ہو جائے گی، اور اسے لوٹانے کی ضرورت نہیں ہے۔[۲]

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما فی " القرآن الكريم " : ﴿قال يابنؤم لا تأخذ بلحيتي ولا برأسي﴾ . وفی تفسير الجلالين : وكان أخذها بشماله . (سورة طه : ۹۴)

ما فی " الحديث النبوی " : عن ابن عمر عن النبی ﷺ قال : " أحفوا الشوارب واعفوا اللحى " . (الصحيح لمسلم : ۱/۱۲۹ ، كتاب الطهارة ، باب خصال الفطرة)

ما فی " الدر المختار مع الشامية " : يحرم على الرجل قطع لحيته .

(۹/۴۹۸ ، كتاب الحظر والإباحة ، فصل فی البيع)

(۲) ما فی " الفقه الإسلامی وأدلته " : تكره إمامة الفاسق العالم لعدم اهتمامه بالدين ، ودليل الكراهة ما روي عن جابر عن النبی ﷺ قال : لا تؤمن امرأة رجلا ولا أعرابی مهاجرًا ولا يؤمن فاجر مؤمنا إلا أن يقهره بسلطان يخاف سيفه أو سوطه وإنما صحت إمامته ، لما روى الشيخان أن ابن عمر كان يصلی خلف الحجاج ، وروى " صلوا خلف كل بر وفاجر " .

(۲/۱۲۰۵ ، مراقي الفلاح مع الطحطاوي :ص/۱۱۳ ، كتاب الصلاة ، فی اللاحق بالإمامة)=

بلاضرورت لاؤڈ اسپیکر کا استعمال

مسئلہ (۴۸): آج کل مسجدوں اور نمازوں میں، جہاں ضرورت ہے وہاں بھی اور جہاں ضرورت نہیں ہے وہاں بھی، لاؤڈ اسپیکر کا استعمال عام ہے، حالانکہ اس کا استعمال اسی صورت میں ہونا چاہیے جب اس کی ضرورت ہو، اور اس صورت میں بھی اس کا والیوم (Volume) یعنی آواز اس قدر بلند رکھنا چاہیے کہ تمام مصلیوں کو امام کی آواز سنائی دے، اس سے زیادہ نہیں، کیوں کہ صاحب درمختار علامہ حصکفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ امام کیلئے ضرورت سے زیادہ بلند آواز میں قرآن پڑھنا بہتر نہیں ہے، جس مسجد میں امام کی آواز بآسانی تمام مصلیوں تک پہنچ جاتی ہے، وہاں لاؤڈ اسپیکر استعمال نہ کرنا بہتر ہے، کیوں کہ بسا اوقات درمیان نماز کسی تکنیکی خرابی کی وجہ سے اس کے شور وغل سے نمازیوں کے خشوع وخضوع میں خلل واقع ہوتا ہے، اور بلاضرورت اس کا تحمل غیر معقول ہے، لہذا اس سے بچنا چاہیے۔[1]

= ما في " حلبي كبير " : لو قدموا فاسقًا يأثمون بناء على أن كراهة تقديمه كراهة تحريم لعدم اعتنائه بأمور دينه وتساهله في الإتيان بلوازمه ..... لم تجز الصلاة خلفه أصلاً عند مالك ، إلا أنا جوزناها مع الكراهة لقوله عليه السلام : " صلوا خلف كل بر وفاجر " .

(ص/٥١٣ ، الأولى بالإمامة)

ما في " الشامية " : وأما الفاسق فقد عللوا كراهة تقديمه بأنه لايهتم لأمر دينه وبأن في تقديمه للإمامة تعظيمه ..... فهو كالمبتدع تكره إمامته بكل حال .

(٢/٢٥٥ ، كتاب الصلاة ، مطلب في تكرار الجماعة في المسجد ، الموسوعة الفقهية: ٦/٢١١ ، من تكره إمامتهم ، البحر الرائق : ١/٦١٠ ، باب الإمامة) (فتاوی محمودیہ: ٦/١٢٢)

الحجة على ما قلنا :

(١) ما في " القرآن الكريم " : ﴿ولا تجهر بصلاتك ولا تخافت بها وابتغ بين ذلك سبيلا﴾ .

(سورة الإسراء : ١١٠)=

جوتے چپلوں کی حفاظت کے خاطر ترکِ جماعت

مسئلہ(۴۹): اگر کوئی طالب علم یا کوئی شخص مصلیوں کے جوتوں، چپلوں اور ان کے سامان واسباب کی حفاظت پر، ذمہ دارانِ مدرسہ یا متولیانِ مساجد کی طرف سے مامور ہو، تو اس کیلئے ترکِ جماعت کی اجازت ہوگی، اور امید ہے کہ اسے جماعت کا ثواب بھی حاصل ہوگا، بشرطیکہ وہ بعد میں اپنی نماز پڑھ لے، کیوں کہ جب مصلیوں کو اپنے جوتے چپلوں اور سامان واسباب کے محفوظ ومامون ہونے کا اطمینان ہوگا، تو وہ پوری دل جمعی اور سکون کے ساتھ اپنی نمازیں ادا کریں گے، اور اس پر ملنے والے ثواب میں وہ مامور شخص بھی شریک ہوگا۔[1]

= ما فی " الدر المختار مع الشامیة " : ویجهر الإمام وجوباً بحسب الجماعة فإن زاد علیه أساء . در مختار . وفي الشامیة : قال ابن عابدین الشامی رحمه الله : إن الإمام إذا جهر فوق الحاجة فقد أساء ، والإساءة دون الكراهة ولا توجب الإفساد . (۲/۲۲۱ – ۲۹۱ ، كتاب الصلاة)

ما فی " الفتاوی الهندیة " : ولا یجهر الإمام نفسه بالجهر وإذا جهر الإمام فوق حاجة الناس فقد أساء ، لأن الإمام إنما یجهر لإسماع القوم لیدبروا فی قراءته لیحصل إحضار القلب . (۱/۷۲ ، الفصل الثانی فی واجبات الصلاة ، البحر الرائق : ۱/۵۸۶ ، كتاب الصلاة ، باب صفة الصلاة ، حاشیة الطحطاوي علی مراقي الفلاح :ص/۲۵۳ ، فصل فی بیان واجب الصلاة)

(فتاوی رحیمیہ :۳/۱۷۲، کتاب الفتاوی:۲/۲۵۳، فتاوی حقانیہ:۵/۷۹)

الحجة علی ما قلنا :

(۱) ما فی " الحدیث النبوی " : عن زید بن خالد الجهنی أن رسول الله ﷺ قال : " من جهز غازیا فی سبیل الله فقد غزا ، ومن خلفه فی أهله بخیر فقد غزا " .

(السنن لأبی داود :ص/۳۴۰ ، كتاب الجهاد ، باب ما یجزء من الغزو)=

.....

.....

.....

.....

.....

= ما فی " الحدیث النبوی " : " ان عثمان بن عفان القرشی خلفه النبی ﷺ علی ابنته وضرب له بسهمه " . (صحیح البخاری : ٢/٥٧٤ ، کتاب المغازی ، باب تسمیة من سمی من أهل بدر)

ما فی " الحدیث النبوی " : عن سهل بن الحنظلیة أنهم ساروا مع رسول الله ﷺ یوم الحنین ..... قال رسول الله ﷺ : " من یحرسنا اللیلة ؟ قال أنس بن أبی مرثد الغنوی : أنا یا رسول الله ! قال : إرکب ، فرکب فرساً له ..... فقال له رسول الله ﷺ : " هل نزلت اللیلة ؟ قال : لا إلا مصلیًا أو قاضیًا حاجة ، فقال له رسول الله ﷺ : " قد أوجبت فلا علیک أن لا تعمل بعدها " . (السنن لأبی داود : ص/٣٣٨ ، کتاب الجهاد ، باب فضل الحرس فی سبیل الله ، رقم الحدیث : ٢٥٠١)

ما فی " الموسوعة الفقهیة " : الثانی أن یخاف علی ماله من ظالم أو لص أو یخاف أن یسرق منزله أو یحرق منه شیء ، أو یکون له خبز فی تنور أو طبیخ علی نار ویخاف حریقه باشتغاله عنه ، أو یکون له عزیم إن ترک ملازمته ذهب بماله ، أو یکون له بضاعة أو ودیعة عند رجل وإن لم یدرکه ذهب ، أو کانت عنده أمانة کودیعة أو رهن أو عاریة مما یجب علیه حفظه ویخاف تلفه بترکه ، ویدخل فی ذلک الخوف علی مال الغیر . (٢٧/١٨٩ ، المغني لإبن قدامة الحنبلي : ٢/٨٤)

قرأت میں فحش غلطی ہوجائے تو کیا کرے؟

مسئلہ(۵۰):اگرامام نے قرأت میں ایسی فحش غلطی کی کہ اگرعمداً ایسا کرتا تو کفرلازم آتا،مثلاً: ﴿إن الأبرار لفی نعیم﴾ کے بجائے ﴿إن الأبرار لفی جحیم﴾ پڑھ دیا، یا﴿إن الذین آمنوا وعملوا الصّٰلحٰت أولئک هم خیر البریة﴾ کی بجائے ﴿أولئک هم شر البریة﴾ پڑھ دیا،بعدہ کسی کے لقمہ دینے پر یا ازخود یاد آنے پر، اس غلطی کی اصلاح کرلی[1]،تو اس صورت میں نماز کا اعادہ لازم ہے یا نہیں؟ اس سلسلے میں ہمارے مشائخ کے فتاویٰ مختلف ہیں:

۱۔.....حضرت مولانا مفتی عبدالرحیم لاجپوری صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ’’جب قرأت کی غلطی بذاتِ خود درست کرلے، یا مقتدی کے لقمہ دینے سے درست کرلے،تو حرج اورعمومِ بلویٰ کے پیشِ نظر نماز صحیح ہونے کا فتوی دیا جائے گا‘‘۔ (فتاوی رحیمیہ:۵/۱۰۳)

۲۔.....حکیم الامت ،مجدد الملت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی نور اللہ مرقدہ فرماتے ہیں کہ ’’نمازِ ایں صحیح باشد‘‘۔ (امدادالفتاوی:۱/۲۱۸)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " شرح عقود رسم المفتي " : وفي منظومة ابن وهبان:

وإن لحـــن القـــاري وأصلح بعـــده
إذا غيـــر المعنى الفســـاد مقـــرر

اشتمل البيت على أربع مسائل من زلة القارى : الأولى : إذا لحن المصلى فى قراء ته لحنا يغير المعنى كفتح لام الضالين ، لا تجوز صلاته ، وإن أعادها بعد ذلک على الصواب .

(ص/۴۵ ، رقم البيت :۵۲)

۳۔.....فقیہ العصر حضرت مولانا مفتی رشید احمد صاحب پاکستانی قدس سرہ فرماتے ہیں کہ ''نماز ہوگئی''۔ (احسن الفتاوی:۳/۴۴۵)

۴۔.....شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ''نماز میں قرأت کی غلطی ہوجانے کے بعد اس کا تدارک کرنے سے نماز پر کوئی اثر نہیں پڑتا، نماز درست اور صحیح ہوگی''۔ (فتاوی حقانیہ:۳/۱۷۷)

ان تمام بزرگوں نے اپنے جوابات کی تائید میں فتاوی عالمگیری کی یہ عبارت نقل کی ہے: '' **وذكر في الفوائد : لو قرأ في الصلاة بخطأ فاحش ثم رجع وقرأ صحيحًا ، قال : عندي صلاته جائزة** '' . (الفتاوى الهندية : ۱/۸۲)

البتہ حضرت مولانا مفتی محمود حسن صاحب گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ''اصح قول کی بناء پر ایسی غلطی سے نماز فاسد ہوجاتی ہے، اور جب فاسد ہوگئی تو دوبارہ لوٹا کر صحیح پڑھنے سے درست نہ ہوگی، لہٰذا اس کا اعادہ کرنا چاہیئے''۔ (فتاوی محمودیہ:۷/۱۱۸) اور آپ نے اپنے اس جواب کی تائید میں ''حسن بن منصور بن محمود الأوزجندی المعروف بہ قاضی خان رحمۃ اللہ علیہ'' سے یہ عبارت نقل کی ہے: '' **وإن تغير المعنى بأن قرأ : ﴿إن الأبرار لفي جحيم ، وإن الفجار لفي نعيم﴾ ، أو قرأ : ﴿إن الذين آمنوا وعملوا الصلحت أولئک هم شرّ البرية﴾ ، أو قرأ : ﴿وجوه يومئذ عليها غبرة ، أولئک هم المؤمنون حقًّا﴾ ، تفسد صلاته ، لأنه أخبر بخلاف ما أخبر الله تعالى به ، وقال بعضهم : لا تفسد صلاته لعموم البلوىٰ ، والأول أصح .**

(فتاوى قاضى خان : ۱/٦٨)

مذکورہ بزرگوں کا جواب توسع اور عموم بلویٰ پر مبنی ہے، جب کہ حضرت مفتی محمود صاحب رحمہ اللہ کا جواب احتیاط پر مبنی ہے، جیسا کہ خود قاضی خان رحمۃ اللہ علیہ کی یہ عبارت شاہد ہے کہ: " **وما قاله المتقدمون أحوط ، لأنه لو تعمد يكون كفرًا وما يكون كفرًا لا يكون من القرآن ، وما قاله المتأخرون أوسع ، لأن الناس لا يمزون بين اعراب واعراب فلا تفسد الصلاة** " . (فتاوی قاضی خان : ۱/۶۸)

اس لیے حضرت مولانا مفتی محمود حسن صاحب کا جواب بایں وجوہ راجح ہونا چاہیے:

(۱) فقہ کا قاعدہ ہے: " **الإحتياط في حقوق الله لا في حقوق العباد** " کہ "حقوق اللہ میں احتیاط برتی جاتی ہے"۔ (قواعد الفقہ :ص/۵۴، المادۃ:۱۰)

(۲) امام صاحب رحمۃ اللہ بھی فسادِ صلوۃ کے قائل ہیں، اور علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: " **الفتوى على قول الإمام في العبادات** " کہ "عبادات میں امام صاحب کے قول پر فتویٰ دیا جاتا ہے"۔ (شرح عقود رسم المفتی :ص/۱۴۶)

(۳) اس مسئلہ میں امام محمد رحمۃ اللہ علیہ بھی امام صاحب کے ساتھ ہیں، اور علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: " **وإن كانت المسئلة مختلفًا فيها بين أصحابنا ، فإن كان مع أبي حنيفة أحد صاحبيه يأخذ بقولهما ، أى بقول الإمام ومن وافقه لوفور الشرائط ، واستجماع أدلة الصواب فيها** " کہ "اگر کسی مسئلہ میں ہمارے اصحاب کے مابین اختلاف ہو، اور صاحبین میں سے کوئی ایک امام صاحب کے ساتھ ہو، تو امام صاحب اور جو آپ کے موافق ہو، اسی کے قول کو اختیار کیا جائے گا"۔ (رسم المفتی :ص/۱۲۵)

مسجد میمنی کے باہری حصے میں نماز پڑھ رہے نمازی کے آگے سے گزرنا

مسئلہ (۵۱): نمازی کے آگے سے گذرنے والے کے گذرنے سے نماز نہیں ٹوٹتی، مگر گذرنے والا سخت گنہگار ہوتا ہے[۱]، آپ ﷺ کا ارشاد ہے: ''اگر نمازی کے آگے سے گذرنے والے کو یہ معلوم ہوتا کہ اس سے کس قدر گناہ ہوتا ہے، تو وہ چالیس سال تک اپنی جگہ کھڑا رہتا، مگر گذرنے کی ہمت نہ کرتا''۔[۲]

اس لئے جو لوگ مسجد میمنی کے باہری حصہ میں سے اس حال میں گذرتے ہیں کہ طلباء وعوام صحن میں نماز پڑھ رہے ہوتے ہیں، اور یوں خیال کرتے ہیں کہ ان پر نمازی کے آگے سے گذرنے کا گناہ نہیں ہوگا، ان کا یہ خیال سراسر غلط ہے، کیوں کہ فرشِ مسجدِ میمنی کی سطح اس کی فرشِ صحن سے اس قدر بلند نہیں کہ گذرنے والا گنہگار نہ ہو، اس لئے کہ فقہاء کرام

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما فی '' الفقه الإسلامی وأدلته '' : اتفق أئمة المذاهب الأربعة على أن المرور بين يدى المصلى لا يقطعها ولا يبطلها . (۲/۹۵۱، هل المرور بين يدى المصلى يقطع الصلوٰة ؟)

ما فی '' الفتاوى الهندية '' : ولو مر مار فی موضع سجوده لا تفسد وإن أثم .

(۱/۱۰۴، الباب السابع فيما يفسد الصلوٰة وما يكره فيها ، الشامية : ۲/۳۴۳ ، كتاب الصلوٰة ، باب ما يفسد الصلاة وما يكره فيها)

(۲) ما فی '' جامع الترمذي '' : عن بسر بن سعيد أن زيد بن خالد الجهنى أرسل إلى أبى جهيم يسأله ما ذا سمع من رسول الله ﷺ فی المار بين يدى المصلى ؟ فقال أبو جهيم : قال رسول الله ﷺ:'' لو يعلم المار بين يدي المصلى ماذا عليه لكان أن يقف أربعين خير له من أن يمر بين يديه'' .

(۱/۷۹ ، أبواب الصلاة ، ما جاء كراهية المرور بين يدى المصلى)=

فرماتے ہیں کہ اگر کوئی شخص زمین کی نچلی سطح پر نماز پڑھ رہا ہو، اور گذرنے والا زمین کی اس قدر بلند سطح سے گذر رہا ہو کہ اس کا نیچے کا آدھا بدن نمازی کے اوپر کے آدھے بدن کے محاذات وبرابری میں آجاتا ہے تو یہ مکروہ ہے۔ (۱)

لہٰذا طلباء، علماء اور عوام کو چاہیے کہ گذرگاہ سے بچ کر نماز ادا کرنے کی سعی کریں، اور گذرنے والوں کو چاہیے کہ اگر ممکن ہو تو دوسرے راستہ کا انتخاب کریں، تاکہ نمازی اور گذرنے والا دونوں گناہ سے بچ جائیں، ورنہ دونوں گنہگار رہوں گے۔ (۲)

مریض کا ناپاک کپڑوں میں نماز پڑھنا

مسئلہ (۵۲): جس مریض کے کپڑے ناپاک ہوں، اور ان کا پاک کرنا یا بدلنا اس کیلئے ممکن نہ ہو، اور اس کے پاس کوئی دوسرا شخص موجود نہ ہو، جو اس کے کپڑوں کو پاک

= (۱) ما فی " الدر المختار مع الشامیة " : أو مروره (أسفل من الدكان أمام المصلي لو كان يصلي عليها) أي الدكان (بشرط محاذاة بعض أعضاء المار بعض أعضائه وكذا سطح وسرير وكل مرتفع) دون قامة المار . الدر المختار . وفي الشامية : قال ابن عابدين الشامي تحت قوله : (بعض أعضاء المار بعض أعضائه) أنه يكره إذا حاذى نصفه الأسفل النصف الأعلى من المصلي كما إذا كان المار على فرس . تأمل .

(۳/۳۴۳ ، كتاب الصلوٰة ، باب ما يفسد الصلاة وما يكره ، الهندية : ۱/۱۰۴)

(۲) ما فی " الشامیة " : قال الشامي رحمه الله تعالى : قال في " الحلية " : وقد أفاد بعض الفقهاء أن هنا صورًا أربعًا ، الثالثة : أن يتعرض المصلي للمرور ويكون للمار مندوحة فيأثمان ، أما المصلي فلتعرضه ، وأما المار فلمروره مع إمكان أن لا يفعل .

(۲/۳۴۴ ، كتاب الصلوة ، باب ما يفسد الصلوٰة وما يكره)

کردے یا بدل دے، تو اس کیلئے ان ہی ناپاک کپڑوں میں نماز ادا کرلینا درست ہے[1]، اور اگر دوسرا شخص موجود ہو جو مریض کے کپڑے پاک یا تبدیل کرادیگا، تو ایسی صورت میں دوسرے کی مدد سے پاک لباس پہن کر نماز پڑھنا ضروری ہے، بشرطیکہ مریض کو لباس بدلنے میں غیر معمولی مشقت نہ ہوتی ہو[2]، ورنہ انہیں کپڑوں میں نماز پڑھنا درست ہے۔

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " الدر المختار مع الشامية " : مريض تحته ثياب نجسة ، وكلما بسط شيئاً تنجس من ساعته صلى على حاله ، وكذا لو لم يتنجس إلا أنه يلحقه مشقة بتحريكه (وإن سال على ثوبه) فوق الدرهم (جاز له أن لا يغسله إن كان لو غسله تنجس قبل الفراغ منها) أي الصلاة وإلا يتنجس قبل فراغه فلا يجوز ترك غسله ، هو المختار للفتوى ، وكذا مريض لا يبسط ثوباً إلا تنجس فوراً له تركه . در مختار. وفي الشامية : قال الشامي تحت قوله : (وكذا مريض) في الخلاصة : مريض مجروح تحته ثياب نجسة إن كان بحال لا يبسط تحته شيء إلا تنجس من ساعته له أن يصلي على حاله ، وكذا لو لم يتنجس الثاني إلا أنه يزداد مرضه له أن يصلي فيه . "بحر" من باب صلوة المريض . (۳/۵۰۲ ، كتاب الصلاة ، قبيل باب سجود التلاوة ، ۱/۴۳۹ ، ۴۴۰ ، كتاب الطهارة ، مطلب في أحكام المعذور ، خلاصة الفتاوى : ۱/۱۹۷ ، الفصل الحادى والعشرون فى صلاة المريض ، البحر الرائق :۲/۲۰۲ ، باب صلاة المريض)

(۲) ما في " القرآن الكريم " : ﴿لا يكلف الله نفسًا إلا وسعها﴾ . (سورة البقرة :۲۸۶)

ما في " بدائع الصنائع " : العاجز عن الفعل لا يكلف به ، وكذا إذا خاف زيادة العلة من ذلك ، لأنه يتضرر به وفيه أيضًا حرج . (۱/۲۸۴ ، فصل فى أركان الصلاة) =

= ما في " جمهرة القواعد الفقهية " : الحرج مدفوع . (۲/۷۱۱)

ما في " قواعد الفقه " : الأمر إذا ضاق اتسع وإذا اتسع ضاق . (ص/۶۲ ، رقم القاعدة : ۴۸)

ما في " الأشباه والنظائر لإبن نجيم " : المشقة تجلب التيسير . (۱/۲۷۶) (احسن الفتاوی:۲/۷۵)

باب الجنائز

جنائز کا بیان

قریب المرگ شخص کو تلقین

مسئلہ (۵۳): قریب بمرگ شخص جس کے آثار سے معلوم ہورہا ہو کہ عنقریب اس کا انتقال ہونے والا ہے، تو اسے کلمۂ طیبہ کی تلقین کرنا حدیث سے ثابت ہے[۱]، تاکہ وہ بھی کلمہ پڑھ لے اور اس دنیا سے جاتے وقت سب سے آخری کلام ﴿لا إلـه إلا الـلـه محمد رسول الله﴾ ہو[۲]، پھر جب غسل، کفن، اور نماز جنازہ سے فارغ ہوجائیں، اور اس کو لحد میں رکھا جائے تو رکھتے وقت یہ پڑھے: " بسم الله وبالله وعلى ملة رسول

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " الحديث النبوى " : عن أبى هريرة قال : قال رسول الله ﷺ : " لقنوا موتاكم لا إله إلا الله " . (الصحيح لمسلم : ۱/۳۰۰ ، كتاب الجنائز ، باب فى تلقين المحتضر)

ما فى " البحر الرائق " : (ولقن الشهادة) بأن يقال عنده لا إله إلا الله محمد رسول الله ولا يؤمر بها للحديث الصحيح : " من كان آخر كلامه لا إله إلا الله دخل الجنة " . وهو تحريض على التلقين بها عند الموت فيفيد الاستحباب .

(۲/۲۹۹ ، كتاب الجنائز ، الفتاوى الهندية : ۱/۱۵۷ ، الفصل الأول فى المحتضر ، الدر المختار مع الشامية :۳/۷۴ ، باب الجنائز ، مطلب فى تلقين المحتضر الشهادة)

(۲) ما فى " الحديث النبوي " : عن معاذ بن جبل قال : قال رسول الله ﷺ : " من كان آخر كلامه لا إله إلا الله دخل الجنة " . (السنن لأبى داود :ص/۱۳۱ ، كتاب الجنائز ، باب فى التلقين) =

اللہ"، یہ بھی حدیث سے ثابت ہے۔[۱]

اور دفن کے بعد تلقین میں فقہاء کا اختلاف ہے، بعض جواز کے قائل ہیں اور بعض عدم جواز کے، عالمگیری میں عدم تلقین کو ظاہر الروایۃ بیان کیا گیا ہے[۲]، اور ترجیح ظاہر الروایۃ کو ہوتی ہے[۳]، نیز تلقین مذکور کے بارے میں اکثر اوقات عملی واعتقادی خرابی دیکھنے میں آتی ہے، لہٰذا احتراز اولیٰ ہے، تاہم اگر کوئی کرے تو اس کو روکا نہ جائے۔[۴]

= (۱) ما فی " الحدیث النبوی " : عن ابن عمر أن النبی ﷺ قال : إذا أدخل المیت القبر ، قال : وقال أبو خالد: إذا وضع المیت فی لحده قال مرة : " بسم الله وعلی ملة رسول الله " . وقال مرة: " بسم الله وبالله وعلی سنة رسول الله " .

(جامع الترمذی : ۱/۲۰۲ ، أبواب الجنائز ، باب ما جاء ما یقول إذا أدخل المیت قبره)

ما فی " الدر المختار مع الشامیة " : ویستحب أن یقول واضعه : " بسم الله وبالله علی ملة رسول الله " ویوجهه إلیها . (۳/۱۳۱ ، باب صلوٰة الجنائز ، مطلب فی دفن المیت ، الهندیة: ۱/۱۶۶ ، کتاب الصلوٰة ، الباب الحادی والعشرون فی الجنائز ، الفصل السادس فی الدفن ، البحر الرائق: ۲/۳۳۹ ، السلطان أحق بصلوته)

(۲) ما فی " الفتاوی الهندیة " : وأما التلقین بعد الموت فلا یلقن عندنا فی ظاهر الروایة .

(۱/۱۵۷ ، الباب الحادی والعشرون فی الجنائز ، الفصل الأول فی المحتضر)

(۳) ما في " عقود رسم المفتي " :الخامس : ما إذا کان أحدهما ظاهر الروایة ، فیقدم علی الآخر ، قال فی البحر من کتاب الرضاع : الفتوی إذا اختلفت کان الترجیح لظاهر الروایة . (ص/۱۶۴)

(۴) ما فی " الدر المنتقی فی شرح الملتقی " : ولا یلقن بعد الموت وإن فعل لا ینهی عنه .

(۱/۲۶۴ ، باب الجنائز)=

جس میت کی شناخت نہ ہو اس پر نماز جنازہ، غسل اور کفن ودفن

مسئلہ (۵۴): اگر کسی بس یا کار میں مسلمان وکافر سفر کر رہے ہوں، ناگاہ گاڑی حادثہ کا شکار ہوگئی اور تمام مسافرین جائے حادثے پر اس طرح ہلاک ہوگئے کہ شناخت کی کوئی شکل باقی نہیں رہی، تو تمام کو غسل اور کفن دے کر ایک ساتھ سامنے رکھ کر نمازِ جنازہ پڑھی جائے گی اور نیت صرف جنازۂ مسلم کی کیجائے گی۔[۱]

= ما فی " الدر المختار مع الشامية " : ولا يلقن بعد تلحيده وإن فعل لا ينهى عنه . در مختار . وفي الشامية : قال الشامي تحت قوله : (لا يلقن بعد تلحيده) ذكر في المعراج أنه ظاهر الرواية ..... قال في شرح المنية : إن الجمهور على أن المراد منه مجازه ثم قال : وإنما لا ينهى عنه التلقين بعد الدفن ، لأنه لا ضرر فيه بل فيه نفع ، فإن الميت سيتأنس بالذكر على ما ورد في الآثار . (۳/۷۶ ، مطلب في التلقين بعد الموت)

(فتاوی رحیمیہ:۷/۶۸،احسن الفتاوی:۴/۲۵۳،فتاوی محمودیہ:۹/۶۹)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " بدائع الصنائع " : لو اجتمع موتى المسلمين والكفار ، إن كان بالمسلمين علامة يمكن الفصل بها يفصل ..... وإن لم يكن بهم علامة ينظر إن كان المسلمون أكثر غسلوا وكفنوا ودفنوا في مقابر المسلمين وصلى عليهم وينوى بالدعاء المسلمون ..... وأما إذا كانوا على السواء فلا يشكل أنهم يغسلون لما ذكرنا أن فيه تحصيل الواجب مع الإتيان بالجائز في الجملة وينوى بالصلوة والدعاء المسلمين ، لأنهم إن عجزوا عن تعيين العمل للمسلمين لم يعجزوا عن تمييز القصد في الدعاء لهم . (۲/۳۱ ، كتاب الصلوة)

ما في " الدر المختار مع الشامية " : إختلط موتانا بكفار ، ولا علامة أعتبر الأكثر فإن استووا غسلوا واختلف في الصلوة عليهم . الدر المختار . وفي الشامية : قال العلامة ابن عابدين الشامي رحمه الله : قوله : (واختلف في الصلوة) قيل: لا يصلى ، لأن ترك الصلوة على المسلم مشروع =

جل کر مرے ہوئے شخص پر نماز جنازہ اور اس کا غسل وکفن

مسئلہ (۵۵): اگر کوئی شخص دکان، مکان، فیکٹری یا میل وغیرہ میں آگ لگ جانے کی وجہ سے جل کر مر گیا، اور اس کے بدن کا اکثر حصہ خاکستر ہو گیا، تو اس پر غسل ونماز کچھ بھی لازم نہیں ہے، اور اسے ایک کپڑے میں لپیٹ کر دفن کر دیا جائے گا[1]، اور اگر سر کے ساتھ نصف بدن، یا بغیر سر کے نصف سے زیادہ بدن صحیح سالم ہے، تو اس کو غسل دیا جائیگا اور اس پر نماز بھی پڑھی جائے گی۔[2]

= فی الجملة کالبغاة وقطاع الطریق ، فکان أولی من الصلوٰة علی الکافر، لأنها غیر مشروعة ، لقوله تعالی : ﴿ولا تصل علی أحد منهم مات أبدًا﴾ وقیل یصلی ویقصد المسلمین لأنه إن عجز عن التعیین لا یعجز عن القصد ، قال فی الحلیة : فعلی هذا ینبغی أن یصلی علیهم فی حالة ما إذا کان الکفار أکثر ، لأنه حیث قصد المسلمین فقط لم یکن مصلیاً علی الکفار ، فینبغی الصلوٰة علیهم فی الأحوال الثلاث کما قالت به الأئمة الثلاث وهو أوجه قضاء لحق المسلمین بلا إرتکاب منهی عنه . (۸۸/۳ ، کتاب الصلوٰة ، الموسوعة الفقهیة :۳۸/۱۲) (فتاوی محمودیہ:۶۵۹/۸)

الحجة علی ما قلنا :

(۱) ما فی " الفتاوی الهندیة " : وإن وجد نصفه من غیر الرأس أو وجد نصفه مشقوقاً طولا ، فإنه لا یغسل ولا یصلی علیه ، ویلف فی خرقة ویدفن فیها .

(۱۵۹/۱ ، الباب الحادی والعشرون فی الجنائز ، الدر المختار مع الشامیة :۸۶/۳ ، باب صلوٰة الجنائز ، حاشیة الطحطاوي علی مراقي الفلاح: ص/۵۷۵، قبیل فصل الصلوٰة علیه ، حلبی کبیر: ص/۵۹۰ ، فصل فی الجنائز ، مجمع الأنهر : ۲۷۲/۱ ، باب صلوٰة الجنائز)

(۲) ما فی " مجمع الأنهر " : إذا وجد الأکثر أو النصف مع الرأس فیغسل ویصلی علیه بالإتفاق .

(۲۷۳/۱ ، کتاب الصلوٰة ، الدر المختار مع الشامیة : ۸۶/۳ ، کتاب الصلوٰة ، البحر الرائق : ۳۰۵/۲ ، مراقي الفلاح مع الطحطاوي : ص/۵۷۵ ، أحکام الجنائز ، حلبي کبیر: ص/۵۹۰)

(فتاوی محمودیہ:۶۶۴/۸، فتاوی دارالعلوم:۳۴۴/۵)

ایکسیڈنٹ میں یا ڈوب کر مرنے والے کی تجہیز وتکفین اور نماز کا حکم

مسئلہ(۵۶): اگر کوئی آدمی ایکسیڈنٹ میں یا ڈوب کر مر گیا، اور اس کا نصف بدن بغیر سر کے ملا تو نہ اس کو غسل دیا جائے گا اور نہ کفن دیا جائیگا، اور نہ ہی اس پر نمازِ جنازہ پڑھی جائیگی، بلکہ اس کو ایک کپڑے میں لپیٹ کر دفن کر دیا جائیگا[۱]، اور اگر نصف بدن سے زیادہ حصہ ملا، گرچہ بغیر سر کے ہو، یا نصف بدن سر کے ساتھ ملا تو اس کو غسل اور کفن دیا جائیگا، اور اس پر نمازِ جنازہ بھی پڑھی جائے گی۔[۲]

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما فی " الفتاوى الهندية " : وإن وجد نصفه من غير الرأس أو وجد نصفه مشقوقاً طولا ، فإنه لا يغسل ولا يصلى عليه ، ويلف فى خرقة ويدفن فيها .

(۱/۱۵۹ ، الباب الحادى والعشرون فى الجنائز)

ما فى " الدر المختار مع الشامية " : وجد رأس آدمى أو أحد شقيه لا يغسل ولا يصلى عليه بل يدفن .

(۳/۸۶ ، باب الجنائز ، حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح :ص/۵۷۵ ، قبيل فصل الصلوة عليه ، حلبى كبير :ص/۵۹۰ ، فصل فى الجنائز ، مجمع الأنهر :۱/۲۷۲ ، باب صلوة الجنائز)

(۲) ما فى " الدر المختار مع الشامية " : ولا يصلى عليه ..... إلا أن يوجد أكثر من نصفه ولو بلا رأس . در مختار . وفي الشامية : قال ابن عابدين الشامى تحت قوله : (ولو بلا رأس) وكذا يغسل لو وجد النصف مع الرأس . (۳/۸۶ ، كتاب الجنائز)

ما فى " البحر الرائق " : ولو وجد الأكثر من الميت أو النصف مع الرأس غسل وصلى عليه .

(۲/۳۰۵ ، كتاب الجنائز ، مراقى الفلاح :ص/۵۷۵ ، أحكام الجنائز ، مجمع الأنهر :۱/۲۷۳ ، كتاب الصلوة ، حلبى كبير :ص/۵۹۰) (فتاوی محمودیہ:۸/۶۶۴)

خودکشی کرنے والے کی نماز جنازہ

مسئلہ (۵۷): خودکشی کرنا بہت بڑا گناہ ہے، لیکن اس گناہ گار پر بھی نماز جنازہ پڑھی جائے گی، اور جملہ امور تجہیز وتکفین موافقِ سنت ادا کئے جائیں گے، اور یہی قول مفتیٰ بہ ہے۔[1]

پانی میں ڈوب کر مرے ہوئے شخص کو غسل دیا جائیگا یا نہیں؟

مسئلہ (۵۸): اگر کوئی شخص پانی میں ڈوب کر مر جائے، اور پانی زیادہ ہونے کی وجہ سے کافی کوشش کے باوجود نعش نہ ملی، پھر چند روز کے بعد نعش اوپر آئی تو اس میں تعفن پیدا ہو گیا، مگر نعش پھولی پھٹی نہیں ہے تو اس کو غسل دیا جائے گا، اور نماز بھی پڑھی جائے گی[2]،

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " الدر المختار مع الشامية " : من قتل نفسه ولو عمدًا يغسل ويصلى عليه . به يفتى . وإن كان أعظم وزرًا من قاتل غيره . (۳/۱۰۲، باب صلوٰة الجنازة)

ما في " الفتاوى الهندية " : من قتل نفسه عمداً يصلى عليه عند أبى حنيفة ومحمد وهو الأصح ، كذا في التبيين . (۱/۱۶۳ ، الفصل الخامس فى الصلوٰة على الميت)

ما في " تبيين الحقائق " : من قتل نفسه عمدًا يصلى عليه عند أبى حنيفة ومحمد رحمهما الله تعالى وهو الأصح لأنه فاسق غير ساع فى الأرض بالفساد .

(۱/۵۹۷ ، باب الشهيد ، الفقه الإسلامي وأدلته : ۲/۱۵۰۹ ، حكم الصلوٰة على الميت ، الدر المنتقى شرح الملتقى : ۱/۲۸۱ ، باب صلوٰة الجنائز ، الكافي في فقه الحنفي : ۱/۳۲۰ ، باب صلوٰة الجنائز ، البحر الرائق : ۱/۳۵۰) (فتاوی محمودیہ:۸/۶۲۵،فتاوی رحیمیہ:۷/۲۶)

الحجة على ما قلنا :

(۲) ما في " مراقى الفلاح مع الطحطاوي " : يغسل ويصلى عليه ما لم يتفسخ .

(ص/۲۱۶ ، أحكام الجنائز ، فصل السلطان أحق بصلوٰته)=

کیوں کہ پانی میں ڈوبنا غسل کیلئے کافی نہیں ہے، بلکہ غسل میں فعل غسل کا پایا جانا ضروری ہے، اور وہ زندوں کی طرف سے نہیں پایا گیا[۱]، ہاں اگر نکالتے وقت غسل کی نیت سے میت کو تین بار پانی میں حرکت دیدی جائے تو یہ غسل کیلئے کافی ہو جائیگا[۲]، اور اگر نعش پھول پھٹ گئی ہے کہ بدن کو ملنا متعذر رہے تو ایسی صورت میں نعش پر صرف پانی بہادینا کافی ہے[۳]، اور اس پر نمازِ جنازہ نہیں پڑھی جائے گی، کیوں کہ نمازِ جنازہ بدن پر مشروع ہے، اور اس کے پھٹ جانے کی صورت میں وہ باقی نہ رہا۔[۴]

= (۱) ما فی " منحة الخالق على البحر الرائق " : عن محمد وأبی یوسف : یفید أن الفرض فعل الغسل منا ..... لو وجد المیت فی الماء لا بد من غسله ، لأن الخطاب یتوجه إلی بنی آدم ولم یوجد منهم فعل ، فالحاصل أنه لا بد فی إسقاط الواجب من الفعل ، وأما النیة فشرط لتحصیل الثواب . (۲/۳۰۵ ، کتاب الجنائز ، الفتاوی الولوالجیة : ۱/۱۵۹ ، الفصل الثالث عشر فی الجنائز ، الشامیة : ۳/۸۷ ، باب صلوة الجنائز)

(۲) ما فی " الفقه الإسلامي وأدلته " : ویجزی الغسل بدون نیة لکن یجب غسل الغریق ، فیحرک فی الماء بنیة الغسل ثلاثاً لأنا مأمورون بغسل المیت ، لکن قال الحنفیة : النیة لیست لصحة الطهارة . (۲/۱۴۸۷ ، الدر المختار مع الشامیة :۳/۸۷ ، باب صلوة الجنائز)

(۳) ما فی " الفتاوی الهندیة " : ولو کان المیت متفسخاً یتعذر مسحه کفی صب الماء علیه کذا فی التاتارخانیة ناقلا عن العتابیة . (۱/۱۵۸ ، الفصل الثانی فی الغسل ، الفتاوی التاتارخانیة : ۱/۵۹۱ ، الفصل الثانی والثلاثون فی الجنائز ، فی بیان الأسباب المسقطة تغسل المیت)

(۴) ما فی " حاشیة الطحطاوی علی مراقی الفلاح " : فإن تفسخ لا یصلی علیه مطلقًا لأنها شرعت علی البدن ولا وجود له مع التفسخ .

(ص/۵۹۲ ، أحکام الجنائز ، فصل السلطان أحق بصلوته) (فتاوی محمودیہ:۸/۶۲۷،فتاوی رحیمیہ:۷/۵۷)

کفن کے کپڑے کا رنگ؟

مسئلہ (۵۹): کفن کیلئے بہتر وافضل یہی ہے کہ وہ سفید کپڑے کا ہو[۱]، اس کے علاوہ دوسرے رنگ کے کپڑوں میں بھی کفن دیا جاسکتا ہے، فقہاء کرام نے اس سلسلے میں یہ اصول لکھا ہے کہ زندگی میں جس کپڑے کو پہننا جائز ہے، موت کے بعد اس میں کفن دینا بھی جائز ہے، مردوں کیلئے چونکہ ریشمی اور زعفرانی کپڑا حرام ہے، اس لئے اس میں کفن دینا جائز نہیں، اور عورتوں کیلئے زندگی میں ایسے کپڑوں کو پہننا درست ہے، اس لئے ان کو ایسے کپڑوں میں بھی کفن دینا درست ہے۔[۲]

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما فی " الحديث النبوی ": عن سمرة قال : قال رسول الله ﷺ : " البسوا من ثيابكم البيض، وكفنوا فيها موتاكم " .

(المسند للإمام أحمد بن محمد بن حنبل :۵/۲۳۵ ، رقم الحديث : ۱۹۵۹۹)

ما فی " بدائع الصنائع " : وأما صفة الكفن فالأفضل أن يكون التكفين بالثياب البيض ، لما روى عن جابر بن عبد الله الأنصاری عن رسول الله ﷺ أنه قال : " أحب الثياب إلى الله تعالى البيض ، فليلبسها أحياء كم وكفنوا فيها موتاكم " . (۲/۳۹ ، الشامية : ۳/۹۴ ، باب صلوٰة الجنائز)

(۲) ما فی " البحر الرائق " : ولم يبين لون الأكفان لجواز كل لون لكن أحبها البياضُ ، ولم يبين جنسها لجواز الكل لا ما لا يجوز لبسه حال الحياة كالحرير للرجال . (۲/۳۰۸ ، كتاب الجنائز)

ما فی " بدائع الصنائع " : والبرود والكتان والقصب كل ذلك حسن ..... والحاصل : أن ما يجوز لكل جنس أن يلبسه فی حياته ، يجوز أن يكفن فيه بعد موته ، حتى يكره أن يكفن الرجل فی الحرير والمعصفر والمزعفر ، ولا يكره للنساء ذلك اعتبارًا باللباس فی حال الحياة .

(۲/۳۹ ، الدر المختار مع الشامية : ۳/۹۴ ، باب صلوٰة الجنائز ، الفتاوى الهندية : ۱/۱۶۱ ، باب الجنائز ، الفصل الثالث فی التكفين)=

جنازہ کی چادر پر قرآنی آیات کی کشیدہ کاری

مسئلہ(۶۰): اکثر علاقوں میں جنازہ کی چادر پر قرآنی آیات کی کشیدہ کاری کا رواج ہے، اس میں قرآنی آیات کی بے ادبی کا خطرہ ہے، نیز یہ عمل سنت سے ثابت نہیں، لہٰذا اسے چھوڑ دینا ضروری ہے۔[1]

= ما فی " الفتاوی الولوالجیة " : عن محمد أن المرأة تکفن فی الإبریشم والحریر والمعصفر والمزعفر ، ویکرہ ذلک للرجال اعتبارًا بحالة الحیاة .

(۱/۱۶۶ ، الفصل الثالث عشر فی الجنائز) (فتاوی دارالعلوم:۵/۲۶۳،فتاوی محمودیہ:۸/۵۲۵،کتاب الفتاوی:۳/۱۵۸)

الحجة علی ما قلنا :

(۱) ما فی " الشامیة " : تکرہ کتابة القرآن وأسماء اللہ تعالی علی الدراهم والمحاریب والجدران وما یفرش ، وما ذاک إلا لاحترامه وخشیة وطئه ونحوه مما فیه إهانة ، فالمنع هنا بالأولی ما لم یثبت عن المجتهد أو ینقل فیه حدیث ثابت .

(۳/۱۴۶ ، ۱۴۷ ، باب صلاة الجنازة ، مطلب فیما یکتب عن کفن المیت ، الفتاوی الهندیة : ۵/۳۲۳ ، الباب الخامس فی آداب المسجد والقبلة والمصحف)

ما فی " مجموعة رسائل اللکنوی " : الاستفسار : قد تعارف فی بلادنا أنهم یلقون علی قبر الصلحاء ثوباً مکتوباً فیه سورة الإخلاص ، هل فیه بأس ؟ الاستبشار : هو استهانة بالقرآن ، لأن هذا الثوب إنما یلقی تعظیمًا للمیت ، ویصیر هذا الثوب مستعملا مبتذلا ، وابتذال کتاب اللہ من أسباب عذاب اللہ کذا فی نصاب الاحتساب .

(۴/۱۵۹ ، رسالہ نفع المفتی والسائل ، ما یتعلق بتعظیم إسم اللہ وإسم حبیب اللہ الخ)
(أحسن الفتاوی:۴/۲۳۰،فتاوی محمودیہ:۸/۵۴۰)

آدمی جس جگہ وفات پائے اسے وہیں دفن کردیا جائے

مسئلہ (۶۱): شریعت کا حکم یہ ہے کہ آدمی جس جگہ وفات پائے اسے وہیں دفن کردیا جائے، گرچہ اس نے وصیت کی ہو کہ اسے کسی اور بستی میں دفن کیا جائے، کیوں کہ اس طرح کی وصیت باطل ہے[۱]، نیز میت کو ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کرنا مکروہ تحریمی ہے، اس پر تمام فقہاء کا اتفاق ہے، اگر کہیں کسی فقیہ نے اس کی اجازت بھی دی ہے تو وہ ایک دو میل کی قید کے ساتھ مقید ہے، اس لئے آدمی کا انتقال جس جگہ ہوا سے وہیں دفن کردینا چاہیے۔

بعض لوگ میت کو ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کرنے کے جواز کو ثابت کرنے کیلئے حضرت یعقوب و یوسف علیہما السلام کے مصر سے ملک شام منتقل کئے جانے کے واقعے سے استدلال کرتے ہیں، جب کہ ان کا یہ استدلال صحیح نہیں ہے[۲]، کیوں کہ یہ واقعہ شریعتِ سابقہ کا ہے،

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما فی " الدر المختار مع الشامية " : أوصىٰ بأن يصلى عليه فلان أو يحمل بعد موته إلى بلدٍ آخر فهى باطلة . سراجية . در مختار . (۱۰/۲۹۷ ، كتاب الوصايا)

(۲) ما فی " الدر المختار مع الشامية " : قوله : (ولا بأس بنقله قبل دفنه) قيل مطلقاً ، وقيل إلى ما دون مدة السفر ، وقيده محمد بقدر ميل أو ميلين ، لأن مقابر البدل ربما بلغت هذه المسافة فيكره فيما زاد ، قال فى النهر عن " عقد الفرائد " : هو الظاهر ..... وأما نقل يعقوب ويوسف عليهما السلام من مصر إلى الشام ليكونا مع آبائهما الكرام فهو شرع من قبلنا ولم يتوفر فيه شروط كونه شرعاً لنا . (۳/۱۳۷ ، كتاب الجنائز ، مطلب فى دفن الميت)

ما فی " حاشية الطحطاوى على مراقى الفلاح " : (ويستحب الدفن فى) مقبرة (محل مات به أو قتل) لما روى عن عائشة رضى الله تعالى عنها أنها قالت حين زارت قبر أخيها عبد الرحمن =

اور شریعت سابقہ اس وقت تک ہم پر لازم نہیں ہوتی جب تک کہ اللہ اور اس کے رسول نے اسے بغیر انکار کے بیان نہ کیا ہو، لیکن اگر بیان کے بعد صراحۃً یا دلالۃً انکار کر دیا ہو تو اس کے احکام ہم پر لازم نہیں ہوتے ہیں۔[1]

= وكان مات بالشام وحمل منها : " لو كان الأمر فيك إلي ما نقلتك ولدفنتك حيث مت " . (فإن نقل قبل الدفن قدر ميل أو ميلين) ونحو ذلك (لا بأس به) لأن المسافة إلى المقابر قد تبلغ هذا المقدار (وكره نقله لأكثر منه) أى أكثر من الميلين كذا فى الظهيرية ..... قوله : (بيان أن النقل من بلد إلى بلد مكروه) أى تحريماً لأن قدر الميلين فيه ضرورة ، ولا ضرورة فى النقل إلى بلد آخر الخ . (ص/٢١٣ ، ٢١٤ ، فصل فى حملها ودفنها)

(۱) ما فى " حاشية نور الأنوار " : قال العلامة عبد الحليم : وأما شرائع من قبلنا ... . إنما تلزمنا إذا قصها الله ورسوله من غير إنكار ، كقوله تعالى : ﴿وكتبنا عليهم فيها أن النفس بالنفس والعين بالعين والأنف بالأنف والأذن بالأذن والسن بالسن والجروح قصاص﴾ . وهذا كله باقٍ علينا ، وأما إذا لم يقصها الله ورسوله بل وجدت فى التوراة أو الإنجيل ، فلا تلزمنا لأنهم حرفوهما كثيرًا فلم يتيقن أنها من الله ، وكذا إذا قصها الله ورسوله علينا ثم أنكر بعد القصة صريحًا بأن قال : لا تفعلوا مثل ذلك ، أو دلالةً بأن قال : ذلك جزاء ظلمهم ، كقوله تعالى : ﴿وعلى الذين هادوا حرّمنا كل ذى ظفر ومن البقر والغنم حرمنا عليهم شحومهما﴾ ..... ثم قال : ﴿ذلك جزيناهم ببغيهم﴾ فعلم أنه ليس حرامًا علينا . (ص/ ٩ ، رقم الحاشية : ٨)

(فتاوی محمودیہ:۹/۱۲۴-۱۳۱، أحسن الفتاوی:۴/ ۲۱۸-۲۲۱)

میت غائب پر نماز جنازہ درست نہیں

مسئلہ (۶۲): عند الحنفیہ نمازِ جنازہ کیلئے میت کا سامنے موجود ہونا ضروری ہے، غائب پر درست نہیں[۱]، آپ ﷺ کے بعد صحابۂ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین میں سے کسی کا میتِ غائب پر نمازِ جنازہ پڑھنا نہیں دیکھا گیا[۲]، البتہ امام شافعی وامام احمد رحمہما اللہ کے نزدیک غائبانہ نمازِ جنازہ جائز ہے، ان کی دلیل یہ ہے کہ آپ ﷺ نے نجاشی کی غائبانہ نمازِ جنازہ پڑھی ہے[۳]، لیکن شراحِ حدیث نے لکھا ہے کہ نجاشی کا جنازہ آپ ﷺ کے

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما فی " التنوير وشرحه مع الشامية " : ووضعه وكونه هو أو أكثره أمام المصلى وكونه للقبلة فلا تصح على غائب . (۹۸/۳ ، كتاب الصلوٰة ، مطلب فی صلوٰة الجنازة)

ما فی " البحر الرائق " : وزاد فی فتح القدير وغيره شرطاً ثالثاً فی الميت وهو وضعه أمام المصلى فلا تجوز على غائب . (۳۱۴/۲ ، كتاب الجنائز ، السلطان أحق بصلوته ، حلبي كبير :ص/۵۸۳، فصل فی صلوٰة الجنازة ، الرابع فی الصلوٰة عليه ، بدائع الصنائع :۴۸/۲ ، حاشية الطحطاوی على مراقی الفلاح :ص/۵۸۲ ، فصل الصلوٰة عليه)

(۲) ما فی " عمدة القاری " : وقد مات من الصحابة خلق كثير وهو غائبون عنه ، فسمع بهم فلم يصل عليهم . (۳۱/۸ ، كتاب الجنائز ، باب الرجل ينعیٰ إلى أهل الميت بنفسه)

ما فی " أوجز المسالک " : وقال الشيخ ابن القيم : لم يكن من هديه ﷺ الصلوٰة على كل ميت غائب ، فقد مات خلق كثير من المسلمين وهو غُيّبٌ فلم يصل عليهم . (۴۴۴/۴ ، التكبير على الجنائز ، زاد المعاد لإبن القيم :ص/۱۴۴ ، فصل فی هديه ﷺ فی الصلوٰة على الغائب)

(۳) ما فی " المؤطا لإمام مالک " : عن أبی هريرة : " أن رسول الله ﷺ نعیٰ النجاشی للناس فی اليوم الذی مات فيه ، وخرج بهم إلى المصلى فصف بهم وكبر أربع تكبيرات " .

(ص/۷۸ ، صحيح البخاری : ۱۶۶/۱ ، كتاب الجنائز)=

سامنے کردیا گیا تھا، لہٰذا وہ غائبانہ نمازِ جنازہ نہیں تھی۔[1]

چار تکبیرات نماز جنازہ کے ارکان ہیں

مسئلہ(۶۳): چار تکبیرات نمازِ جنازہ کے ارکان ہیں[2] اور دعا مسنون

= ما فی " أوجز المسالک " : قال الزرقانی : إن فی الحدیث الصلوٰة علی المیت الغائب عن البلد ، وبه قال الشافعي وأحمد وأکثر السلف ، وقال الحنفیة والمالکیة : لا تشرع ونسبه ابن عبد البر لأکثر العلماء . (۴/۴۴۳ ، التکبیر علی الجنائز)

(۱) ما فی " أو جز المسالک " : وقال أبوحنیفة ومالک : هذا خاص به ، ولیس ذلک لغیره ، قال أصحابهما : ومن الجنائز أن یکون رفع له سریره فصلی علیه وهو یری فصلوته علی الحاضر المشاهد وإن کان علی مسافة من البعد ، والصحابة وإن لم یروه فهم تابعون للنبی ﷺ قالوا : ویدل علی هذا أنه لم ینقل أنه کان یصلی علی کل الغائبین غیره ، وترکه سنة کما أن فعله سنة ولا سبیل لأحد بعده إلی أن یعاین سریر المیت من المسافة البعیدة ، ویرفع له حتی تصلی علیه ..... ویؤید ما ذکره الواحدی بلا إسناد عن ابن عباس قال : " کشف للنبی ﷺ عن سریر النجاشی حتی رآه وصلی علیه " . (۴/۴۴۴ ، ۴۴۵ ، باب التکبیر علی الجنائز)

ما فی " حاشیة الطحطاوی علی مراقی الفلاح " : الصلوٰة علی النجاشی کانت بمشهده کرامة له ومعجزة للنبی ﷺ ، قوله : (کانت بمشهده) أی بمکان رآه وشاهده فیه ، فرفع له سریره حتی رآه بحضرته ، فتکون صلوٰة من خلفه علی میت یراه الإمام دون المأمومین ، وهذا غیر مانع من الإقتداء . (ص/۵۸۲ ، أحکام الجنائز ، البحر الرائق : ۲/۳۱۵ ، فصل السلطان أحق بصلوته)

(فتاویٰ محمودیہ:۸/۶۶۷)

الحجة علی ما قلنا :

(۲) ما فی " حاشیة الطحطاوی علی مراقی الفلاح " : وأرکانها التکبیرات والقیام .

(ص/۵۸۱ ، فصل الصلوٰة علیه ، الدر المختار مع الشامیة :۳/۹۹ ، باب صلوٰة الجنائز ، حلبي کبیر: ص/۵۸۴ ، الرابع الصلوٰة علیه ، فصل فی صلوٰة الجنازة)

ہے[۱]، اس لئے اگر کسی شخص نے تین تکبیرات پر ہی نماز ختم کردی تو اس کی نماز نہیں ہوگی[۲]، اور اگر کوئی شخص دعا چھوڑ دے تو اس کی نماز ہوجائے گی، اگر امام بھول کر پانچویں تکبیر کہے تو مقتدی پانچویں تکبیر نہ کہے، بلکہ امام کے سلام کا انتظار کرے، یہی قول مفتیٰ بہ ہے، اور اگر انتظار نہ کرکے سلام پھیر دے تب بھی ان کی نماز ہوجائے گی۔[۳]

---

(۱) ما فی " الدر المختار مع الشامیة " : وسنتها ثلاثة : التحمید والثناء والدعاء فیها .

(۱۰۰/۳ ، باب صلوٰة الجنائز)

ما فی " الفقه الإسلامی وأدلته " : وسنن صلوٰة الجنازة ثلاثة : التحمید والثناء والدعاء فیها .

(۱۵۱۳/۲ ، أرکان صلوٰة الجنازة وسننها)

(۲) ما فی " حاشیة الطحطاوی " : قال الطحطاوی : إن الإمام إذا اقتصر علی ثلاثة فسدت فیما یظهر ، وإذا فسدت علی الإمام فسدت علی المأموم لترک رکن من أرکانها .

(ص/۵۸۷ ، فصل الصلوٰة علیه)

ما فی " الفتاوی الهندیة ": وصلاة الجنازة أربع تکبیرات، ولو ترک واحدة منها لم تجز صلوٰته . هکذا فی الکافی . (۱۶۴/۱ ، الفصل الخامس فی الصلوٰة علی المیت)

(۳) ما فی " البحر الرائق " : فلو کبر الإمام خمسًا لم یتبع لأنه منسوخ ولا متابعة فیه ولم یبین ماذا یصنع ؟ وعن أبی حنیفة روایتان : فی روایة یسلم للحال ولا ینتظر تحقیقًا للمخالفة ، وفی روایة یمکث حتی یسلم معه إذا سلم لیکون متابعًا فیما تجب فیه المتابعة . وبه یفتی .

(۲۲۳/۲ ، السلطان أحق بصلوٰته ، بدائع الصنائع : ۵۱/۲ ، ۵۲ ، کیفیة الصلوٰة علی الجنازة ، الهندیة: ۱۶۴/۱ ، الفصل الخامس فی الصلوٰة علی المیت ، الدر المختار مع الشامیة : ۱۰۵/۳ ، ۱۰۶ ، باب صلوٰة الجنائز) (فتاویٰ محمودیہ:۵۵۲/۸ ۵۵۳)

نماز جنازہ کی تکبیریں فوت ہوجائیں تو کیا کرے؟

مسئلہ (۶۴): اگر کوئی شخص جنازہ کی نماز میں ایسے وقت شریک ہوا کہ امام دو تکبیر کہہ چکا تھا، تو یہ شخص تیسری تکبیر کہہ کر امام کے ساتھ شریک ہوکر دعاء پڑھے، پھر چوتھی تکبیر کے بعد جب امام نماز پوری کردے تو یہ ایک تکبیر کہہ کر ثناء پڑھے، دوسری تکبیر کہہ کر درود شریف پڑھے، اور اگر جنازہ جلدی اٹھائے جانے کا اندیشہ ہو تو صرف دو تکبیر کہہ کر نماز ختم کردے[1]، اور اگر ایسے وقت پہنچا کہ امام چاروں تکبیریں کہہ چکا تھا، مگر ابھی سلام نہیں

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما فی " التنوير وشرحه مع الشامية " : (والمسبوق) ببعض التكبيرات لا يكبر فی الحال بل (ينتظر) تكبير (الإمام ليكبر معه) للإفتتاح لما مر أن كل تكبيرة كركعة ، والمسبوق لا يبدأ بما فاته (كما لا ينتظر الحاضر) فی (حال التحريمة) بل يكبر اتفاقاً للتحريمة لأنه مدرک ، ثم يكبر أن ما فاتهما بعد الفراغ نسقاً (بلا دعاء إن خشيا رفع الميت على الاعناق) .

(۱۰۸/۳ ، باب الجنائز)

ما فی " الفتاوى الهندية " : وإذا جاء رجل وقد كبر الإمام التكبيرة الأولى ولم يكن حاضرًا انتظره حتى يكبر الثانية ويكبر معه ، فإذا فرغ الإمام كبر المسبوق التكبيرة التی فاتته قبل أن ترفع الجنازة ، وهذا قول أبی حنيفة ومحمد رحمهما الله ، وكذا إن جاء وقد كبر الإمام تكبيرتين ، أو ثلاثاً . كذا فی السراج الوهاج . (۱۶۴/۱ ، ۱۶۵ ، الباب الحادی والعشرون فی صلوٰة الجنازة ، الفصل الخامس فی الصلوٰة على الميت ، البحر الرائق : ۳۲۴/۲ ، كتاب الجنائز ، السلطان أحق بصلوته ، مراقي الفلاح مع الطحطاوي :ص/۲۱۶ ، أحكام الجنائز ، فصل السلطان أحق بصلوته ، حلبی كبير :ص/۵۸۷ ، فصل فی الجنائز ، الرابع الصلوٰة عليه)

پھیرا تھا تو یہ شخص نماز میں شریک ہوجائے اور امام کے سلام پھیرنے کے بعد تین تکبیریں بغیر دعا کے کہے۔[۱]

جنازہ کی نماز ایک دفعہ ہے اس سے زیادہ نہیں

مسئلہ (۶۵): جنازہ کی نماز ایک دفعہ ہے اس سے زیادہ نہیں[۲]، ہاں اگر ولی نے ابھی نماز نہیں پڑھی، بلکہ کسی اور نے اس کی اجازت کے بغیر پڑھ لی، پھر ولی پڑھنا چاہے تو اس کو اجازت ہے[۳]، لیکن اگر ولی نے کسی اور کو نماز جنازہ پڑھانے کی اجازت دیدی، اجازت چاہے صراحۃً ہو یا دلالۃً، یعنی دوسرے لوگوں نے اپنے طور پر نماز شروع کی اور ولی نے اقتدا کرلی، یا ولی وہاں موجود ہوتے ہوئے نماز جنازہ میں محض اس لیے شریک نہ ہوا،

---

(۱) ما فی " الفتاوی الهندية " : وإن جاء رجل وقد كبر الإمام أربعًا ولم يسلم ..... الأصح أنه يدخل وعليه الفتوى . كذا في المضمرات . ثم يكبر ثلاثاً قبل أن ترفع الجنازة متتابعًا لا دعاء فيها . كذا في خلاصة وفتاوى قاضيخان .

(۱/۱۶۵ ، الفصل الخامس في الصلوة على الميت ، فتاوى قاضي خان : ۱/۹۲ ، باب في غسل الميت ، البحر الرائق : ۲/۳۲۵ ، السلطان أحق بصلوته) (فتاوی محمودیہ:۸/۵۹۴،فتاوی حقانیہ:۳/۴۴۱)

الحجة على ما قلنا :

(۲) ما فی " الفتاوی الهندية " : ولا يصلى على ميت إلا مرة واحدة .

(۱/۱۶۳ ، الفصل الخامس في الصلاة على الميت)

(۳) ما فی " بدائع الصنائع " : ولا يصلى على ميت إلا مرة واحدة ، لا جماعة ولا وحدانا عندنا ، إلا أن يكون الّذين صلوا عليها أجانب بغير أمر الأولیا ، ثم حضر الولی فحينئذٍ له أن يعيدها .

(۲/۴۷ ، كتاب الصلاة ، من يصلى عليه)=

تاکہ دوبارہ، سہ بارہ نماز جنازہ ہوسکے، تواس صورت میں بھی دوبارہ نمازِ جنازہ پڑھنے کی اجازت نہیں ہے، اس لیے کہ ایک بار نماز پڑھ لینے سے فریضہ ساقط ہوگیا، اب دوبارہ سہ بارہ نمازِ جنازہ پڑھنا خلافِ مشروع ہونے کی وجہ سے بدعت ہے، اوراس میں تنفل جائز نہیں ہے[1]، البتہ اگر کوئی شخص نمازِ جنازہ کے بعد حاضر ہوا ہوتو دعا واستغفار کرلے۔

اگر کوئی شخص حضرات صحابہ کے عمل سے استدلال کرتے ہوئے یہ کہے کہ ''انہوں نے حضور اقدس ﷺ کی نماز جنازہ یکے بعد دیگرے ادا کی''، تواس سے استدلال کرنا صحیح نہیں، اس لیے کہ فقہائے کرام نے ان کے عمل کی توجیہات بیان فرمائی ہیں:

۱۔ بحیثیت خلیفۃ المسلمین حقِ ولایت حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حاصل تھا، آپ کے پڑھنے سے قبل دوسرے لوگ پڑھتے رہے، خلافت کے انتظام اور تسکین فتنہ کے بعد جب آپ نے پڑھ لی، تواس کے بعد کسی نے بھی نہیں پڑھی۔[2]

= (۱) ما فی " البحر الرائق " : قوله : (ولم يصل غيره بعده) أی بعد ما صلى الولي لأن الفرض قد تأدى بالأولى ، والتنفل بها غير مشروع .

(۲/۳۱۸ ، كتاب الجنائز ، الهندية : ۱/۱۶۳ ، الفصل الخامس فی الصلاة على الميت)

ما فی " بدائع الصنائع " : ولأن الفرض قد سقط بالفعل مرة واحدة لكونها فرض كفاية ، ولهذا إن لم يصل لو ترك الصلاة ثانياً لا يأثم ، وإذا سقط الفرض فلو صلى ثانياً كان نفلا ، والتنفل بصلاة الجنازة غير مشروع . (۲/۴۸ ، كتاب الصلاة ، كيفية الصلاة على الجنازة)

(۲) ما فی " بدائع الصنائع " : وروي عنه ﷺ أنه قال : لا يصلى على غير ما دامت بين أظهركم فلم يسقط الفرض بأداء غيره ، وهذا هو تأويل فعل الصحابة رضى الله تعالى عنهم ، فإن الولاية كانت لأبى بكر ، لأنه هو الخليفة إلا أنه كان مشغولا بتسوية الأمور وتسكين الفتنة ، فكانوا يصلون عليه قبل حضوره ، فلما فرغ صلى عليه ثم لم يصلى بعده عليه . والله أعلم .

(۲/۴۸ ، كتاب الصلاة ، كيفية الصلاة على الجنازة)=

۲- یہ حضور اقدس ﷺ کی خصوصیت تھی۔ (۱)

۳- حضور اقدس ﷺ کا صحابہ پر جو حق عظیم ہے، وہ ظاہر ہے، لہٰذا ہر وہ صحابی جو اس وقت وہاں موجود تھے، ان پر نمازِ جنازہ فرض عین تھی، مکرر پڑھنا ان کے حق میں نفل نہیں تھا۔ (۲)

کئی جنازے جمع ہوں تو پہلے کس کی نماز پڑھی جائے؟

مسئلہ (۶۶): اگر کئی جنازے جمع ہو جائیں تو بہتر یہ ہے کہ ہر جنازہ پر الگ الگ نماز پڑھی جائے، پہلے اس پر نماز پڑھی جائے جو افضل ہو، پھر اس کے بعد جو افضل ہو، اسی ترتیب کے ساتھ، اور اگر اس ترتیب کا لحاظ نہیں کیا گیا تب بھی کوئی مضائقہ نہیں، اور اگر تمام جنازوں پر اکٹھا نماز پڑھی گئی تو یہ بھی درست ہے (۳)، اور اس صورت میں تمام

= (۱) ما في " حاشية الطحطاوي " : وصلاة الصحابة عليه ﷺ أفواجًا خصوصية كما أن تأخير دفنه من يوم الإثنين إلى ليلة الأربعاء كان كذلك ، لأنه مكروه في حق غيره بالإجماع .

(ص/ ۵۹۱ ، كتاب الصلاة)

(۲) ما في " حاشية الطحطاوي " : أو لأنها كانت فرض عين على الصحابة لعظيم حقه ﷺ عليهم لا تنفلا بها ، وأن لا يصلى على قبره الشريف إلى يوم القيامة لبقائه ﷺ كما دفن طرياً ، بل هو حي يرزق ، ويتنعم بسائر الملاذ والعبادات ، وكذا سائر الأنبياء عليهم الصلاة والسلام ، وقد أجمعت الأمة على تركها كما في السراج والحلبي والشرح . (ص/ ۵۹۱ ، كتاب الصلاة)

(فتاوی رحیمیہ: ۷/ ۴۸، فتاوی دار العلوم: ۵/ ۲۸۹، فتاوی حقانیہ: ۳/ ۴۴۳)

الحجة على ما قلنا :

(۳) ما في " التنوير وشرحه مع الشامية " : وإذا اجتمعت الجنائز فإفراد الصلوٰة على كل واحدة أولى من الجمع ، وتقديم الأفضل أفضل ، وإن جمع جاز .

(۳/ ۱۱۱ ، باب صلوٰة الجنائز ، مطلب هل يسقط فرض الكفاية بفعل الصبي)=

جنازوں کو قبلہ کی سمت میں اس طرح لمبی صف بنا کر رکھدیں کہ سب کے سینے امام کے محاذات میں ہوں۔[1]

نماز جنازہ کی صفوں میں طاق عدد کا لحاظ رکھنا

مسئلہ(۶۷): نماز جنازہ کی صفوں میں طاق عدد کا لحاظ رکھنا شرعاً مستحب ہے، کیوں کہ آپ ﷺ کا ارشاد ہے: جس شخص پر تین صفوں نے نمازِ جنازہ پڑھی اس کی

= ما فی " البحر الرائق " : ولم یذکر المصنف ما إذا اجتمعت الجنائز للصلوٰة قالوا : الإمام بالخیار إن شاء صلی علیهم دفعة واحدة ، وإن شاء صلی علی کل جنازة صلوٰة علی حدةٍ ، فإن أراد الثانی فالأفضل أن یقدم الأفضل فالأفضل ، فإن لم یفعل فلا بأس به .

(۳۲۸/۲ ، فصل السلطان أحق بصلوته ، الفتاوی الهندیة : ۱۶۵/۱ ، الفصل الخامس فی الصلوٰة علی المیت ، خلاصة الفتاوی: ۲۲۴/۱ ، الفصل الخامس والعشرون فی الجنائز ، بدائع الصنائع: ۵۶/۲ ، فصل فی بیان ما تصح به وما تفسده)

(۱) ما فی " منحة الخالق علی البحر الرائق " : لو اجتمعت الجنائز فافراد الصلوٰة لکل أولیٰ ویبدأ بالأفضل وإن جمع جعلها صفاً طولا واحدًا بعد واحدٍ لیقوم بحذاء صدر الکل .

(۲۷۷/۱ ، باب صلوٰة الجنائز)

ما فی " مراقی الفلاح مع الطحطاوي " : وإن اجتمعن وصلی مرة واحدة صح ، وإن شاء جعلهم صفًا عریضًا ویقوم عند أفضلهم وإن شاء جعلها أی الجنائز صفًا طویلا مما یلی القبلة بحیث یکون صدر کل واحد منهم قدام الإمام محاذیاً له . (ص/۲۱۶ ، فصل السلطان أحق بصلوته)

(فتاویٰ محمودیہ:۸/۵۸۵، فتاویٰ دارالعلوم:۵/۳۲۷، کتاب الفتاویٰ:۳/۱۷۸)

مغفرت ہوجاتی ہے[۱]، چنانچہ اگر کسی جنازہ میں محض سات آدمی ہوں تو ان میں سے ایک امامت کیلئے آگے بڑھ جائے، اوراس کے پیچھے تین لوگ کھڑے ہوں، پھران کے پیچھے دو اوران کے پیچھے ایک[۲]، نیز اس طاق عدد کے لحاظ میں نابالغوں کو بھی شمار کیا جاسکتا ہے۔[۳]

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما فی " الحديث النبوی " : عن مرثد اليزنی عن مالک بن هبيرة قال : قال رسول الله ﷺ : " ما من ميت يموت ، فيصلی عليه ثلاثة صفوف من المسلمين إلا أوجب أی استحق الجنة " .

(السنن لأبی داود :ص/۴۵۱ ، كتاب الجنائز ، باب فی الصف على الجنازة)

(۲) ما فی " حلبی كبير " : يستحب أن يصفوا ثلاثة صفوف حتى لو كانوا سبعة يتقدم أحدهم للإمامة ويقف وراءه ثلاثة ، وراء هم اثنان ، ثم واحد ذكره فی المحيط ، لقوله عليه الصلاة والسلام : " من صلى عليه ثلاثة صفوف غفر له " .

(ص/۵۸۸ ، فصل فی الجنائز ، الرابع الصلوة عليه ، الفتاوى الهندية : ۱/۱۶۴ ، كتاب الصلوٰة ، الباب الحادی والعشرون فی الجنائز ، الفصل الخامس فی الصلوٰة على الميت)

(۳) ما فی " الحديث النبوی " : عن عبد الرحمن بن غنم قال : قال أبومالک الأشعری : ألا أحدثكم بصلوٰة النبی ﷺ ؟ قال : " فأقام الصلوٰة فصف الرجال وصف الغلمان خلفهم ثم صلى بهم " . (السنن لأبی داود :ص/۹۸ ، كتاب الصلوٰة ، باب مقام الصبيان من الصف)

ما فی " بدائع الصنائع " : لو اجتمع الرجال والنساء والصبيان والخناثى والصبيات المراهقات ، فأرادوا أن يصطفوا للجماعة يقوم الرجال صفًا مما يلى الإمام ، ثم الصبيان بعدهم ، ثم الخناثى ، ثم الإناث ، ثم الصبيات المراهقات . (۱/۳۹۲ ، كتاب الصلوٰة ، فصل أما بيان مقام الإمام والمأموم) (فتاوی محمودیہ:۸/۵۹۷،فتاوی حقانیہ:۳/۴۴۶)

جوتا یا چپل پہن کر نمازِ جنازہ پڑھنا

مسئلہ(۶۸): جوتا یا چپل پہن کر نمازِ جنازہ پڑھنا جبکہ وہ پاک ہوں جائز ہے[۱]، اور اگر نیچے کا حصہ نجس ہو تو پیر سے نکال کر ان پر پیر رکھ کر نماز پڑھنا درست ہے، بشرطیکہ اوپر کا حصہ پاک ہو[۲]، اگر اوپر کا حصہ نجس ہو تو پھر نکالنا اور پیر سے علیحدہ کرنا ضروری ہے، ورنہ نماز درست نہیں ہوگی۔[۳]

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما فی " الحديث النبوی " : عن سعيد بن يزيد الأزدي قال : سألت أنس بن مالک : " أ كان النبی ﷺ يصلی فی نعليه ؟ قال : نعم " . (صحيح البخاری : ۱/ ۵۶ ، باب الصلوٰة فی النعال)

ما فی " عمدة القاری " : وقال ابن بطال : معنى هذا الحديث عند العلماء : إذا لم يكن فی النعلين نجاسة فلا بأس بالصلوٰة فيهما ، وإن كان فيهما نجاسة فليمسحهما ويصلی فيهما .

(۴/ ۱۷۶ ، باب الصلوٰة فی النعال)

(۲) ما فی " حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح " : لو افترش نعليه وقام عليهما جاز ، فلا يضر نجاسة ما تحتهما ، لكن لا بد من طهارة نعليه مما يلی الرجل لا مما يلی الأرض .

(ص/ ۵۸۲ ، أحكام الجنائز ، الصلوٰة عليه ، مجموعة رسائل اللكنوی : ۱/ ۲۹ ، غاية المقال فيما يتعلق بالنعال ، فصل أحكام النعال المتعلقة بالصلوٰة)

ما فی " البحر الرائق " : لو افترش نعليه وقام عليهما جازت ، وبهذا يعلم ما يفعل فی زماننا من القيام على النعلين فی صلوٰة الجنازة ، لكن لا بد من طهارة النعلين كما لا يخفی .

(۲/ ۳۱۵ ، باب الجنائز ، حلبي كبير :ص/ ۲۰۸ ، فروع شتی من تعلق النجاسة)

(۳) ما فی " حاشية الطحطاوی على مراقی الفلاح " : لو وضع القدم على نجاسة لا يجوز ، قال الحلبی : فعلم أنه لا فرق بين الركبتين واليدين وبين موضع السجود والقدمين فی أن النجاسة المانعة فی مواضعها مفسدة للصلوٰة ، وهو الصحيح ، لأن اتصال العضو بالنجاسة بمنزلة حملها .

(ص/ ۲۰۹ ، باب شروط الصلوٰة وأركانها)(فتاوی رحیمیہ:۸/۵۸۱،کتاب الفتاوی:۳/۱۸۰)

جنازہ کے ساتھ چلتے وقت ذکر کرے یا خاموش رہے؟

مسئلہ (۶۹): جنازہ کے ساتھ چلتے وقت خود نبی کریم ﷺ اور صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کا طرزِ عمل یہ تھا کہ خاموش رہتے یا آہستہ آواز میں ذکر وغیرہ کیا کرتے تھے، اس لئے فقہاء عظام نے بھی اسی طرزِ عمل کو اختیار کرنے کا حکم فرمایا ہے، اور جنائز کے ساتھ بلند آواز سے ذکر کرنے کو ناپسندیدہ اور بدعت قرار دیا ہے۔[1]

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما فی " المصنف لعبد الرزاق " : عن ابن جريج قال : " حدِّثْتُ أن النبی ﷺ كان إذا تَبِعَ الجنازة أكثر السكات ، وأكثر حديثُ نفسه " .

(۴۵۳/۳ ، باب خفض الصوت عند الجنازة ، رقم الحديث : ۶۲۸۲)

وما فيه أيضًا : عن قتادة عن الحسن قال : " أدركت أصحابَ رسولِ الله ﷺ يستحبون خفض الصوت عند الجنائز ، وعند قراءة القرآن ، وعند القتال ، وبه نأخذ " .

(۴۵۳/۳ ، باب خفض الصوت عند الجنازة)

ما فی " بدائع الصنائع " : ويكره رفع الصوت بالذكر لما روى عن قيس بن عبادة أنه قال : " كان أصحاب رسول الله ﷺ يكرهون الصوت عند القتال ، وعند الجنازة والذكر " . ولأنه تشبه بأهل الكتاب ، فكان مكروهًا . (۴۶/۲ ، كتاب الصلوٰة ، الجنائز ، الكلام فی حمله)

ما فی " الفتاوى الهندية " : وعلى متبعي الجنازة الصمتُ ، ويكره لهم رفع الصوت بالذكر وقراءة القرآن . (۱۶۲/۱ ، الباب الحادی والعشرون فی الجنائز ، الفصل الرابع فی حمل الجنازة)

ما فی " الدرالمختار مع الشامية " :كره فيها رفع صوت بذكر أو قراءة. در مختار . وفي الشامية: قال الشامي تحت قوله : (كره) وينبغي لمن تبع الجنازة أن يطيل الصمت ، وفيه عن الظهيرية : فإن أراد أن يذكر الله تعالى يذكره فی نفسه ، لقوله تعالى : ﴿إنه لا يحب المعتدين﴾ أی الجاهرين بالدعاء ، وعن إبراهيم أنه كان يكره أن يقول الرجل وهو يمشی معها : استغفروا له غفر الله لكم . (۱۲۸/۳ ، باب صلوٰة الجنائز ، مطلب فی حمل الميت)=

نماز جنازہ کے بعد ہاتھ اٹھا کر میت کے لیے دعا مانگنا

مسئلہ(۷۰): بعض لوگ نماز جنازہ کے بعد ہاتھ اٹھا کر میت کیلئے دعا مانگتے ہیں، جب کہ کتبِ فقہ میں نمازِ جنازہ کے بعد مستقلاً میت کیلئے دعا مانگنے کو منع کیا گیا ہے، کیوں کہ نمازِ جنازہ خود دعا ہے۔[1]

راستہ میں بیٹھے لوگوں کا جنازہ میں شرکت کرنا

مسئلہ(۷۱): اگر کسی شخص کا جنازہ قبرستان جارہا ہو، تو راستے میں چائے خانوں اور ہوٹلوں پر بلاضرورت بیٹھے ہوئے لوگوں کو چاہیے کہ وہ جنازہ کے ساتھ قبرستان تک جائیں، اور نمازِ جنازہ وعملِ تدفین میں شریک ہوکر اپنے مسلمان بھائی کے ایک حق ''اتباع الجنائز''

= ما فی " البحر الرائق " : وينبغي لمن تبع جنازة أن يطيل الصمت ويكره رفع الصوت بالذكر وقراءة القرآن وغيرهما في الجنازة، والكراهة فيها كراهة التحريم .

(۳۳۶/۲ ، السلطان أحق بصلوته ، الموسوعة الفقهية :۱۹/۱۶) (فتاوی محمودیہ:۴۲/۹)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما فی " مرقاة المفاتيح " : ولا يدعو للميت بعد صلوة الجنازة ، لأنه يشبه الزيادة في صلوة الجنازة .

(۱۴۹/۴ ، كتاب الجنائز ، باب المشي بالجنازة ، تحت رقم الحديث : ۱۶۸۷ ، خلاصة الفتاوى : ۲۲۵/۱ ، الفصل الخامس والعشرون في الجنائز ، نوع منه : إذا اجتمعت الجنائز ، الفتاوى البزازية على هامش الهندية :۸۰/۴ ، كتاب الصلوة ، الخامس والعشرون في الجنائز) ما في " بدائع الصنائع " : إنها ليست بصلوة على الحقيقة ، إنما هي دعاء واستغفار للميت .

(۵۲/۲ ، كيفية الصلوة على الجنازة) (فتاوی محمودیہ:۷۱۱/۸)

کوادا کریں[۱]، لیکن اگر کسی ایسے ضروری کام میں مشغول ہوں کہ بعد میں اس کام کی انجام دہی نہیں ہوسکتی، تو پھر نہ جانے میں کوئی مضائقہ نہیں، کیوں کہ یہ فرضِ کفایہ ہے[۲] بعض لوگ جنازے کو آتا دیکھ کر محض احترامِ میت میں اپنی جگہوں پر کھڑے ہوتے ہیں جبکہ ان کا شرکت کا ارادہ نہیں ہوتا ہے، تو ان کا یہ عمل شرعاً درست نہیں ہے۔[۳]

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما فی " الحديث النبوی " : عن البراء بن عازب قال : " أمرنا النبی ﷺ بسبع ونهانا عن سبع أمرنا بإتباع الجنائز " . (صحيح البخاری : ۱/۱۶۵ ، كتاب الجنائز ، باب الأمر بإتباع الجنائز)

ما فی " عمدة القاری " : الإتباع على ثلاثة أقسام : الأول : أن يصلی فقط ، فله قيراط ، والثانی : أن يذهب فيشهد دفنها فله قيراطان . (۸/۱۰ ، كتاب الجنائز ، باب الأمر بإتباع الجنائز)

(۲) ما فی " حاشية الطحطاوی على مراقی الفلاح " : الصلوٰة عليه ككفنه ودفنه وتجهيزه فرض كفاية مع عدم الإنفراد بالخطاب .

(ص/۵۷۰ ، أحكام الجنائز ، فصل الصلوٰة عليه ، موسوعة الفقه الإسلامي : ۲/۷۹۹ ، كتاب الجنائز ، دفن الميت ، منهاج المسلم للجزائري :ص/۲۱۳ ، الباب الرابع فی العبادات ، الفصل التاسع أحكام الجنائز)

(۳) ما فی " الحديث النبوی " : عن علی بن أبی طالب برحبة الكوفة وهو يقول : " كان رسول الله ﷺ أمرنا بالقيام فی الجنازة ثم جلس بعد ذلک وأمرنا بالجلوس " .

(المسند للإمام أحمد بن حنبل : ۱/۱۳۳ ، رقم الحديث :۶۲۴)

ما فی " فيض الباری " : كان النبی ﷺ يقوم لها فی أول أمره ثم ترک ..... وادعى الطحاوی النسخ بما عند أبی داود ، وفيه أن حبرًا من اليهود جاءه وقال : ونحن نقوم لها أيضًا ، فترک النبی ﷺ القيام لها . (۳/۳۹ ، كتاب الجنائز ، باب القيام للجنازة ، عمدة القاری :۸/۱۵۶)=

بلاکسی عذر مسجد میں نمازِ جنازہ پڑھنا مکروہ ہے

مسئلہ (۷۲): احناف کے نزدیک بلاکسی عذر مسجد میں نمازِ جنازہ پڑھنا مکروہ ہے[1]، کیوں کہ آپ ﷺ اور حضراتِ صحابۂ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کا دائمی عمل مسجد

= ما فی " حلبی کبیر " : ولا یقوم أحد للجنازة إذا مرت به إلا إذا أراد أن یتبعها وعلیه الجمهور وما ورد فی الأحادیث الصحیحة من القیام لها منسوخ بما روی عن علی قال : " کان رسول الله ﷺ أمرنا بالقیام فی الجنازة ثم جلس بعد ذلک وأمرنا بالجلوس " .

(ص/۵۹۳ ، فصل فی الجنائز ، الخامس فی الحمل)

ما فی " الموسوعة الفقهیة " : مذهب الحنفیة وأحمد : لا یقوم للجنازة إذا مرت به إلا أن یرید أن یشهدها ..... ما رواه مسلم من قوله : " إذا رأیتم الجنازة فقوموا لها حتی تخلفکم أو توضع " . منسوخ بما روی من طرق عن علی قال : " قام رسول الله ﷺ ثم قعد " . (۱۲/۱۲)

ما فی " تبیین الحقائق " : وأما للقاعد علی الطریق إذا مرت به أو القاعد علی القبر فلا یقوم لها .

(۱/۵۸۳ ، باب الجنائز ، فصل السلطان أحق بصلوته)

ما فی " بدائع الصنائع " : لا ینبغی لأحد أن یقوم للجنازة إذا أتی بها بین یدیه إلا أن یرید اتباعها .

(۲/۴۵ ، باب الجنائز ، فصل الکلام فی حمله علی الجنازة)(فتاوی محمودیہ:۹/۳۷)

الحجة علی ما قلنا :

(۱) ما فی " بذل المجهود " : وقال أبو حنیفة وأصحابه بکراهة الصلوٰة علی المیت فی المسجد، قال فی الدر المختار : وکره تحریمًا ، وقیل تنزیهًا فی مسجد جماعة ، هو أی المیت فیه وحده أو مع القوم ، واختلف فی الخارجة عن المسجد وحده ، أو مع بعض القوم ، والمختار الکراهة مطلقًا. " خلاصة " . بناء علی أن المسجد بنی للمکتوبة وتوابعها کنافلة وذکر وتدریس علم . انتهیٰ . واستدلوا بالحدیث الثالث من الباب ، فإن ظاهره یدل علی الکراهة .

(۱۰/۴۷۳ ، کتاب الجنائز ، باب الصلوٰة علی الجنازة فی المسجد ، الدر المختار مع الشامیة : ۳/۱۱۸ ، باب صلوٰة الجنائز ، مطلب فی کراهة صلوٰة الجنازة فی المسجد) =

میں نمازِ جنازہ پڑھنا نہیں تھا[۱]، بلکہ مسجد کے باہر اس کیلئے مستقل علیحدہ جگہ بنوائی گئی تھی[۲]، لہٰذا بعض لوگوں کا حضرت عائشہ والی روایت: " **والله قد صلى رسول الله ﷺ على ابنَي بيضاء في المسجد** " "قسم بخدا آپ ﷺ نے سہیل بن بیضاء اوران کے بھائی پر مسجد میں نمازِ جنازہ پڑھی"[۳]۔اور مؤطا امام مالک کی روایت: " **صلى على عمر بن**

= (۱) ما في " الحديث النبوى " : عن أبى هريرة : " أن رسول الله ﷺ نعى النجاشى فى اليوم الذى مات فيه وخرج إلى المصلى فصفّ بهم وكبر أربعًا " .

(صحيح البخارى : ۱/۱۶۷ ، كتاب الجنائز ، باب الرجل ينعى إلى أهل الميت بنفسه ، الصحيح لمسلم : ۱/۳۰۹ ، كتاب الجنائز ، فصل فى النعى الناس الميت)

ما فى " الحديث النبوى " : قالوا : " ما كانت الجنائز يدخل بها المسجد ".

(الصحيح لمسلم : ۱/۳۱۳ ، كتاب الجنائز ، فصل فى جواز الصلوٰة على الميت فى المسجد)

ما فى " زاد المعاد فى هدى خير العباد لإبن قيم الجوزى " : ولم يكن من هديه الراتب الصلوٰة فى المسجد وإنما كان يصلى على الجنازة خارج المسجد .

(۱/۱۴۰ ، فصل من هديه ﷺ الإسراع بتجهيز الميت)

ما فى " المدخل لإبن الحاج " : العمل المتصل وهو أنهم كانوا لا يصلون على ميتٍ في المسجد .

(۲/۴۳۵ ، فصل فى الصلوٰة على الميت فى السمجد)

(۲) ما فى " الحديث النبوي " : عن عبد الله بن عمر : " أن اليهود جاء وا إلى النبي ﷺ برجل منهم وامرأة زنيا فأمر بهما فرجما قريبًا من موضع الجنائز عند المسجد " .

(صحيح البخارى : ۱/۱۷۷ ، كتاب الجنائز ، باب الصلوٰة على الجنائز بالمصلي والمسجد)

ما فى " فتح البارى " : عن ابن حبيب أن مصلى الجنائز بالمدينة كان لاصقًا بمسجد النبى ﷺ من ناحية المشرق . (۳/۲۵۴ ، كتاب الجنائز ، باب الصلوٰة على الجنائز بالمصلى والمسجد ، أوجز المسالک : ۴/۴۷۷ ، الصلوٰة على الجنائز فى المسجد)

(۳) (الصحيح لمسلم : ۱/۳۱۳ ، كتاب الجنائز ، فصل فى جواز الصلوٰة على الميت فى المسجد)=

الخطاب في المسجد ''عمر بن خطاب کی نمازِ جنازہ مسجد میں پڑھی گئی''[۱] سے حضرت ابوہریرہ کی روایت: '' **من صلى على جنازة في المسجد فلا شيء له** '' ''جو شخص مسجد میں نمازِ جنازہ پڑھے اس کو کوئی اجر نہیں ملے گا''[۲] کے منسوخ ہونے پر استدلال کرنا صحیح نہیں ہے، کیوں کہ محدثین نے حضرت عائشہ والی روایت کے یہ جوابات دیئے ہیں:

(۱) سہیل ابن بیضاء کی نمازِ جنازہ مسجد میں عذر کی وجہ سے پڑھی گئی تھی۔[۳]

(۲) حدیث عائشہ میں خود صحابہ کا انکار: '' **ما كانت الجنائز يدخل بها المسجد** ''[۴]، ثابت کرتا ہے کہ نمازِ جنازہ مسجد میں پڑھنے کا دستور نہ تھا۔

= (۱) (المؤطأ للإمام مالک :ص/۸۰ ، كتاب الجنائز ، الصلوٰة على الجنائز فى المسجد)

(۲) ما فى '' الحديث النبوى '' : عن أبى هريرة قال : قال رسول الله ﷺ : '' من صلى على جنازة فى المسجد فلا شيء له '' .(السنن لأبى داود :ص/۴۵۴ ، باب الصلوٰة على الجنازة فى المسجد)

(۳) ما فى '' فتح البارى '' : ودل حديث ابن عمر على أنه كان للجنائز مكان معدّ لصلوٰة عليها فقد يستفاد منه أن ما وقع من الصلوٰة على بعض الجنائز فى المسجد كان لأمر عارض .

(۲۵۴/۳ ، كتاب الجنائز ، باب الصلوٰة على الجنائز بالمصلى والمسجد)

ما فى '' لامع الدرارى '' : وقد أول بعض أصحابنا حديث عائشة إنما صلى فى المسجد بعذر مطر وقيل بعذر الإعتكاف . (۳۶۴/۴ ، كتاب الجنائز ، باب صلوٰة الصبيان مع الناس) =

ما فى '' عمدة القارى '' : قلتُ : نحن أيضًا نقول : صلوته فى المسجد كان للمطر أو للاعتكاف .

(۳۰/۸ ، كتاب الجنائز ، باب الرجل ينعى إلى أهل الميت بنفسه ، أوجز المسالک : ۴۷۸/۴ ، كتاب الجنائز ، الصلوٰة على الجنائز فى المسجد)=

(۴) ما فى '' الحديث النبوى '' : عن عبد الله بن الزبير يحدث عن عائشة أنها لما توفى سعد بن أبى وقاص أرسل أزواج النبى ﷺ أن يمروا بجنازته فى المسجد فيصلين عليه ، ففعلوا فَوُقِفَ به=

(۳) حدیث عائشہ مرسل ہے[۱]، اور مرسل سے استدلال صحیح نہیں ہے، جب کہ اس کے مقابلے میں حدیث مرفوع متصل موجود ہو۔

(۴) محض سہیل ابن بیضاء کی مثال دینا یہ ثابت کرتا ہے کہ دوسرے جنازے خارج مسجد پڑھے جایا کرتے تھے[۲]، اور مذکورہ جنازہ کسی عذر کی وجہ سے مسجد میں پڑھا گیا تھا، اور مؤطا امام مالک والی روایت کے مندرجۂ ذیل جوابات دئے ہیں:

(۱) عمر بن خطاب پر مسجد میں نماز جنازہ کا پڑھنا بر بناء عذر تھا، اور عذر یہ تھا کہ حضرت عمر کو

= على حجرهن يصلين عليه ، ثم أخرج به من باب الجنائز الذى كان إلى المقاعد فبلغهنّ أن الناس عابوا ذلك وقالوا :" ما كانت الجنائز يُدخل بها المسجد ".

(الصحيح لمسلم : ۳۱۳/۱ ، كتاب الجنائز ، فصل فى جواز الصلوٰة على الميت فى المسجد)

(۱) ما فى " حاشية النووي على هامش المسلم " : حديث عائشة مما استدركه الدارقطني وقال : خالف الضحاك حافظان ، مالك والماجشون ، فروياه عن أبى النضر عن عائشة مرسلاً ، وقيل : عن الضحاك عن أبى النضر عن أبى بكر بن عبد الرحمن ، ولا يصح إلا مرسلاً ، هذا كلام الدار قطني . (۳۱۳/۱)

ما فى " عمدة القارى " : وكذلك حديث عائشة لا يخلوعن كلام ، لأن جماعة من الحفاظ مثل الدارقطنى وغيره عابوا على مسلم تخريجه إياه مسنداً ، لأن الصحيح أنه مرسل كما رواه مالك والماجشون عن أبى النضر عن عائشة مرسلاً ، والمرسل ليس بحجة عندهم .

(۳۰/۸ ، باب الرجل ينعى إلى أهل الميت بنفسه)=

(۲) ما فى " أوجز المسالك " : قال عطاء : كان أكثر صلوٰة رسول الله ﷺ على الجنازة فى المصلى . (۴۷۸/۴ ، الصلوٰة على الجنائز فى المسجد)

حضور ﷺ کے قریب دفن کرنا تھا[۱]، اور وہ حجرہ مسجد میں ہونے کی وجہ سے جنازہ مسجد میں سے لیجائے بغیر چارۂ کار نہ تھا، اسی وجہ سے صحابہ نے اور توسع کی اور نماز بھی مسجد میں پڑھائی گئی۔

(۲) اگر حضرت عمر کی نمازِ جنازہ مسجد میں پڑھا جانا روایتِ ابو ہریرہ کیلئے ناسخ بن گیا، تو پھر صحابہ نے حضرت سعد کے جنازے کو مسجد میں لانے پر اتنی چہ می گوئیاں کیوں کیں[۲]، جب کہ حضرت سعد کی وفات حضرت عمر کے ایک سال بعد ہوئی، اگر صحابہ کے نزدیک حدیثِ ابو ہریرہ منسوخ ہی تھی تو ایسا کیوں ہوا؟

خلاصۂ مسئلہ یہ ہے کہ مسجد میں نمازِ جنازہ پڑھنا مکروہ ہے۔

عیدگاہ میں نمازِ جنازہ

مسئلہ (۷۳): جس طرح پوری مسجد میں کہیں بھی امام کی اقتدا جائز ہے، خواہ صفیں متصل نہ ہوں، اسی طرح پوری عیدگاہ میں کہیں بھی امام کی اقتدا جائز ہوگی، خواہ صفیں متصل نہ ہوں، عیدگاہ کا مسجد کے حکم میں ہونا محض اسی اعتبار سے (یعنی جوازِ اقتدا بصورتِ

=(۱) ما فی " أوجز المسالک " : صلاة الصحابة علی أبي بکر وعمر فی المسجد کانت لعارض دفنهما عند رسول الله . (۴/۴۸۵ ، الصلوة علی الجنائز فی المسجد)

(۲) ما فی " الحدیث النبوی " : عن عائشة لما توفی سعد بن وقاص قالت : " أدخلوا به المسجد حتی أصلی علیه فأنکر ذلک علیها " . (الصحیح لمسلم : ۱/۳۱۳)

ما فی " أوجز المسالک " : انکار الصحابة علی عائشة یدل علی اشتهار العمل بخلاف ذلک عندهم . (۴/۴۷۶) (فتاوی محمودیہ:۸/۶۷۷)

عدم اتصالِ صفوف) ہے، اس لئے عیدگاہ میں نمازِ جنازہ ممنوع نہیں ہے۔[۱]

نوٹ: پوری مسجد یا پوری عیدگاہ میں کسی بھی جگہ اقتدا کے جواز سے یہ لازم نہیں آتا کہ جس طرح چاہے امام کی اقتدا کر لی جائے، بلکہ اگلی صفوں اور خالی جگہوں کو پُر کرنا واجب ہے[۲]،

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما فی " الحدیث النبوي " : عن أبی هریرة : " أن رسول الله ﷺ نعی النجاشی فی الیوم الذی مات فیه وخرج إلی المصلی فصفّ بهم وکبر أربعًا " .

(صحیح البخاری : ۱/۱۶۷ ، کتاب الجنائز ، باب الرجل ینعی إلی أهل المیت بنفسه ، الصحیح لمسلم : ۱/۳۰۹ ، کتاب الجنائز ، فصل فی النعی الناس المیت)

ما فی " الفقه الإسلامی وأدلته " : یصلی علی المیت فی المصلی کما فعل النبی ﷺ حینما برز للمصلی فی صلوته علی النجاشی .

(۲/۱۵۳۴ ، المبحث الثانی ، صلوٰة الجنائز ، الثانی عشر مکان الصلوٰة)

ما فی " حاشیة الطحطاوی علی مراقی الفلاح " : لا تکره فی مسجد أعد لها ، وکذا فی مدرسة ومصلی عید ، لأنه لیس لها حکم المسجد فی الأصح ، إلا فی جواز الاقتداء وإن لم تتصل الصفوف . (ص/۵۹۵ ، أحکام الجنائز ، السلطان أحق بصلوته)

ما فی " البحر الرائق " : واختلفوا أیضاً فی مصلی العیدین أنه هل هو مسجد ؟ والصحیح أنه مسجد فی حق جواز الإقتداء وإن لم تتصل الصفوف لأنه أعد للصلوٰة حقیقة لا فی حرمة دخول الجنب والحائض کذا فی المحیط وغیره . (۲/۳۲۸ ، کتاب الجنائز ، السلطان أحق بصلوته)

(۲) ما فی " الحدیث النبوی " : عن جابر بن سمرة قال : قال رسول الله ﷺ : " ألا تصفون کما تصف الملائکة عند ربهم ؟ " قلنا : وکیف تصف الملائکة عند ربهم ؟ قال : " یتمون الصفوف المقدمة ویتراصون فی الصف " .

(السنن لأبی داود : ۱/۹۷ ، کتاب الصلوٰة ، باب تسویة الصفوف)=

اورایسانہ کرنے کی صورت میں کراہت لازم آئیگی، کیوں کہ کسی امر کے جائز ہونے سے اس کا غیر مکروہ ہونا لازم نہیں آتا، اس لئے کہ جواز کراہت کے ساتھ جمع ہوجاتا ہے، یعنی ایک ہی امر جائز ہونے کے باوجود مکروہ ہوسکتا ہے۔[1]

دفن کے بعد میت کے سرہانے اور پائینتی کھڑے ہوکر کیا پڑھے؟

مسئلہ (۷۴): جب لوگ مردے کو دفن کرچکیں، تو اس کے سر کے پاس سورۂ بقرہ کی ابتدائی آیات یعنی ﴿الٓمٓ ذلک الکتٰب لا ریب فیه﴾ سے ﴿أولٰئک هم المفلحون﴾ تک، اور پاؤں کے پاس سورۂ بقرہ کی آخری آیات ﴿آمن الرسول بما أنزل إلیه من ربه والمؤمنون﴾ سے ﴿فانصرنا علی القوم الکافرین﴾ تک کا پڑھنا حدیث سے ثابت ہے[2]، اور میت کو دفن کرنے کے بعد کچھ دیر تک ٹھہرنا اور ذکر وتسبیح

= ما فی " الحدیث النبوي " : عن ابن عمر أن رسول الله ﷺ قال : " أقیموا الصفوف وحاذوا بین المناکب وسدوا الخلل " . (السنن لأبی داود :ص/۹۷ ، کتاب الصلوٰة ، باب تسویة الصفوف)

(۱) ما فی " حاشیة ابن عابدین " : فإن الجائز یطلق علی ما لا یحرم شرعًا ولو واجبًا أو مکروهًا . (۹/۶۴۵) (فتاویٰ محمودیہ:۸/۷۰۳)

الحجة علی ما قلنا:

(۲) ما فی " الحدیث النبوی " : عن ابن عمر قال : سمعت النبی ﷺ یقول : " إذا مات أحدکم فلا تحبسوه وأسرعوا به إلی قبره ، ولیقرأ عند رأسه فاتحة البقرة وعند رجلیه بخاتمة البقرة " .

(مشکوة المصابیح : ۱/۱۴۹ ، کتاب الجنائز ، باب دفن المیت ، الفصل الثالث ، رقم الحدیث : ۱۷۱۷)

ما فی " مرقاة المفاتیح " : قوله : (عند رأسه فاتحة البقرة) أی إلی المفلحون ، (وعند رجلیه بخاتمة) وفی نسخة خاتمة (البقرة) أی من آمن الرسول الخ ، قال الطیبی : لعل تخصیص فاتحتها=

میں مشغول رہنا اور دعا کرنے میں مضائقہ نہیں، بلکہ یہ بہتر ہے، کیوں کہ اس سے میت کے سوال وجواب میں آسانی ہوتی ہے۔[1]

= لاشتمالها على مدح كتاب الله ، وإنه هدى للمتقين الموصوفين بالخلال الحميدة من الإيمان بالغيب، وإقامة الصلاة وإيتاء الزكاة وخاتمتها لاحتوائها على الإيمان بالله وملائكته وكتبه ورسله، وإظهار الاستكانة وطلب الغفران والرحمة والتولى إلى كنف الله تعالى وحمايته .

(۱۷۳/۴ ، كتاب الجنائز ، باب دفن الميت)

ما فى " الشامية " : وكان ابن عمر يستحب أن يقرأ على القبر بعد الدفن أول سورة البقرة وخاتمتها . (۱۳۳/۳ ، كتاب الصلوة ، باب صلوة الجنائز ، الموسوعة الفقهية : ۴۲/۱۶)

(۱) ما فى " الحديث النبوي " : عن عثمان بن عفان قال : كان النبى ﷺ إذا فرغ من دفن الميت وقف عليه ، فقال : " استغفروا لأخيكم واسألوا له بالتثبيت فإنه الآن يسئل " .

(السنن لأبى داود :ص/۴۵۹ ، كتاب الجنائز ، باب الاستغفار عند قبر الميت فى وقت الانصراف)

ما فى " الموسوعة الفقهية " : قال الطحاوى : إذا فرغوا من دفن الميت يستحب الجلوس (المكث) عند قبره بقدر ما ينحر جزور ويقسم لحمه ..... فقد روي عن عثمان أنه قال : كان رسول الله ﷺ إذا فرغ من دفن الميت وقف عليه ، فقال : " استغفروا لأخيكم وسلوا له التثبيت فإنه الآن يسأل " .

(۴۲/۱۶ ، الموسوعة الفقه الإسلامي : ۷۷۵/۲ ، كتاب الجنائز ، دفن الميت ، الدر المختار مع الشامية : ۱۳۳/۳ ، كتاب الصلاة ، باب صلاة الجنائز ، مطلب فى دفن الميت ، منهاج المسلم للجزائرى :ص/۲۱۶ ، الباب الرابع فى العبادات ، الفصل التاسع ، أحكام الجنائز ، الفتاوى الهندية : ۱۶۶/۱ ، كتاب الصلاة ، الباب الحادى والعشرون فى الجنائز ، الفصل السادس فى الدفن) (فتاوی محمودیہ:۹/۱۰۸،امدادالفتاوی:۱/۵۷۲)

پرانی قبروں میں دوسرے مُردوں کو دفن کرنا، یا اس زمیں پر کاشت کرنا

مسئلہ(۷۵): اگر قبرستان کسی شخص کا ذاتی ہے، جیسے بعض مقامات پر لوگ اپنی ذاتی ملک میں اپنے مردوں کو دفن کرتے ہیں، اور وہ اراضی یعنی زمین اپنی ملک سے خارج نہیں کرتے، اور نہ دوسروں کو دفن کی عام اجازت دیتے ہیں، ایسے مقابر میں اگر قبریں پرانی ہوجائیں اور لاش کے مٹی ہوجانے کا گمانِ غالب ہوجائے، تو پھر ایسی پرانی قبروں کی جگہ پر نہ صرف یہ کہ دوسرے مردوں کو دفن کرنا جائز ہوگا، بلکہ اس پر کاشت کرنا اور تعمیر کرنا بھی درست ہوگا۔[۱]

قبر کو پختہ بنانا اور اس پر کتبہ لگانا

مسئلہ(۷۶): قبر کو پختہ بنانا جائز نہیں ہے، کیوں کہ آپ ﷺ نے اس کی ممانعت فرمائی ہے[۲]، اور قبر پر کتبہ لگانا جبکہ خاص ضرورت ہو، مثلاً قبر کا نشان باقی رہے، قبر

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما فی " الفتاوى الهندية " : ولو بلى الميت وصار تراباً جاز دفن غيره فى قبره وزرعه والبناء عليه . كذا فى التبيين .

(۱/۱۶۷، كتاب الصلاة ، الباب الحادى والعشرون فى الجنائز ، الفصل السادس فى الدفن والنقل، تبيين الحقائق : ۱/۵۸۹ ، باب الجنائز ، البحر الرائق :۲/۳۴۲ ، كتاب الجنائز ، فصل السلطان أحق بصلوته ، الدر المختار مع الشامية :۳/۱۳۶ ، باب صلوة الجنائز ، مطلب فى دفن الميت)

الحجة على ما قلنا :

(۲) ما فی " الحديث النبوى " : عن جابر رضى الله تعالى عنه قال : " نهى النبى ﷺ عن تجصيص القبور ..... وأن يبنى عليها " .

(الصحيح لمسلم : ۱/۳۱۲ ، فصل النهى عن تجصيص القبور والقعود)=

کی بے حرمتی نہ ہو، لوگ اسے پامال نہ کریں، تو ان مصلحتوں کے پیشِ نظر حسب ضرورت صرف نام اور تاریخِ وفات لکھنے کی گنجائش ہے[1]، قرآن کی آیت یا کلمہ وغیرہ لکھنا مکروہ ہے[2]، فقہاء کرام نے ضرورت کی صورتوں کو مستثنیٰ کیا ہے، تاہم بہتر صورت یہ ہے کہ قبر

= ما فی " حاشیة النووی علی الصحیح لمسلم " : قال الإمام النووی : وفی هذا الحدیث کراهة تجصیص القبر وأن یبنی علیه . (۳۱۲/۱)

ما فی " حاشیة الطحطاوی علی مراقی الفلاح " : ولا یجصص لنهی النبی ﷺ عن تربیع القبور وتجصیصها ، قوله : (لنهی النبی ﷺ) یفید أن ما ذکره مکروه تحریمًا . (ص/۶۱۱ ، أحکام الجنائز)

(۱) ما فی " الدر المختار مع الشامیة " : لا بأس بالکتابة إن احتیج إلیها حتی لا یذهب الأثر ولا یمتهن . در مختار . وفي الشامیة : قال الشامی تحت قوله : (لا بأس بالکتابة) لأن النهی عنها وإن صح فقد وجد الإجماع العملی بها ، فقد أخرج الحاکم النهی عنها من طرق ، ثم قال : هذه الأسانید صحیحة ولیس العمل علیها ، فإن الأئمة المسلمین من المشرق والمغرب مکتوب علی قبورهم وهو عملٌ أخذ به الخلف عن السلف ، ویتقوّی بما أخرجه أبوداود بإسناد جید " أن رسول الله ﷺ حمل حجرًا فوضعها عند رأس عثمان بن مظعون ، وقال : أعلم بها قبر أخي ، وأدفن إلیه من مات من أهلي " . فإن الکتابة طریق إلی تعرف القبر بها ، نعم یظهر أن محل هذا الإجماع العملی علی الرخصة فیها ما إذا کانت الحاجة داعیة إلیه فی الجملة کما أشار إلیه فی المحیط بقوله : وإن احتیج إلی الکتابة حتی لا یذهب الأثر ولا یمتهن فلا بأس به .

(۱۳۵/۳ ، باب صلوٰة الجنائز ، مطلب فی دفن المیت)

ما فی " مرقاة المفاتیح " : ویسن کتابة إسم المیت لا سیما الصالح لیعرف عند تقادم الزمان ، لأن النهی عن الکتابة منسوخ کما قاله الحاکم ، أو محمول علی الزائد علی ما یعرف به حال المیت .

(۱۶۶/۴ ، کتاب الجنائز ، باب دفن المیت ، الفصل الثانی ، رقم الحدیث : ۱۷۰۹)

(۲) ما فی " مرقاة المفاتیح " : قوله : (أن یکتب علیها) قال المظهری : یکره کتابة إسم الله ورسوله والقرآن علی القبر ، لئلا یهان بالجلوس علیه ، ویداس بالانهدام .

(۱۶۶/۴ ، کتاب الجنائز ، باب دفن المیت ، الفصل الثانی ، تحت رقم الحدیث : ۱۷۰۹)=

بالکل سادہ رکھی جائے، اس پر کچھ نہ لکھا جائے، اگر قبر کا نشان باقی رکھنے کی ضرورت ہو تو کوئی پتھر رکھ دیا جائے یا کوئی درخت لگا دیا جائے۔ (۱)

قبر پر مردے کے نام کا کتبہ لگانا

مسئلہ (۷۷): بوقتِ ضرورت اگر پہچان کیلئے قبر کے کتبہ پر میت کا نام لکھ دیا جائے تو مضائقہ نہیں، مگر قرآنی آیات یا اشعار وغیرہ لکھنا مکروہ ہے، اس میں قرآنی آیات کی سخت بے ادبی ہوتی ہے، جیسا کہ عام مشاہدہ ہے۔ (۲)

= (۱) ما فی " الحدیث النبوی " : وعن المطلب بن أبی وداعة قال : لما مات عثمان بن مظعون أُخرج بجنازته فدفن ، أمر النبی ﷺ رجلا أن یأتیه بحجر فلم یستطع حملها فقام إلیها رسول الله ﷺ وحسر عن ذراعیه ، قال المطلب : قال الذی یخبرنی عن رسول الله ﷺ کأنی أنظر إلی بیاض ذراعي رسول الله ﷺ حین حسر عنهما ثم حملها فوضعها عند رأسه وقال : " أعلم بها قبر أخی وأدفن إلیه من مات من أهلي " . (مشکوة المصابیح :ص/۱۴۸ ، باب دفن المیت)

ما فی " مرقاة المفاتیح " : یستحب أن یجعل علی القبر علامة یعرف بها ، لقوله ﷺ : " أعلم بها قبر أخی " . (۱۶۸/۴ ، باب دفن المیت) (فتاوی رحیمیہ :۷/۱۴۰، کتاب الفتاوی:۳/۲۳۱، فتاوی محمودیہ:۹/۱۶۰)

الحجة علی ما قلنا :

(۲) ما فی " الحدیث النبوی " : عن کثیر بن زید المدنی عن المطلب قال : لما مات عثمان بن مظعون أخرج بجنازته فدفن ، فأمر النبی ﷺ رجلا أن یأتیه بحجر فلم یستطع حمله ، فقام إلیها رسول الله ﷺ وحسر عن ذراعیه ثم حملها فوضعها عند رأسه وقال : " أتعلم بها قبر أخی وأدفن إلیه من مات من أهلی " . (السنن لأبی داود :ص/۴۵۷ ، الجنائز)

ما فی " الدر المختار مع الشامیة " : وإن احتیج إلی الکتابة حتی لا یذهب الأثر ولا یمتهن فلا بأس به ، فأما الکتابة بغیر عذر فلا ، حتی أنه یکره کتابة شیء علیه من القرآن أو الشعر أو اطراء مدح له ونحو ذلک . (۱۳۵/۳ ، صلاة الجنازة ، فی دفن المیت ، الموسوعة الفقهیة : ۲۵۲/۳۲ ، البحر الرائق : ۳۴۰/۲ ، کتاب الجنائز) =

پرانی قبر کھود کر اس میں دوسرا مردہ دفن کرنا

مسئلہ (۷۸): کسی ایسی قبر کو جس میں پہلے سے کوئی شخص مدفون ہے، کسی دوسری میت کو دفن کرنے کیلئے نہیں کھودا جائیگا، لیکن اگر پہلی میت بالکل مٹی بن گئی ہو تو اس میں دوسری میت کو دفن کرنا درست ہے، بالخصوص ہمارے اس زمانے میں کہ شہری و دیہی آبادیاں اس قدر بڑھ گئیں کہ جو قبرستان ماضی میں شہروں اور گاؤں سے کافی دوری پر واقع تھے آج وہ بالکل قلب شہر میں آچکے ہیں، اور قبرستانوں کیلئے دوسری جگہوں کا ملنا بڑا مشکل ہوگیا ہے۔[1]

= ما فی " مجمع الأنهر " : وفی الخزانة : لا بأس بأن يوضع حجارة على رأس القبر ، ويكتب عليه شيء ، وفی النتف : كره أن يكتب عليه إسم صاحبه . (۱/۲۷۶ ، باب صلاة الجنازة)

ما فی " تبيين الحقائق " : وقيل : لا بأس بالكتابة أو وضع الحجر ليكون علامة لما روى أنه عليه الصلاة والسلام وضع حجرًا على قبر عثمان بن مظعون . (۱/۵۸۸ ، باب الجنائز)

(فتاوی رحیمیہ: ۷/ ۶۷۔۷۱، آپ کے مسائل اور ان کا حل: ۳/۱۱۴)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما فی " الشامية " : قال الشامی رحمه الله : قال فی الفتح : ولا يحفر قبر لدفن آخر إلا إن بلی الأول فلم يبق له عظم ، وقال الزيلعی : ولو بلی الميت وصار تراباً جاز دفن غيره فی قبره وزرعه والبناء عليه ، وقال فی الإمداد : ويخالفه ما فی التاتارخانية : إذا صار الميت تراباً فی القبر يكره دفن غيره فی قبره لأن الحرمة باقية ، قلتُ : لكن فی هذا مشقة عظيمة فالأولی إناطة الجواز بالبلاء إذ لا يمكن أن يعد لكل ميت قبر لا يدفن فيه غيره ، وإن صار الأول تراباً لا سيما فی الأمصار الكبيرة الجامعة . (۳/۱۲۹ ، باب صلوة الجنائز ، مطلب فی دفن الميت ، مراقي الفلاح مع الطحطاوي : ص/۲۲۲ ، باب أحكام الجنائز ، فصل فی حملها ودفنها ، فتح القدير : ۲/۱۵۰ ، باب الجنائز ، فصل فی الدفن ، الموسوعة الفقه الإسلامي : ۲/۷۷۷ ، كتاب الجنائز ، دفن الميت) (فتاوی محمودیہ: ۹/ ۹۷، فتاوی رحیمیہ: ۷/ ۶۹)

وقتِ واحد میں چند مردوں کو ایک ہی قبر میں دفن کرنا

مسئلہ (۷۹): وقتِ واحد میں چند مردوں کو ایک ہی قبر میں دفن کرنا درست نہیں ہے، مگر ضرورۃً ایسا کیا جاسکتا ہے، اگر مردے مخلوط ہوں تو پہلے مرد کو رکھا جائے، اس کے بعد لڑکے کو، اس کے بعد خنثیٰ کو، اس کے بعد عورت کو، اور ہر دو میت کے درمیان مٹی سے آڑ کر دی جائے، تاکہ حکماً وہ دو قبریں ہو جائیں، اور اگر سب مرد ہوں، یا سب عورتیں ہوں، تو لحد میں پہلے افضل کو رکھا جائے، اس کے بعد غیر افضل کو۔ (۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " الحديث النبوي " : عن عبد الرحمن بن كعب أن جابر بن عبد الله أخبره : " أن النبى ﷺ كان يجمع بين الرجلين من قتلى أحد ".

(صحيح البخارى : ۱/۱۷۹ ، كتاب الجنائز ، باب دفن الرجلين أو الثلثة فى قبر واحد)

ما في " عمدة القارى " : هذا باب فى بيان جواز دفن الرجلين الميتين والثلاثة من الرجال فى قبر واحد ، قيل : لو قال : باب دفن الشخصين والثلاثة لكان أحسن ليتناول النساء ، قلت : النساء تبع للرجال فى الأحكام إلا إذا خصصت بشيء منها .

(۸/۲۲۷ ، كتاب الجنائز ، باب دفن الرجلين أو الثلاثة فى قبر واحد)

ما في " الفتاوى الهندية " : ولا يدفن إثنان أو ثلاثة فى قبر واحد إلا عند الحاجة ، فيوضع الرجل مما يلى القبلة ، ثم خلفه الغلام ، ثم خلفه الخنثىٰ ، ثم خلفه المرأة ، ويجعل بين كل ميتين حاجزاً من التراب ، كذا فى محيط السرخسي ، وإن كان رجلين يقدم فى اللحد أفضلهما ، هكذا فى المحيط ، وكذا إذا كانتا امرأتين ، هكذا فى التاتارخانية .(۱/۱۶۶ ، كتاب الصلوٰة ، الباب الحادى والعشرون فى الجنائز ، الفصل السادس فى الدفن والنقل ، البحر الرائق : ۲/۳۴۱، كتاب الجنائز ، فصل السلطان أحق بصلوٰته ، الفتاوى التاتارخانية : ۱/۶۱۴ ، كتاب الصلوٰة، الفصل =

.....

.....

.....

.....

.....

= الثانی والثلاثون فی الجنائز، نوع آخر فی القبر والدفن، الشامیة :۳/۱۲۹، کتاب الصلوٰة، باب صلوٰة الجنائز، مطلب فی دفن المیت، بدائع الصنائع : ۲/۶۳، کتاب الصلوٰة، صلوٰة الجنازة، فصل فی الدفن، الاختیار لتعلیل المختار: ۱/۳۲۰، فصل فی حمله واسیر بلا دفنه) ما فی "الأشباه والنظائر" : الضرورات تبیح المحظورات . (۱/۳۰۷)

(مراقی الفلاح مع الطحطاوي:ص ۲۲۲، فصل فی حملها ودفنها، فتاوی النوازل للإمام الفقیه أبی اللیث السمرقندی:ص۱۲۳، فتاوی محمودیه: ۹/۹۷، باب غسل المیت والصلوٰة علیه، موسوعة الفقه الإسلامی :۲/۷۷۶، کتاب الجنائز، دفن المیت)

کتاب الزکوۃ

زکوۃ کے مسائل

زکوٰۃ کی ادائیگی روپیہ پیسہ اور سونا چاندی سے

مسئلہ(۸۰): اگر کسی شخص کے پاس ساڑھے سات تولا سونے کے زیورات ہیں، جن کی مالیت مثلاً فی تولہ 17200/ کے اعتبار سے 129000/ ہوتی ہے، اور اس پر واجب ہونے والی زکوٰۃ کی مقدار 3225/ ہوتی ہے، اور اگر اس میں بناوٹ کی قیمت فی تولہ 200/ کو ملاتے ہیں، تو ان زیورات کی مالیت 1,30500/ ہوگی، اور اس پر واجب ہونے والی زکوٰۃ کی مقدار 3262/ روپئے 5/ پیسے ہوگی، اب سوال یہ ہے کہ ان دو مالیتوں (مالیت باجرت صنعت، اور مالیت بدونِ اجرت صنعت) میں سے ادائیگیٔ زکوٰۃ میں کس کا اعتبار ہوگا؟.....تو اس کا جواب یہ ہے کہ اگر زکوٰۃ عین سونا یا عین چاندی سے ادا کی جارہی ہو، تو ساڑھے سات تولہ سونا اور ساڑھے باون تولہ چاندی کا چالیسواں حصہ زکوٰۃ میں ادا کردے، یا اس چالیسویں حصے کی جو قیمت بھی بنتی ہو وہ ادا کردے۔

اور اگر زکوٰۃ میں عین سونا یا عین چاندی کا چالیسواں حصہ یا اس کی قیمت ادا نہ کی جارہی ہو، بلکہ سونا یا چاندی کے زیور کی قیمت کو بنیاد بنا کر زکوٰۃ روپیوں سے ادا کی جارہی ہو، تو اس صورت میں محض زیورات میں لگی ہوئی سونا یا چاندی کی مقدار کا اعتبار نہیں ہوگا، بلکہ یہ دیکھا جائے گا کہ مارکیٹ میں اس زیور کی قیمت کتنی ہے، اس کے اعتبار سے زکوٰۃ ادا کی جائے گی، اور اس صورت میں سونا یا چاندی کی مقدار کے ساتھ زیور کی صنعت میں لگی ہوئی رقم

پر بھی زکوٰۃ کا وجوب ہوگا، اور اس کی بھی زکوٰۃ ادا کی جائے گی۔ (۱)

مالدار طلبا کو زکوٰۃ دینا

مسئلہ (۸۱): جو طلباء مدارس غنی و مالدار ہوں، اپنے آپ کو اکتساب معاش سے فارغ کر چکے ہوں، اور افادہ واستفادۂ علم میں مشغول ہوں، بعض فقہاء نے ان کیلئے زکوٰۃ لینا جائز قرار دیا ہے، تاہم احتیاط اسی میں ہے کہ انہیں وظیفہ اور کھانا وغیرہ کسی فقیر اور مستحق زکوٰۃ کو تملیک کرا کے دیا جائے۔ (۲)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما فی " الدر المختار مع الشامية ": والمعتبر وزنهما اداءً ووجوباً ولاقيمتهما. در مختار. قوله: (والمعتبر وزنهما أداءً) يعني يعتبر أن يكون المؤدّى قدر الواجب وزناً عند الإمام والثانی ، قوله : (لا قيمتهما) هذا إن لم يؤد من خلاف الجنس، وإلا اعتبرت القيمة إجماعاً، وأجمعوا أنه لو أدى من خلاف جنسه اعتبرت القيمة . (۳/۲۰۹، باب زكاة المال)

ما فی " الفتاوى الهندية " : ويعتبر أن يكون المؤدّى قدر الواجب وزناً، ولا يعتبر فيه القيمة..... ولو كان له إبريق فضة وزنه مائتان وقيمته لصياغته ثلثمائة إن أدى من العين يؤد ربع عشرة وهو خمسة قيمتها سبعة ونصف، وإن أدى خمسة جاز، ولو أدى من خلاف جنسه يعتبر القيمة بالإجماع . (۱/۱۷۸، الباب الثالث فی زكاة الذهب والفضة ، تبيين الحقائق : ۲/۷۴، باب زكاة المال، البحر الرائق : ۲/۳۹۵)

(فتاوی دار العلوم: ۶/۱۲۶، فتاوی عثمانی: ۲/۶۶، فتاوی محمودیہ: ۹/۳۷۸، فتاوی رحیمیہ: ۷/۱۵۶)

الحجة على ما قلنا :

(۲) ما فی " الدر المختار مع الشامي " : وبهذا التعليل يقوى ما نسب للواقعات من أن طالب العلم يجوز له أخذ الزكاة ولو غنياً ، إذا فرّغ نفسه لإفادة العلم واستفادته لعجزه عن الكسب ، والحاجة =

غیر مسلموں کو صدقہ دینا

مسئلہ (۸۲): صدقۂ فطر غیر مسلموں کو دے سکتے ہیں یا نہیں؟ اس سلسلے میں ہمارے ائمہ کے مابین اختلاف ہے، طرفین کے نزدیک دینا جائز ہے، اور امام ابو یوسف کے نزدیک جائز نہیں ہے۔

علامہ حصکفیؒ فرماتے ہیں کہ ''فتوی امام ابو یوسفؒ کے قول پر ہے''، جبکہ علامہ شامیؒ فرماتے ہیں کہ ''صاحب ہدایہ وغیرہ کے کلام سے یہ افادہ ہوتا ہے کہ فتوی طرفین کے قول پر ہے، اور متون میں بھی ایسا ہی ہے''۔

= داعية إلى ما لا بد منه .درمختار. قال العلامة ابن عابدين : لا يجوز دفع الزكاة إلى من يملك نصاباً إلا إلى طالب العلم والغازى ومنقطع الحج ، قوله : (لعجزه) علة لجواز الأخذ ، والمعنى أن الإنسان يحتاج إلى أشياء لا غنى له عنها، فحينئذٍ إذا لم يجز له قبول الزكاة مع عدم اكتسابه أنفق ما عنده ومكث محتاجاً فينقطع عن الإفادة والاستفادة فيضعف الدين لعدم من يتحمله ، وهذا الفرع مخالف لإطلاقهم الحرمة فى الغنى ولم يعتمده أحد ، قلت : وهو كذلك .

(۲۵۸/۳ ، باب المصرف ، مجمع الأنهر: ۳۲۶/۱، باب بيان أحكام المصرف)

ما فى '' الفقه الإسلامى وأدلته '' : وفسر بعض الحنفية'' سبيل الله '' بطلب العلم ولو كان الطالب غنياً . (۱۹۵۹/۳)

ما فى '' الشامية '' : والأوجه تقييده بالفقير ويكون طالب العلم مرخصاً لجواز سؤاله من الزكاة وغيرها ، وإن كان قادراً على الكسب إذ بدونه لا يحل له الأخذ فضلاً عن السؤال إلا إذا اشتغل عنه بالعلم الشرعي .(۲۵۸/۳ ، باب المصرف)

(فتاوی محمودیہ:۹/۶۰۰، خیر الفتاوی:۳/۴۰۱، فتاوی دار العلوم:۶/۲۲۴)

علامہ شامیؒ کا قول ضوابط افتاء کے مطابق بھی ہے کہ ”جب کسی مسئلہ میں ہمارے ائمہ کے مابین اختلاف ہو، تو امام، یا امام اور آپ کے تلامذہ میں سے وہ جو آپ کے موافق ہو، کے قول پر فتوی دیا جاتا ہے“، اس لیے فتویٰ طرفین کے قول پر ہی ہوگا، یعنی غیر مسلموں کو صدقۂ فطر دینا جائز ہے [1] لیکن چوں کہ یہ مسئلہ مختلف فیہ ہے، اس لیے احتیاط اسی میں ہے

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " القرآن الكريم " : ﴿ليس عليك هداهم ولكن الله يهدى من يشاء وما تنفقوا من خير فلأنفسكم وما تنفقون إلا ابتغاء وجه الله، وما تنفقوا من خير يوف إليكم وأنتم لا تظلمون﴾ .
(سورة البقرة :۲۸۲)

ما في " التفسير الكبير " :أنه ﷺ كان لا يتصدق على المشركين حتى نزلت هذه الآية فتصدق عليهم..... فتكون هذه الآية مختصة بصدقة التطوع ، وجوز أبو حنيفة صرف صدقة الفطر إلى أهل الذمة . (۳/۶۵.۶۷، سورة البقرة: ۲۸۲)

ما في " التنوير وشرحه مع الشامية " : (ولا) تدفع (إلى ذمي) ..... (وجاز) دفع (غيرها وغير العشر)..... (إليه) أى الذمي ولو واجباً كنذر وكفارة وفطر، خلافاً للثانى. وبقوله يفتى . حاوي القدسي . (تنوير الأبصار مع الدر) وفي الشامي : قلت : لكن كلام الهداية وغيرها: يفيد ترجيح قولهما وعليه المتون . (۳/۲۷۲، كتاب الزكاة)

ما في" شرح عقود رسم المفتى " : وإن كانت المسئلة مختلفاً فيها بين أصحابنا ، فإن كان مع أبى حنيفة أحد صاحبيه يأخذ بقولهما، أى بقول الإمام ومن وافقه، لوفور الشرائط واستجماع أدلة الصواب فيها . (ص:۱۲۵)

ما في " شرح عقود رسم المفتى " :

وكل قول في المتون أثبتا
فذلك ترجيح له ضمنا أتى

کہ مسلمانوں کو ہی کو دیا جائے، کیوں کہ مسلمانوں میں فقراء وغرباء کی کمی نہیں ہے، نیز صدقۂ فطر کا مقصود غریب مسلمانوں کو اپنی خوشی میں شریک کرنا ہے، اور یہ مقصد اسی صورت میں پورا ہوگا، جبکہ ہم صدقۂ فطر ان ہی کو دیں[1]، رہے غیر مسلم تو سال بھر انہیں صدقاتِ نافلہ دینے کی گنجائش ہے۔

غیر مسلم فقراء کو زکوٰۃ دینا

مسئلہ (۸۳): بعض لوگ غیر مسلم فقراء کو زکوٰۃ دیدیتے ہیں اور یہ سمجھتے ہیں کہ ان کی زکوٰۃ ادا ہوگئی، جبکہ اس صورت میں زکوٰۃ ادا نہیں ہوئی، کیوں کہ زکوٰۃ کا مصرف،

= قلت: حاصله أن أصحاب المتون التزموا وضع القول الصحيح ، فيكون ما فى غيرها مقابل الصحيح ما لم يصرح بتصحيحه ، فيقدم عليها، لأنه تصحيح صريح فيقدم على التصحيح الإلتزامى . (ص۱۴۵/۱۵۲)

(۱) ما فى "فتاوى قاضى خان" : ويجوز أن يعطى فقراء أهل الذمة وتكره .

(۱/۱۱۱، كتاب الصوم)

ما فى" الفقه الإسلامى وأدلته ": وقال الحنفية : صدقة الفطر كالزكاة فى المصارف وفى كل حال إلا فى جواز الدفع إلى الذمى مع الكراهة، وعدم سقوطها بهلاك المال، لكن الفتوى على قول أبى يوسف وهو عدم جواز صرفها للذمى، كزكاة الأموال للحديث المتقدم فى الزكاة . " صدقة تؤخذ من أغنياء هم وترد على فقراء هم ". (۲۰۴۸/۳، المبحث الخامس، مصرفها أو الخ)

ما فى " قواعد الفقه " : الإحتياط فى حقوق الله لا فى حقوق العباد. (ص:۵۴)

(فتاوی محمودیہ:۹/۶۳۹، کفایت المفتی:۴/۳۱۶، احسن الفتاوی:۴/۳۸۳)

صرف مسلمان فقراء ہیں، اس لئے ان پر دوبارہ اتنی زکوٰۃ مسلمان غریبوں کو دینا لازم ہے۔[1]

الحجة على ما قلنا:

ما فی " القرآن الكريم ":﴿إنما الصدقات للفقراء والمساكين﴾ .(سورة التوبة:٦٠)

ما فی " الجامع لأحكام القرآن للقرطبي":تظاهرت الأخبار فی أن الصدقات تؤخذ من أغنياء المسلمين فترد فی فقرائهم ، وقال عكرمة : الفقراء فقراء المسلمين ، والمساكين فقراء أهل الكتاب . (١٧٤/٨)

ما فی " بدائع الصنائع " : منها : أن يكون مسلماً فلا يجوز صرف الزكوٰة إلى الكافر بلا خلاف لحديث معاذ : " خذها من أغنيائهم وردها فی فقرائهم " أمر بوضع الزكوٰة فی فقراء من يؤخذ من أغنيائهم وهم المسلمون ، فلا يجوز وضعها فی غيرهم .

(١٢١/٢ ، كتاب الزكوٰة، شرائط ما يرجع إلى المؤدی إليه ، الدر المختار مع الشامي: ٢٧٢/٣، كتاب الزكوٰة، مطلب فی الحوائج الأصلية)

ما فی " منهاج المسلم للجزائری" : لا تعطى الزكوٰة لكافر لقوله عليه الصلاة والسلام : " تؤخذ من أغنيائهم وترد إلى فقرائهم "أی أغنياء المسلمين وفقرائهم . (ص: ٢٣٠)

ما فی " فقه الزكوٰة للدكتور يوسف القرضاوي":أجمع المسلمون على أن الكافر المحارب لأهل الإسلام لا يعطىٰ من الزكوٰة شيئاً وسند هذا الإجماع قوله تعالى :﴿إنما ينهكم الله عن الذين قٰتلوتكم فی الدين وأخرجوكم من دياركم وظٰهروا على إخراجكم أن تولوهم ومن يتولهم فأولئک هم الظلمون﴾ (الممتحنة: ٩) ولأنه حرب على الإسلام وأهله ، عدو للحق وحزبه، وكل معونة تتحول إلى خنجر يطعن به الدين أو يقتل به المؤمنين ، وليس من الدين ولا من العقل أن يعطى الناس من أموالهم لقتل أنفسهم أو الإعتداء على مقدساتهم .

(ص: ٤٧١-٤٧٢، الفصل التاسع ، الأصناف الذين لا تصرف لهم الزكوٰة ، المبحث الثالث : هل تعطى الزكوٰة لغير المسلم؟)

وسط سال کی آمدنی بھی تمام سال کی آمدنی کے تابع ہے

مسئلہ (۸۴): بعض لوگ یوں خیال کرتے ہیں کہ جو مال جس وقت ملکیت میں آئے، اسی وقت سے اس کا سال شروع ہوتا ہے، اور وہ ہر مال کا الگ الگ سال شمار کرتے ہیں، اسی طرح بعض لوگ یہ خیال کرتے ہیں کہ جو مال سال بھر ان کی ملکیت میں رکھا رہا، اور کسی وقت بھی ملکیت سے نہیں نکلا، اسی پر زکوٰۃ واجب ہوتی ہے، جبکہ یہ دونوں خیالات صحیح نہیں ہیں، کیوں کہ جب کوئی شخص ایک مرتبہ مال کی وجہ سے صاحب نصاب بن جاتا ہے، تو سال پورا ہونے سے پہلے جو بھی قابلِ زکوٰۃ مال اس کی ملک میں آتا ہے، سال کے پورا ہونے پر تمام قابل زکوٰۃ موجود مالوں کی زکوٰۃ کا ادا کرنا اس پر لازم ہوتا ہے، خواہ کوئی مال سال پورا ہونے سے ایک مہینہ یا دس دن، یا محض ایک دن پہلے ہی اس کی ملکیت میں آیا ہو۔ (۱)

الحجة على ما قلنا:

(۱) ما في "التجريد": قال أصحابنا : المستفاد في خلال الحول من جنس النصاب يضم إليه ويزكى بالحول ، لنا : قوله عليه الصلاة والسلام : في خمس وعشرين إلى خمس وثلاثين بنت مخاض وإذا زادت واحدة ففيها بنت لبون، ولم يفصل بين الزيادة في أول الحول أو وسطه ، وروى جابر بن زيد أن النبي ﷺ قال : اعملوا من السنة شهراً تؤدون فيه زكوٰة أموالكم ، فما حدث من مال بعد فلا زكوٰة فيه حتى يجيء رأس السنة ، وهذا يقتضي سنة معروفة ، وهي التي أعلمها ولأنها زيادة في الحول على نصاب من جنسه فوجب أن يكون حوله حول الأصل إذا لم يكن له بدل مزكى .

(۳/۱۱۶۶، كتاب الزكوٰة، رقم المسئلة:۳۰۴، المستفاد في خلال الحول من جنس النصاب)

ما في " بدائع الصنائع " : المستفاد في الحول إن كان من جنس الأصل، ..... فإن كان متفرعاً من الأصل أو حاصلا بسببه يضم إلى الأصل ويزكى بحول الأصل بالإجماع ، وإن لم يكن متفرعاً=

غلطی سے زکوۃ زیادہ دیدینا

مسئلہ (۸۵): اگر کسی شخص کے ذمہ زکوٰۃ کی ادائیگی کی مقدار تھوڑی بنتی ہو، اور اس نے غلطی سے زیادہ زکوٰۃ دیدی، تو اس کے لئے یہ گنجائش ہے کہ وہ اس زائد مقدار کو آئندہ سال کی زکوٰۃ میں شمار کرلے[۱]، اور اگر اس زائد مقدار کو نفلی صدقہ تصور کرے، اور آئندہ سال کی زکوٰۃ اپنے وقت پر الگ حساب لگا کر ادا کرے، تو بھی حرج نہیں، بلکہ یہ زیادہ فضیلت کا باعث ہے۔[۲]

= من الأصل ولا حاصلاً بسببه فإنه يضم إلى الأصل عندنا .

(۹۶/۲ ، كتاب الزكوة ، ما يشترط له الحول من الأموال ، مراقي الفلاح : ص: ۲۶۲ ، كتاب الزكاة ، مجمع الأنهر: ۳۰۷/۱، باب زكاة الذهب والفضة والعروض، الفتاوى الهندية: ۱۷۵/۱ ، كتاب الزكاة، تبيين الحقائق: ۶۲/۲ ، الدر المختار: ۱۹۷/۳ ، باب زكاة الغنم)(فتاویٰ محمودیہ:۹/۳۳۹)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " المحيط البرهاني " : ولو كان عند رجل أربع مائة درهم، فظن أن عنده خمس مائة درهم فأدى زكوة خمس مائة درهم ثم ظهر أن عنده أربع مائة، فله أن يحتسب الزيادة للسنة الثانية، لأنه أمكن أن يعجل الزيادة تعجيلاً .

(۴۴۵/۲، الفصل التاسع في المسائل المتعلقة بمعطى الزكاة ، الفتاوى الهندية: ۱۷۶/۱ ، كتاب الزكاة ، قبيل الباب الثاني الفصل الأول ، البحر الرائق : ۳۹۲/۲، كتاب الزكاة ، زكاة الحملان والفصلان والعجاجيل)

(۲) ما في " الحديث النبوى " :عن أبي هريرة قال : قال رسول الله ﷺ: " من تصدق بعدل تمرة من كسب طيب ولا يقبل الله إلا الطيب ، فإن الله يتقبلها بيمينه ثم يربيها لصاحبه كما يربى أحدكم فلوّه حتى تكون مثل الجبل ". (صحيح البخارى : ۱۸۹/۱ ، كتاب الزكاة، باب الصدقة من كسب طيب)

پراویڈنٹ فنڈ میں جمع شدہ رقم پر زکوۃ

مسئلہ(۸۶): حکومت اپنے ملازمین کی تنخواہوں سے ماہانہ کچھ رقم پراویڈنٹ فنڈ (Provident Fund) کے نام سے جبراً کاٹ لیتی ہے، اور اتنی ہی رقم اس میں شامل کرکے ملازمین کے نام سے اپنی تحویل میں رکھتی ہے، اور یہ رقم نوکری چھوڑنے پر انہیں ادا کردی جاتی ہے، اس پوری رقم کا لینا حلال ہے، کیوں کہ اس میں نصف رقم خود ملازم کی ہے، اور نصف حکومت کی طرف سے انعام ہے[۱]، فی الحال اس رقم پر زکوۃ واجب نہیں ہے، کیوں کہ اس پر ملازم کا قبضہ نہ ہونے کی وجہ سے ملکیت، ملکیتِ تامہ نہیں ہے، جو وجوبِ زکوۃ کا سبب ہے[۲]، البتہ جب یہ رقم مل جائے تو اس پر سال گذر جانے کے بعد زکوۃ واجب

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " البحر الرائق": قوله: (بل بالتعجيل أو بشرط أو بالاستيفاء أو بالتمكن) يعني لا يملك الأجرة إلا بواحدة من هذه الأربعة ، والمراد أنه لا يستحقها المؤجر إلا بذلك ، كما أشار إليه القدوري في مختصره ، لأنها لو كانت ديناً لا يقال إنه ملكه المؤجر قبل قبضه ، وإذا استحقها المؤجر قبل قبضها فله المطالبة بها وحبس عليها وحبس العين عنه ، وله حق الفسخ إن لم يعجل له المستأجر، كذا في المحيط ، لكن ليس له بيعها قبل قبضها .

(۷/ ۵۱۱، كتاب الإجارة ، الفتاوى الهندية :۴/ ۴۱۳، كتاب الإجارة ، الباب الثاني)

(۲) ما في " الدر المختار مع الشامي" : (وسببه) أي سبب افتراضها (ملك نصاب حوليّ تام) بالرفع صفة ملك خرج مال المكاتب . در مختار. قال الشامي تحت قوله : (خرج مال المكاتب) أي خرج بالتقييد به ، لأن المراد التام المملوك رقبةً ويداً ، وملك المكاتب ليس بتام لوجود المنافي..... قلت : وخرج أيضاً نحو المال المفقود والساقط في بحر ومغصوب لا بينة عليه فلا زكوة عليه، لأنه وإن كان مملوكاً له رقبة لكن لا يد له عليه كما أفاده في البدائع .

(۳/ ۱۶۴، كتاب الزكاة ، البحر الرائق : ۲/ ۳۵۵، كتاب الزكاة)=

ہوگی[1]، سالہائے گذشتہ کی زکوٰۃ واجب نہیں ہوگی[2]، مگر احتیاط وتقویٰ یہ ہے کہ ہر سال اپنی وضع شدہ رقم سے زکوٰۃ ادا کردی جائے۔

پراویڈنٹ فنڈ میں جمع کردہ رقم پر زکوٰۃ

مسئلہ (۸۷): ملازمین اپنی تنخواہوں میں سے ماہانہ کچھ رقم پراویڈنٹ فنڈ کے نام سے خود اپنے اختیار سے کٹواتے ہیں، ادارہ ان کو مجبور نہیں کرتا ہے، اور یہ رقم نوکری چھوڑنے پر اضافہ کے ساتھ انہیں ادا کردی جاتی ہے، اس صورت میں جتنی رقم کاٹی گئی ہے اتنی ہی رقم کا لینا حلال ہے، اس سے زیادہ لینے میں سود کا شبہ اور سود کا ذریعہ بنالینے کا اندیشہ ہے

= ما فی " التجريد " : قال أصحابنا : لا زكوة في المال المجحود والمال المغصوب ، لنا : ما روى أن عثمان خطب فقال : لا زكوة فى مال ضمار ، وعن ابن عمر : إنما الزكاة فى الدين الذى إذا اقتضيته أمكنك أخذه ، ولا يعرف لهما مخالف ، ولأنه خارج من يده ممنوع من الانتفاع به ، فلا يجب عليه زكوته لما مضى كرقبة المكاتب بعد العجز ومال المكاتب .

(۳/۱۱۹۹ ، رقم المسئلة : ۳۱۰ ، لا زكوة فى المال المجحود والمال المغصوب ، الفتاوى التاتارخانية : ۳/۲، مجمع الأنهر : ۱/۲۸۵ ، كتاب الزكاة، الفتاوى الهندية: ۱/۱۷۵ ، كتاب الزكاة)

(۱) ما فی " الدر المختار " : (وسببه) أى سبب افتراضها (ملك نصاب حولى تام) .

(۳/۱۶۴ ، كتاب الزكوة)

(۲) ما فی " فتح القدير " : روى ابن أبى شيبة فى مصنفه عن عمرو بن ميمون قال : أخذ الوليد بن عبد الملك مال رجل من أهل الرقة يقال له أبو عائشة، عشرين ألفاً، فألقاها فى بيت المال، فلما ولّى عمر بن عبد العزيز أتاه ولده فرفعوا مظلمتهم إليه ، فكتب إلى ميمون أن ادفعوا إليهم أموالهم وخذوا زكوة عامهم هذا . (۲/۱۷۵ ، كتاب الزكوة) . (فتاوی محمودیہ:۹/۴۰۴)

ہے، اس لئے اس سے اجتناب کرنا چاہیے۔ (۱)

اب جتنی رقم جمع ہوئی ہے اگر وہ نصاب کے برابر یا اس سے زیادہ ہے، یا یہ ملازم پہلے سے صاحب نصاب ہے، تو سالانہ اس فنڈ میں جمع شدہ رقم کی بھی زکوٰۃ دینا لازم ہوگا (۲)، کیوں کہ جب ملازم نے خود اپنے اختیار سے رقم ادارے کی تحویل میں دیدیا، تو گویا ادارہ ملازم کا وکیل ہوا، اور وکیل کا قبضہ مؤکل کا قبضہ شمار ہوتا ہے۔ (۳)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما فی " القرآن الكريم ":﴿أحل الله البيع وحرم الربا﴾ . (سورة البقرة:۲۷۵)

ما فی " بذل المجهود " : قال رسول الله ﷺ : " إن الحلال بين وإن الحرام بين وبينهما أمور مشتبهات " (وفی حديث) " لا يعلمها كثير من الناس، فمن اتقى الشبهات استبرأ دينه وعرضه، ومن وقع فی الشبهات وقع فی الحرام ". ويدخل فی هذا الباب معاملة من كان فی ماله شبهة أو خالطه رباً، فإن الإختيار تركها إلى غيرها ، وليس بمحرم عليه ، ذلک ما لم يتيقن أن عينه حرام أو مخرجه من حرام . (۱۱/۱۱-۱۴، كتاب البيوع ، رقم الحديث:۳۳۲۹-۳۳۳۰)

ما فی " المقاصد الشرعية ":إن الوسيلة أو الذريعة تكون محرمة إذا كان المقصد محرماً ، وتكون واجبةً إذا كان المقصد واجباً . (ص:۴۶)

ما فی " الدر المختار مع الشامي " : وكل ما أدى إلى ما لا يجوز لا يجوز.

(۹/۵۱۹، كتاب الحظر والإباحة، فصل فی اللبس)

(۲) ما فی " خلاصة الفتاوى " : الزكوٰة إنما تجب إذا ملک نصاباً تاماً . (۱/۲۲۵، كتاب الزكوٰة)

ما فی " الفتاوى الهندية " : وأما شروط وجوبها ..... كون المال نصاباً .

(۱/۱۷۳، كتاب الزكوٰة، الفتاوى التاتارخانية:۲/۲، تبيين الحقائق:۲/۱۹)

(۳) ما في " الفتاوى التاتارخانية " : لأن الوكيل في حق الحقوق بمنزلة المالک .

(۴/۳۲۶، كتاب الوكالة)

شوہر کا عورت کو دین مہر ادا کردے تو اس پر زکوۃ لازم ہوگی یا نہیں؟

مسئلہ (۸۸): اگر شوہر دینِ مہر عورت کو دیدے، اور وہ مقدارِ نصاب ہو اور اس پر سال بھی گذر جائے، تو عورت کے ذمّہ اس کی زکوٰۃ واجب ہوگی، اور اگر وہ مقدارِ نصاب نہیں ہے، لیکن عورت کے پاس اس کے علاوہ اتنی مقدار دوسرا مال موجود ہے کہ اس کو مہر کے ساتھ ملانے پر نصاب پورا ہوسکتا ہے، تو اس کو ملا کر زکوٰۃ ادا کی جائے گی، اگر نصاب پورا نہیں ہوتا تو اس پر زکوٰۃ واجب نہیں ہوگی۔ (۱)

الحجة على ما قلنا:

(۱) ما في " الدر المختار مع الشامي": وعند قبض مائتين مع حولان الحول بعده أي بعد القبض من دين ضعيف وهو بدل غير مال كمهر ودية وبدل كتابة وخلع إلا إذا كان عنده يضم إلى الدين الضعيف ." الدر المختار". قال الشامي : الحاصل أنه إذا قبض منه شيئاً وعنده نصاب يضم المقبوض إلى النصاب ويزكيه بحوله ، ولا يشترط له حول بعض القبض .

(۲/۳، ۲۱۹، كتاب الزكوة، مطلب في وجوب الزكوة في دين المرصد)

ما في " الفتاوى الهندية " : وأما سائر الديون المقر بها، فهي على ثلاث مراتب عند أبي حنيفة : ضعيف وهو كل دين ملكه بغير فعله لا بدلا عن شيء نحو الميراث، أو بفعله لا بدلا عن شيء كالوصية ، أو بفعله بدلاً عما ليس بمال كالمهر وبدل الخلع والصلح عن دم العمد والدية وبدل الكتابة لا زكوة فيه عنده حتى يقبض نصاباً ويحول عليه الحول .

(۱/۱۷۵، الباب الأول في تفسيرها وصفتها ، خلاصة الفتاوى : ۱/۲۳۸، الفصل السادس في الديون ومسائلها ، البحر الرائق: ۲/۳۶۳، كتاب الزكوٰة) (فتاویٰ محمودیہ:۹/۳۲۰)

مرغی خانہ یا مچھلی تالاب کی زمین پر زکوۃ

مسئلہ(۸۹): اگر کسی شخص نے مرغی یا مچھلی کا فارم قائم کیا، تو مرغی خانہ اور مچھلی کے تالاب کی زمین اور متعلقہ ساز وسامان پر زکوٰۃ فرض نہیں ہے، اسی طرح اگر مرغیوں اور چوزوں یا مچھلیوں اور ان کے بچوں کو خریدتے وقت ان کو بیچنے کی نیت نہ ہو، بلکہ ان کے انڈوں یا ان کے بچوں کو فروخت کرنے کی نیت ہو، تو ان پر بھی زکوٰۃ واجب نہیں ہے، کیوں کہ اس صورت میں ان مرغیوں اور مچھلیوں کو باقی رکھتے ہوئے ان سے منفعت حاصل کرنا مقصود ہے[1]، اگر ان سے حاصل منفعت کی مالیت بقدر نصاب ہو تو اس پر زکوٰۃ واجب

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " فتح القدير": وليس في دور السكنى ..... وسلاح الاستعمال زكوٰة ..... وعلى هذا كتب العلم لأهلها وآلات المحترفين ، قوله : (آلات المحترفين) يريد بها ما ينتفع بعينه ولا يبقى أثره في المعمول كالصابون والحرض وغيرهما كالقدور وقوارير العطار ونحوها لكون الآجر حينئذ مقابلاً بالمنفعة فلا يعد من مال التجارة . (۲/۱۷۳ ، كتاب الزكوٰة)

ما في " الدر المختار مع الشامية " : قال ابن عابدين تحت قوله : (وفارغ عن حاجته الأصلية لأن المشغول بها كالمعدوم) وفسره ابن ملك المشغول بالحاجة الأصلية ، وهي ما يدفع الهلاك عن الإنسان كالنفقة ودور السكنى وآلات الحرب ، أو تقديراً كالدين وآلات الحرفة ، وظاهر قوله أن المراد من قوله: (وفارغ عن حاجته الأصلية) ما كان نصاباً من النقدين أو أحدهما فارغاً عن الصرف إلى تلك الحوائج . (۳/۱۶۶ ، مطلب في زكوة ثمن المبيع وفاء)

ما في " فتاوى قاضي خان على هامش الهندية " : ولو اشترى قدوراً من صفر يمسكها أو يؤاجرها لا تجب فيها الزكوٰة كما لا تجب في بيوت الغلة ، وكذا لو اشترى جوالق بعشر آلاف درهم ليؤاجر من الناس فحال عليه الحول لا زكوة فيها لأنه اشتراها للغلة.

(۱/۱۲۰ ، فصل في التجارة، الفتاوى الهندية: ۱/۱۷۲ ، كتاب الزكوٰة، الباب الأول، الهداية: ۱/۱۸۶ ، البحر الرائق: ۲/۳۶۱)

ہوگی، البتہ اگر مرغیوں اور چوزوں، مچھلیوں اور ان کے بچوں کو خریدتے وقت ان ہی کو فروخت کرنے کی نیت ہو تو یہ مالِ تجارت میں داخل ہوں گے، اور ان کی مالیت پر زکوٰۃ فرض ہوگی۔[1]

بھینس یا گائے کے دودھ کی آمدنی پر زکوٰۃ

مسئلہ (۹۰): اگر کسی شخص نے بھینس یا گائے کا فارم بنایا، تاکہ ان سے حاصل ہونے والا دودھ فروخت کرے گا، تو اس صورت میں بھینس اور گائے کی مالیت پر زکوٰۃ واجب نہیں ہوگی، کیوں کہ یہ سائمہ جانور نہیں ہیں[2]، البتہ دودھ فروخت کرنے کے بعد جو

---

(۱) ما فی " الحدیث النبوی " : عن سمرة بن جندب قال :" أما بعد ؛ فإن رسول الله ﷺ كان يأمرنا أن نخرج الصدقة من الذي نعدّ للبيع ".

(السنن لأبی داود:ص۲۱۸، كتاب الزكوٰة، باب العروض إذا كانت للتجارة هل فيها زكوٰة؟ رقم الحديث:۱۵۶۲)

ما فی" البحر الرائق ": قوله: (وفی عروض تجارة بلغت نصاب ورق أو ذهب) أی يجب ربع العشر فی عروض التجارة إذا بلغت نصاباً من أحدهما .(۲/۳۹۸) (فتاویٰ محمودیہ:۹/۴۲۷،محمود الفتاوی:۲/۸۷)

الحجة علی ما قلنا:

(۱) ما فی" البحر الرائق ":قوله : (ولا فی العلوفة والعوامل) للحديث : " ليس فی الحوامل والعوامل والعلوفة صدقة ". ولأن السبب هو المال النامی ودليله الأسامة أو الأعداد للتجارة ولم يوجدا ، ولأن فی العلوفة تتراكم المؤنة فينعدم النماء معنیً . (۲/۳۸۱، كتاب الزكوة، فصل فی الغنم)

ما فی" الدر المختار مع الشامي": ولا فی عوامل وعلوفة ما لم تكن العلوفة للتجارة.

(۳/۱۹۱/۱۹۲، كتاب الزكاة ، باب زكاة الغنم ، مجمع الأنهر : ۱/۲۹۹، كتاب الزكاة)=

آمدنی حاصل ہوگی اگر وہ نصاب کے برابر یا اس سے زیادہ ہے، تو سالانہ ڈھائی فیصد زکوۃ واجب ہوگی۔[۱]

سیکوریٹی ڈپوزٹ (Securety Deposit) پر زکوۃ

مسئلہ(۹۱): مکان یا دوکان کو کرایہ پر لیتے وقت جو رقم مالکِ مکان یا دوکان کو سیکورٹی ڈپوزٹ (Securety Deposit) کے نام سے بطور ضمانت دی جاتی ہے، اس رقم کی زکوۃ نہ تو دینے والے پر واجب ہے اور نہ ہی لینے والے پر، کیوں کہ یہ رہن کے حکم میں ہے، اور رہن میں نہ راہن (گروی رکھنے والا) پر زکوۃ واجب ہوتی ہے، اور نہ مرتہن (جس کے پاس گروی رکھا گیا) پر، اور جب رہن واپس مل جائے تو سالہائے گذشتہ کی زکوۃ بھی واجب نہیں ہوگی۔[۲]

= (۱) ما فی "الدر المختار مع الشامي" : (وسببه) أی سبب افتراضها (ملک نصاب حولي) .
(۱۶۳/۳، کتاب الزکاۃ، البحر الرائق : ۳۵۵/۲، کتاب الزکاۃ)
الحجة علی ما قلنا :

(۲) ما فی "الدر المختار مع الشامية": ولا فی مرهون بعد قبضه." الدر المختار". قال ابن عابدين : أی لا علی المرتهن لعدم ملک الرقبة ، ولا علی الراهن لعدم اليد ، وإذا استرده الراهن لا يزکی عن السنين الماضية ، وهو معنی قول الشارح :(بعد قبضه) ، ويدل عليه قول البحر، ومن موانع الوجوب الرهن .
(۱۸۰/۳، مطلب فی زکاۃ ثمن المبيع وفاءً ، الفتاوی الهندية : ۱۷۲/۱، کتاب الزکاۃ ، الباب الأول) . (محمود الفتاوی:۲۶/۲)

باب العشر

عشر کے مسائل

ہندوستان کی زمینیں عشری ہیں یا خراجی؟

مسئلہ (۹۲): ہندوستان کی زمینیں عشری ہیں یا خراجی؟ اس سلسلے میں ہمارے علماء کے مابین اختلاف ہے۔ لیکن صحیح اور مبنی بر احتیاط قول یہ ہے کہ مسلمانوں کی مملوکہ اُراضی میں عشر واجب ہے، کیوں کہ عشر میں بنیادی تصور عبادت کا ہے[1]، اور یہ زکوٰۃ کی ہی ایک قسم ہے، کیوں کہ دونوں کے مصارف ایک ہی ہیں۔[2]

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما فی " الدر المختار مع الشامية " : (لأنه أليق بالمسلم) أی لما فيه من معنى العبادة .

(۲/۲۱۷، كتاب الجهاد، باب العشر والخراج)

ما فی " الفقه الإسلامی وأدلته " : أما العشرية: فهی التی يجب فيها العشر الذی فيه معنى العبادة .

(۳/۱۹۰۱، زكوة الأرض الخراجية)

ما فی " الاختيار لتعليل المختار " : ولأبی حنيفة أن الأراضی النامية لاتخلو من العشر أو الخراج، والذمی ليس أهلاً للعشر لأنه معنى العبادة لقوله تعالى: وآتوا حقه يوم حصاده . (۱/۳۶۷)

(۲) ما فی " البحر الرائق " : هو الفقير والمسكين وهو أسوأ حالاً من الفقير والعامل والمكاتب والمديون ومنقطع الغزاة وابن السبيل، ولم يقيده فی الكتاب بمصرف الزكوة ليتناول الزكوة والعشر .

(۲/۳۵۲، كتاب الزكوة، الدرالمختار: ۳/۲۵۶، باب المصرف، النهر الفائق: ۱/۴۱۱، باب المصرف) =

اسی لئے مسلمانوں کے حق میں اصل عشر ہے[۱]، اور چونکہ عشر کو ساقط کرنا ایک عبادت کو ساقط کرنا ہے، اس لئے جہاں عشر کے ساقط ہونے کی صراحت اور اس پر کوئی قوی نص موجود نہ ہو، وہاں احتیاط کا تقاضا یہ ہے کہ مسلمانوں کے حق میں عشر ہی کے حکم کو باقی رکھا جائے، لہذا ہندوستان کی زمینیں مندرجہ ذیل صورتوں میں بالاتفاق عشری ہیں:

(۱) مسلمان حکومت کی طرف سے مسلمانوں کو عطا کردہ زمینیں جو اب تک مسلمانوں کے پاس چلی آرہی ہیں وہ عشری ہیں۔[۲]

(۲) جس علاقے کے لوگ مسلم حکومت کے قیام سے پہلے بخوشی مسلمان ہوگئے ہوں اور وہ زمینیں ابھی تک مسلمانوں ہی کے پاس چلی آرہی ہیں وہ عشری ہیں۔[۳]

(۳) جو زمین عرصۂ دراز سے مسلمانوں کے پاس ہیں، اور تاریخی طور پر ان کا خراجی ہونا ثابت نہیں ہے، وہ بھی عشری ہیں۔[۴]

(چھٹے فقہی سیمینار عمر آباد بتاریخ: ۱۷ تا ۲۰ رجب ۱۴۱۴ھ، مطابق: ۳۱ دسمبر ۱۹۹۳ء، تا ۳ جنوری ۱۹۹۴ء) میں یہی قرارداد منظور کی گئی۔

= (۱) ما في " الشامية " : لو أن المسلم أو الذمي سقاها مرة بماء العشر ومرةً بماء الخراج، فالمسلم أحق بالعشر والذمي بالخراج . (۶/ ۲۱۷، كتاب الجهاد، باب العشر والخراج)

(۲) ما في " فتاوى قاضي خان " : وكل بلدة فتحت عنوة وقسمها الإمام بين الغانمين فهي عشرية . (۱/ ۱۲۹، فصل في العشر والخراج)

ما في " الفتاوى التاتارخانية " : كل أرض فتحت عنوة وقهراً، وقسمت بين الغانمين المسلمين فهي عشرية . (۲/ ۸۱، الفقه الإسلامي وأدلته: ۳/ ۱۹۰۲)

(۳) ما في " الفقه الإسلامي وأدلته " : الأرض العشرية التي أسلم عليها أهلها طوعاً لأنها أرض إسلامية يناسبها ما في معنى العبادة . (۳/ ۱۹۰۲، الفتاوى التاتارخانية: ۲/ ۸۱)

(۴) ما في " فتاوى محمودية " : وجوب العشر إذا ملك المسلم مستمراً عليها من زمن السلطنة =

بارش اور ٹیوب ویل کے ذریعے سیراب کی ہوئی زمین کی پیداوار پر عشر

مسئلہ (۹۳): جس زمین کی آب پاشی کی جاتی ہے، یا محنت کرکے کنویں وغیرہ سے پانی دیا جاتا ہے، اس کی پیداوار میں نصف عشر یعنی پیداوار کا بیسواں حصہ واجب ہے، اور جس زمین میں بارش کے پانی سے کھیتی ہوتی ہے، اور مستقل پانی دینا نہیں پڑتا، اس کی پیداوار میں عشر یعنی پیداوار کا دسواں حصہ واجب ہے [1]، لیکن اگر زمین ایسی ہے کہ اس کی

= المسلمة انتقلت إليه ، وهو لا يعلم أنها من مسلم انتقلت أو كافر؟ هذا ما اختاره الشيخ رشيد أحمد الغنغوهي ، ومولانا أشرف على التهانوى ومبناه عدم القطع بكونه دار الحرب لا سيما فى بعض الأحكام . (۹/ ۴۵۶) (امداد الفتاوی:۲/۶۲، فتاوی رشیدیہ:ص ۴۴۷)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما فى " القرآن الكريم " : ﴿وآتوا حقه يوم حصاده﴾ . (سورة الأنعام : ۱۴۱)

ما فى " أحكام القرآن للجصاص " : ﴿وآتوا حقه يوم حصاده﴾ وفى بقاء حكمه أو نسخه ، والكلام بين السلف فى ذلك من ثلاثة أوجه : أحدها : هل المراد زكاة الزرع والثمار وهو العشر ونصف العشر أو حق آخر غيره؟ وهل هو منسوخ أو غير منسوخ ؟ فالدليل على أنه غير منسوخ ، اتفاق الأمة على وجوب الحق فى كثير من الحبوب والثمار وهو العشر ونصف العشر . (۳/ ۱۳)

ما فى " الحديث النبوى " : عن سالم بن عبد الله عن أبيه عن النبى ﷺ قال : " فيما سقت السماء والعيون أو كان عشرياً العشر ، وما سقى بالنضح نصف العشر ".

(صحيح البخارى : ۱/ ۲۰۱، كتاب الزكاة، باب العشر)

ما فى " الدر المختار مع الشامي " : وتجب فى (مسقى سماء) أى مطر (وسيح) كنهر (بلا شرط نصاب)..... (و) بلا شرط (بقاء) وحولان حول..... ويجب (نصفه فى مسقى غرب) أى دلو كبير (ودالية) أى دولاب لكثرة المؤنة. (۳/ ۲۴۲. ۲۴۴، كتاب الزكاة، باب العشر، تبيين الحقائق: ۲/ ۱۰۱، كتاب الزكاة ، باب العشر، الهداية : ۱/ ۲۰۱/ ۲۰۲، باب زكوة الزروع والثمار)=

سینچائی اکثر بارش کے پانی سے ہی ہوتی ہے، اور ٹیوب ویل (Tube Wel) کی اتفاقیہ معمولی نوبت آتی ہے، تو اس کو بارانی ہی سمجھا جائیگا، اور اس کی پیداوار میں عشر واجب ہوگا، اور اگر اس کی سینچائی اکثر ٹیوب ویل (Tube Wel) کے ذریعہ ہوتی ہے، تو اس میں نصف عشر واجب ہوگا۔ (۱)

زمین کا عشر مالک زمین پر یا کرایہ دار پر؟

مسئلہ (۹۴): اگر مالکِ زمین کسی کاشت کار سے یہ طے کرلے کہ مجھے فی ایکڑ مثلاً پانچ سو روپئے سالانہ دے کر تم جس طرح چاہو زمین استعمال کرسکتے ہو، تو اس صورت میں عشر مالکِ زمین پر واجب ہوگا، یا کاشت کار پر؟ اس سلسلے میں ہمارے ائمہ کے مابین اختلاف ہے، امام صاحبؒ کے نزدیک عشر مالکِ زمین پر واجب ہے، جبکہ صاحبین کے نزدیک کاشت کار پر، عام فقہاء کرام صاحبین کے قول کو راجح قرار دیتے ہیں، یعنی کاشت کار پر عشر واجب ہوگا، علامہ شامیؒ نے اس میں یہ تفصیل نقل کی ہے کہ اگر زمین کا کرایہ اسی کے مناسبت سے مقرر کیا گیا تو عشر مالکِ زمین پر ہوگا، اور اگر کرایہ اجر مثل سے کم مقرر کیا گیا تو عشر کاشت کار پر ہوگا۔ (۲)

= (۱) ما فی " الدر المختار مع الشامیة " : (ولو سُقِی سیحاً وبآلة اعتبر الغالب) أی أکثر السنة کما مر فی السائمة ..... أی إذا أسامها فی بعض السنة وعلفها فی بعضها یعتبر الأکثر .

(۲۴۴/۳ ، کتاب الزکاة، باب العشر، الهدایة : ۲۰۲/۱ ، باب زکاة الزروع والثمار)

(فتاوی محمودیہ:۴۳۲/۹، کتاب الفتاوی:۳۵۰/۳)

الحجة علی ما قلنا :

(۲) ما فی " الدر المختار مع الشامیة ": والعشر علی المؤجر کخراج موظف، وقالا : علی المستأجر کمستعیر مسلم ، وفی الحاوی : وبقولهما نأخذ .درمختار. قوله : (وبقولهما نأخذ) =

کاشت کی زمین کے کرایہ پر عشر

مسئلہ (۹۵): اگر صاحب زمین اپنی کاشت والی زمین کرایہ پر دے، تو کرایہ کی یہ رقم دوسری آمدنی کے تابع ہوکر سال بھر گزرنے کے بعد اس پر زکوٰۃ واجب ہوگی عشر نہیں[۱]، البتہ اس زمین سے فصل حاصل کرنے والے شخص یعنی کاشت کار پر عشر یا نصفِ عشر واجب ہوگا۔[۲]

= قال العلامة ابن عابدين قلت : فإن أمكن أخذ الأجرة كاملة يفتى بقول الإمام وإلا فبقولهما ، لما يلزم عليه من الضرر الواضح الذى لا يقول به أحد .

(۳/۲۵۱، كتاب الزكاة، مطلب مهم فى حكم أراضى مصر)

ما فى " الفتاوى الهندية " : ولو آجر أرضاً عشرية كان العشر على الآجر عند أبى حنيفة وعندهما على المستأجر كذا فى الخلاصة .

(۱/۱۸۷ ، الباب السادس فى زكوٰة الزرع والثمار ، البحر الرائق : ۲/۴۱۳ ، كتاب الزكوٰة ، باب العشر، بدائع الصنائع : ۲/۱۷۳ ، باب الخراج والعشر)

(فتاوی حقانیہ:۳/۵۷۸،فتاوی دارالعلوم:۶/۱۹۲،خیر الفتاوی:۳/۴۵۰)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما فى " فتاوى قاضيخان على هامش الهندية " : إذا آجر داره أو عبده بمائتى درهم لا تجب الزكوة ما لم يحل الحول بعد القبض فى قول أبى حنيفة ، فإن كانت الدار والعبد للتجارة وقبض أربعين درهماً بعد الحول كان عليه درهم بحكم الحول الماضى قبل القبض ، لأن أجرة دار التجارة وعبد التجارة بمنزل ثمن التجارة فى الصحيح من الرواية . (۱/۲۵۳)

(۲) ما فى " الدر المختار مع الشامية " : والعشر على المؤجر وقالا: على المستأجر كمستعير مسلم، وفى الحاوى: وبقولهما نأخذ . در مختار. قال ابن عابدين : قال فى فتح القدير : لهما أن العشر منوط بالخارج وهو المستأجر ..... فلا ينبغى العدول عن الإفتاء بقولهما فى ذلك .

(۳/۲۵۱، مطلب مهم فى حكم أراضى مصر)=

فصل کٹنے سے پہلے فروخت کردیا تو عشر کس پر لازم ہوگا؟

مسئلہ(۹۶): اگر فصل پک چکی اور اس کی کٹائی سے پہلے ہی اس کو فروخت کردیا گیا، تو اس کا عشر مالکِ زمین پر ہی واجب ہوگا، اور اگر فصل کی پختگی سے پہلے اسے فروخت کردیا گیا، اور فصل مشتری کی ملکیت میں کمال تک پہنچ جائے، تو عشر کی ادائیگی مشتری یعنی خریدار پر لازم ہے۔[1]

= ما فی " المبسوط للسرخسی " : (رجل استأجر أرضاً من أرض العشر وزرعها قال : عشر ما خرج منها على رب الأرض بالغاً ما بلغ سواء كان أقل من الأجر أو أكثر في قول أبي حنيفة ، وقال أبويوسف ومحمد : العشر في الخارج على المستأجر) وجه قولهما أن الواجب جزء من الخارج ، والخارج كله للمستأجر فكان العشر عليه كالخارج في يد المستعير للأرض .

(۳/۶، باب عشر الأرضين ، بدائع الصنائع : ۲/۱۷۳، باب الخراج والعشر، البحر الرائق : ۲/۴۱۳، الفتاوى الهندية : ۱/۱۸۷) (فتاوی حقانیہ:۳/۵۹۷،فتاوی دارالعلوم:۶/۱۸۱،أحسن الفتاوی:۴/۳۴۷)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " الدر المختار مع الشامي" : ولو باع الزرع إن قبل إدراكه فالعشر على المشترى ولو بعده فعلى البائع .

(۳/۲۵۰، مطلب مهم في حكم أراضي مصر، الفتاوى الهندية : ۱/۱۸۷، الباب السادس في زكوة الزرع والثمار، بدائع الصنائع : ۲/۱۷۵، كتاب الزكوة ، فصل أما شرائط الفرضية)

ما في" المبسوط للسرخسي" : إن باع الزرع وهو قصيل فإن قصله المشترى في الحال فالعشر على البائع ، وإن تركه على الأرض بإذن البائع حتى استحصد فالعشر على المشترى .

(۲/۲۷۴، باب العشر) (فتاوی حقانیہ:۳/۵۷۸،خیر الفتاوی:۳/۴۴۲،أحسن الفتاوی:۴/۳۳۸)

فصل دوسری جگہ فروخت کی جائے تو عشر میں کس مقام کی قیمت معتبر ہوگی؟

مسئلہ (۹۷): اگر فصل کسی دوسری جگہ بھیج کر فروخت کیجائے جہاں اس کی قیمت زیادہ ہو، تو جملہ قیمت کے اعتبار سے عشر یا نصف عشر ادا کیا جائیگا، حمل ونقل کا کرایہ اسی طرح پل ٹیکس اور زکوٰۃ ناکوں پر جو رقم دی گئی جملہ قیمت سے اس کا وضع کرنا جائز نہیں ہے۔[۱]

بھوسا یا گھاس میں عشر واجب نہیں ہے

مسئلہ (۹۸): جس مقصد کیلئے فصل بوئی جاتی ہو، یعنی جو مقصود بالزرع ہو، تو عشر یا نصفِ عشر اس سے ادا کیا جائیگا، اس کے علاوہ ضمنی طور پر جو چیز حاصل ہو اس کی قیمت گرچہ زیادہ ہو، اس میں عشر یا نصف عشر واجب نہیں، چونکہ گندم اور مکئی کی کاشت سے مقصود غلہ

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما فی " الدر المختار مع الشامية " : ويقوم فی البلد الذی المال فيه. درمختار. قال ابن عابدين : فلو بعث عبداً للتجارة فی بلد آخر يقوم فی البلد الذی فيه العبد (بلا رفع مؤن) أی يجب العشر فی الأول ونصفه فی الثانی بلا رفع أجرة العمال، ونفقة البقر وكرى الأنهار وأجرة الحافظ ونحو ذلک . (۳/۱۹۶. ۲۴۵، باب زكاة الغنم ، باب العشر)

ما فی " فتح القدير " : ويقومها المالک فی البلد الذی فيه المال حتى لو بعث عبداً للتجارة إلى بلد آخر لحاجة، فحال الحول، تعتبر قيمته فی ذلک البلد، (لايحتسب فيه أجر العمال ونفقة البقر) وكرى الأنهار وأجرة الحارس وغير ذلک .

(۲/۲۲۷/۲۵۷، باب زكوة الزروع والثمار، فصل فی العروض ، البحر الرائق : ۲/۴۱۶، باب العشر، الهداية : ۱/۲۰۳، الفتاوى الهندية : ۱/۱۸۰ ، الفصل الثانی فی العروض)

(فتاوی حقانیہ: ۳/۵۷۸، فتاوی دارالعلوم: ۶/۱۸۱، أحسن الفتاوی: ۴/۳۵۳)

(اناج) ہوتا ہے، اس لئے اس کے بھوسا یا گھاس میں عشر واجب نہیں ہے[1]، البتہ اگر دانہ پڑنے سے پہلے ہی فصل کاٹ لی ہو تو اس پر عشر واجب ہے، کیوں کہ اس صورت میں فصل ہی مقصود ہے غلہ نہیں۔[2]

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما فی " الدر المختار مع الشامية " : (ويجب العشر فی عسل وإن قل ..... إلا فيما لا يقصد به استغلال الأرض نحو حطب وقصب فارسی وحشيش وتبن وسعفٍ واشنان وشجر قطن وباذنجان وبذر بطيخ).در مختار. قال ابن عابدين : أشار إلى ما اقتصر عليه المصنف كالكنز وغيره ، ليس المراد به ذاته بل لكونه من جنس ما لا يقصد به استغلال الأرض غالباً ، وإن المدار على القصد حتى لو قصد بذلک وجب العشر . (۲۴۳/۳، باب العشر)

ما فی " الهداية " : أما الحطب والقصب والحشيش لا تستنبت فی الجنان عادة بل تُنقّى عنها، حتى لو اتخذها مقصبة أو مشجرة أو منبتاً للحشيش يجب فيها العشر، والمراد بالمذكور القصب الفارسی، أما قصب السكر، وقصب الذريرة ففيهما العشر، لأنه يقصد بهما استغلال الأرض بخلاف السَعَف والتبن لأن المقصود الحب والثمر دونهما .

(۱/۲۰۱/۲۰۲، باب زكاة الزروع والثمار، الفتاوى الهندية : ۱/۱۸۶، الباب السادس فی زكاة الزرع والثمار، البحر الرائق :۲/۴۱۵، باب العشر)

(۲) ما فی " الشامية " : قوله : (وتبن) قال فی الفتح : لو فصله قبل انعقاد الحب وجب العشر فيه ، لأنه صار هو المقصود . (۲۴۳/۳) (احسن الفتاوی:۳۵۴/۴،فتاوی حقانیہ:۵۸۳/۳)

زمین میں شہد کی مکھیوں کو پال کران سے شہد حاصل کیا جاتا ہے تو اس پر عشر لازم ہوگا یا نہیں؟

مسئلہ (۹۹): اگر عشری زمین میں شہد کی مکھیوں کو پال کر شہد حاصل کیا جاتا ہے، تو اس میں عشر ادا کرنا لازم ہے، اور اگر شہد کی مکھیوں کو خراجی زمین میں پال کران سے شہد حاصل کیا جاتا ہے تو عشر لازم نہیں ہوگا۔ (۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما فی " الحدیث النبوی " : عن عمرو بن شعیب عن أبیه عن جده قال : جاء هلال أحد بنی متعان إلی رسول الله ﷺ بعشور نحل له ، وکان سأله أن یحمی وادیاً یقال له سلبة، فحمی له رسول الله ﷺ ذلک الوادی ، فلما ولی عمر بن الخطاب کتب سفیان بن وهب إلی عمر بن الخطاب رضی الله عنه یسأله عن ذلک ، فکتب عمر : " إن أدی إلیک ما کان یؤدی إلی رسول الله ﷺ من عشور نحله فاحم له سلبة وإلا فإنما هو ذباب غیث یأکله من یشاء ".(السنن لأبی داود:ص۲۲۶، کتاب الزکوة)

ما فی " بذل المجهود " : وقد استدل بأحادیث الباب علی وجوب العشر فی العسل أبوحنیفة وأحمد وإسحاق ، وحکاه الترمذی عن أکثر أهل العلم . (۶/۴۱۳)

ما فی " الاختیار لتعلیل المختار " : (وفی العسل العشر قلّ أو کثر إذا أخذ من أرض العشر) لأن النبی ﷺ کتب إلی أهل الیمن أن یؤخذ من العسل العشر . (۱/۳۶۶، باب زکوٰة الزروع والثمار)

ما فی " بدائع الصنائع " : یجب العشر فی العسل إذا کان فی أرض العشر، فأما إذا کان فی أرض الخراج فلا شئ فیه لما ذکرنا ، إن وجوب العشر فیه لکونه بمنزلة الثمر لتولده من أزهار الشجر، ولا شئ فی ثمار أرض الخراج ، ولأن أرض الخراج یجب فیها الخراج ، فلو وجب العشر فی العسل لاجتمع العشر والخراج فی أرض واحدة ، ولا یجتمعان عندنا .

(۲/۱۸۴، قبیل فصل فی بیان مقدار الواجب ، الدر المختار مع الشامي : ۳/۲۴۱، باب العشر، البحر الرائق: ۲/۴۱۴، باب العشر، الفتاوی الهندیة : ۱/۱۸۶، باب زکوة الزرع والثمار، الهدایة: ۱/۲۰۲)

(فتاوی حقانیہ:۳/۵۸۵، کتاب الفتاوی:۳/۳۴۹)

فصل بونے سے قبل عشر نکالا تو ادا نہیں ہوگا

مسئلہ(۱۰۰): فصل بونے سے قبل عشر نکالا تو ادا نہیں ہوگا، اور اگر فصل اگنے کے بعد نکالا تو بالاتفاق ادا ہوجائیگا، اور اگر فصل بونے کے بعد اگنے سے پہلے نکالا تو امام ابو یوسفؒ کے نزدیک ادا ہوجائیگا، اور امام محمدؒ کے نزدیک ادا نہیں ہوگا، اور یہی قول راجح ہے، باغ میں پھول آنے کے بعد عشر نکالنا صحیح ہے، اس سے قبل نکالا تو ادا نہ ہوگا۔[1]

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " بدائع الصنائع " : وعلى هذا يخرج تعجيل العشر وإنه على ثلاثة أوجه: أما الذى يجوز بلا خلاف ، فهو أن يعجل بعد الزراعة وبعد النبات، لأنه تعجيل بعد وجود سبب الوجوب، وهو الأرض النامية بالخارج حقيقة ، ألا ترى أنه لو قصله هكذا يجب العشر، وأما الذى لا يجوز بلا خلاف فهو أن يعجل قبل الزراعة لأنه عجل قبل الوجوب ، وقبل وجود سبب الوجوب لإنعدام الأرض النامية بالخارج حقيقة لإنعدام الخارج حقيقة ، وأما الذى فيه خلاف فهو أن يعجل بعد الزراعة قبل النبات ، قال أبويوسفؒ : يجوز، وقال محمدؒ : لا يجوز، وجه قول محمد أن سبب الوجوب لم يوجد لإنعدام الأرض النامية بالخارج لا الخارج ، فكان تعجيلاً قبل وجود السبب فلم يجز ، وأما تعجيل عشر الثمار فإن عجل بعد طلوعها جاز بالإجماع ، وإن عجل قبل الطلوع ذكر الكرخى أنه على الإختلاف الذى ذكرنا فى الزرع ، وذكر القاضى فى شرحه مختصر الطحاوى أنه لا يجوز فى ظاهر الرواية . (۲/۱۷۰ ، فصل سبب الفرضية وشرائطها ، فتح القدير:۲/۲۵۰)

ما فى" الفتاوى الهندية" : ووقته وقت خروج الزرع وظهور الثمر عند أبى حنيفةؒ ، فلو عجل عشر أرضه قبل الزرع لا يجوز ، ولو عجل بعد الزراعة بعد النبات فإنه يجوز، ولو عجل بعد الزراعة قبل النبات فالأظهر أنه لا يجوز، ولو عجل عشر الثمار إن كان بعد طلوعها يجوز، وإن كان قبل طلوعها لا يجوز فى ظاهر الرواية . (۱/۱۸۶ ، الباب السادس فى زكوة الزرع والثمار)

(فتاوی حقانیہ:۳/۵۶۸، أحسن الفتاوی:۴/۳۷۱)

پھلوں میں عشر کب واجب ہوگا؟

مسئلہ (۱۰۱): پھلوں، مثلاً انار، سیب اور انگور وغیرہ میں عشر اس وقت واجب ہوتا ہے، جب یہ درختوں پر ظاہر ہو جائیں، اور پک جانے تک فساد وغیرہ سے محفوظ رہیں۔ (۱)

گھر کے احاطے میں لگائے گئے پھلوں کے درخت پر عشر نہیں

مسئلہ (۱۰۲): بعض لوگ گھر کی چھت پر یا گھر کے احاطے میں پھلدار درخت یا سبزی وغیرہ کے درخت لگاتے ہیں، اس میں عشر واجب نہیں ہے، کیوں کہ یہ گھر کے تابع شمار ہوں گے۔ (۲)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " المبسوط للسرخسي " : (لا يجوز عشر ثمر لم يخرج) أما تعجيل عشر الثمار قبل ظهور الطلع فلا يجوز في قول أبي حنيفةؒ ومحمدؒ . (۱۴/۳، باب عشر الأرضين)

ما في " الدر المختار مع الشامي " : ويؤخذ العشر عند الإمام عند ظهور الثمرة وبدو صلاحها وشرط في النهر أمن فسادها . (۲۴۸/۳، مطلب مهم في حكم أراضي)

ما في " الفتاوى الهندية " : لو عجل عشر الثمار إن كان بعد طلوعها يجوز، وإن كان قبل طلوعها لا يجوز في ظاهر الرواية . (۱۸۶/۱، الباب السادس في زكوٰة الزروع والثمار)

ما في " البحر الرائق " : وأما وقته فوقت خروج الزرع وظهور الثمر عند أبي حنيفةؒ .

(۴۱۳/۲، باب العشر، الاختيار لتعليل المختار: ۳۶۵/۱، باب زكوٰة الزروع والثمار)

(فتاوی حقانیہ: ۵۷۷/۳)

الحجة على ما قلنا :

(۲) ما في " خلاصة الفتاوى " : رجل في داره شجرة مثمرة لا عشر فيها، وإن كانت البلدة عشرية بخلاف ما إذا كانت في الأراضي .

(۲۴۷/۱، الفصل العاشر، الهندية : ۱۸۶/۱، الباب السادس في زكوة الزروع والثمار، الفتاوى التاتارخانية : ۷۶/۲، كتاب العشر، الفصل الأول في بيان ما يجب فيه العشر وما لايجب)=

مسجد کے احاطے میں لگائے گئے پھل کے درختوں پر عشر نہیں

مسئلہ (۱۰۳): بعض مساجد کے ذمہ داران مسجد کے احاطے میں خالی پڑی ہوئی جگہ میں پھلدار درخت لگاتے ہیں، اس میں عشر واجب نہیں ہے[۱]، کیوں کہ یہ مسجد کے تابع شمار ہوں گے۔[۲]

پہاڑوں کے پھلدار درختوں پر عشر واجب ہوگا یا نہیں؟

مسئلہ (۱۰۴): پہاڑوں کے پھلدار درخت مثلاً اخروٹ، جامن، چلغوزی اور بیر وغیرہ اگر حکومتِ وقت کسی شخص کو ان کی نگرانی وحفاظت کا ذمہ دار بناتی ہے، اور ان سے

= ما فی " الشامیة " : (یجب العشر فی ثمرة جبل أو مفازة) .در مختار. قال ابن عابدین : وخرج ثمرة شجر فی دار رجل ولو بستاناً فی داره لأنه للدار کذا فی الخانیة .

(۳/ ۲۴۱، باب العاشر، فتاوی قاضیخان : ۱/ ۱۳۲، کتاب الزکوة، فصل فی العشر فی کل ما یخرجه) . (فتاوی حقانیہ:۳/۵۸۲)

الحجة علی ما قلنا :

(۱) ما فی" الدر المختار مع الشامیة":(یجب العشر فی ثمرة جبل أو مفازة).در مختار. قال ابن عابدین : وخرج ثمرة شجر فی دار رجل ولو بستاناً فی داره لأنه للدار کذا فی الخانیة .

(۳/ ۲۴۱، باب العشر)

ما فی " فتاوی قاضی خان " : رجل فی داره شجرة مثمرة لا عشر فیه وإن کانت البلدة عشریةً بخلاف إذا کانت فی الأراضی .

(۱/ ۱۳۲، کتاب الزکاة، فصل فی العشر فی کل ما یخرجه، الفتاوی التاتارخانیة: ۲/ ۷۶، کتاب العشر، خلاصة الفتاوی : ۱/ ۲۴۷، الهندیة : ۱/ ۱۸۶، الباب السادس فی زکوة الزروع والثمار)

(۲) ما فی " قواعد الفقه " : التابع تابع لا یفرد بالحکم . (ص: ۶۷) (فتاوی حقانیہ:۳/۵۸۲)

انتفاع کی اجازت دیتی ہے، تو اس پر ان پھلوں میں عشر واجب ہوگا[۱]، اور اگر ایسا نہیں کیا گیا تو جو شخص بھی ان پھلوں کو جمع کرے گا، اس پر عشر واجب ہوگا[۲]، کیوں کہ نگرانی وحفاظت کا مقصود بھی پھلوں کو جمع کرنا ہی تھا، جب نگرانی وحفاظت کی ذمہ داری کے بغیر ان کو جمع کرنا پایا گیا تو علتِ وجوب عشر پائی گئی، لہٰذا عشر واجب ہوگا۔

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " الحديث النبوي " : عن عمرو بن شعيب عن أبيه عن جده قال : جاء هلال أحد بني متعان إلى رسول الله ﷺ بعشور نحل له ، وكان سأله أن يحمى وادياً يقال له سلبة ، فحمى له رسول الله ﷺ ذلك الوادى، فلما ولى عمر بن الخطاب كتب سفيان بن وهب إلى عمر بن الخطاب يسأله عن ذلك ، فكتب عمر : " إن أدى إليك ما كان يؤدى إلى رسول الله ﷺ من عشور نحله فاحم له سلبة وإلا فإنما هو ذباب غيث يأكله من يشاء ".

(السنن لأبى داود:ص ۲۲۶ ، كتاب الزكوٰة)

ما في " الدر المختار مع الشامية " : ويجب العشر في ثمرة جبل أو مفازة إن حماه الإمام لأنه مال مقصود، لا إن لم يحمه لأنه كالصيد . درمختار. قال ابن عابدين تحت قوله : (في ثمرة جبل أو مفازة) يجب العشر لو كان الشجر غير مملوك ولم يعالجه أحد ، قوله : (إن حماه الإمام) الضمير عائد إلى المذكور وهو العسل والثمرة ، والظاهر أن المراد الحماية من أهل الحرب والبغاة وقطاع الطريق ، فإن ثمر الجبال مباح لا يجوز منع المسلمين عنه ، وقال أبويوسف : لا شيء فيما يوجد في الجبال ، لأن الأرض ليست مملوكةً ولهما أن المقصود من ملكها النماء وقد حصل .

(۳/۲۴۱، باب العشر، البحر الرائق: ۲/۴۱۴، باب العشر، الفتاوى التاتارخانية: ۲/۷۵، الفصل الأول في بيان ما يجب العشر)

(۲) ما في " الشامية " : قال الشامي تحت قوله : (لأنه مال مقصود) أى مقصود للإمام بالحفظ أو مقصود بالأخذ ، فلذا تشترط حمايته حتى يجب العشر فيه ، لأن الجباية بالحماية فهو علة لاشتراط الجباية ، أو من جنس ما يقصد به استغلال الأرض فهو علة للوجوب . (۳/۲۴۲، باب العشر) =

سبزیوں پر عشر لازم ہوگا یا نہیں؟

مسئلہ(۱۰۵): اگر کسی شخص نے اپنی کاشت کی زمین میں سبزیاں مثلاً بھنڈی، ٹماٹر، بیگن، گاجر اور مولی وغیرہ کی کاشت کی، تو ان میں عشر واجب ہوگا یا نہیں؟ اس سلسلہ میں ہمارے ائمہ ثلاثہ کے مابین اختلاف ہے، صاحبینؒ فرماتے ہیں انہی سبزیوں میں عشر واجب ہوگا جو ایک سال تک باقی رہتی ہوں، اور پانچ وسق یعنی، 944/کلو 784/گرام کو پہنچ جائے، جبکہ امام صاحبؒ کے نزدیک وجوبِ عشر میں نہ تو ایک سال باقی رہنے کی شرط ہے اور نہ ہی پانچ وسق کی، بلکہ ایک قول کے مطابق ایک صاع، یعنی 3/کلو 149/گرام، 280/ملی گرام، اور دوسرے قول کے مطابق نصف صاع، یعنی ڈیڑھ کلو 74/گرام 140/ملی گرام بھی ہو، تو اس میں عشر واجب ہوگا، اور امام صاحب کا قول ہی صحیح وراجح ہے۔[1]

= ما فی " فتاوی قاضیخان " : وما یجمع من ثمار الأشجار التی لیست بمملوکةٍ کأشجار الجبل یجب فیه العشر . (۱/۱۳۲، فصل فی کل ما یخرجه الأرض ، الهندیة : ۱/۱۸۶، الباب السادس فی زکوٰة الزروع والثمار) (فتاوی حقانیہ:۳/۵۷۶)

الحجة علی ما قلنا :

(۱) ما فی " الشامیة " : قال الشامی تحت قوله: (بلا شرط نصاب وبلا شرط بقاء) فیجب فیما دون النصاب بشرط أن یبلغ صاعاً وقیل نصفه، وفی الخضروات التی لا تبقی، وهذا قول الإمام وهو الصحیح کما فی التحفة، وقالا: لا یجب إلا فیما له ثمرة باقیة حولاً بشرط أن یبلغ خمسة أوسق إن کان مما یوسق . (۳/۲۴۲، باب العشر)

ما فی " الإختیار لتعلیل المختار " : ما سقته السماء أو سقی سیحا ففیه العشر قلّ أو کثر، ویستوی فیه ما یبقی وما لا یبقی ، وقالا : لا یجب العشر إلا فیما یبقی إذا بلغ خمسة أوسق والوسق ستون =

مزارعت یعنی بٹائی پر لگائی گئی زمین کی پیداوار میں عشر

مسئلہ (۱۰۶): مزارعت یعنی بٹائی پر لگائی گئی زمین کی پیداوار کا عشر یا نصف عشر مالک زمین اور کاشتکار اپنے اپنے حصہ کا ادا کریں گے، اس میں یہ بھی گنجائش ہے کہ مجموعی پیداوار سے مشترکہ طور پر عشر یا نصفِ عشر ادا کیا جائے، یا تقسیم کے بعد ہر ایک اپنے اپنے حصہ کی آمدنی سے ادا کرے۔[1]

= صاعاً فلا يجب في البقول ..... له قوله تعالى :﴿أنفقوا من طيبات ما كسبتم ومما أخرجنا لكم من الأرض﴾ ولا واجب فيه إلا العشر أو نصفه فيكون المراد العشر ولم يفصل بين القليل والكثير وما يبقىٰ وما لا يبقى فيتناول الكل .

(۱/۳۶۲ ، باب زكوٰة الزروع والثمار ، بدائع الصنائع : ۲/۱۷۹ ، شرائط المحلية ، فتاوى قاضيخان : ۱/۱۳۲ ، الهداية : ۱/۲۰۲ ، الفتاوى التاتارخانية : ۲/۷۴ ، الفتاوى الهندية : ۱/۱۸۶ ، البحر الرائق : ۲/۴۱۵) (فتاویٰ حقانیہ:۳/۵۸۴)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " الدر المختار مع الشامية " : وفي المزارعة إن كان البذر من رب الأرض فعليه، ولو من العامل فعليهما بالحصة . درمختار . قال العلامة ابن عابدين : ما ذكره من التفصيل يخالفه في البحر والمجتبى والمعراج والسراج والحقائق والظهيرية وغيرهما من أن العشر على رب الأرض عنده عليهما عندهما من غير ذكر هذا التفصيل، وهو الظاهر لما في البدائع من أن المزارعة جائزة عندهما، والعشر يجب في الخارج ، والخارج بينهما فيجب العشر عليهما .

(۳/۲۵۲ ، كتاب الزكوٰة، مطلب هل العشر على المزارعين ، الهندية : ۱/۱۸۷ ، الباب السادس في زكوٰة الزروع والثمار ، البحر الرائق : ۲/۴۱۳ ، باب العشر)

(فتاویٰ دارالعلوم:۳/۱۸۱-۱۹۲، کتاب الفتاویٰ:۳/۳۴۹)

نابالغ کی مملوکہ زمین پر عشر واجب ہے

مسئلہ(۱۰۷): زکوٰۃ کے وجوب کیلئے اگر چہ مزکی (زکوٰۃ دینے والے) کا بالغ ہونا ضروری ہے[۱]، مگر عشر کا معاملہ اس سے الگ ہے، عشر زمین کی پیداوار پر لاگو ہوتا ہے، اس میں مالک کا کوئی اعتبار نہیں ہوتا، اس لئے نابالغ کی مملوکہ زمین کی پیداوار پر بھی عشر واجب ہے، مالک کا بالغ ہونا ضروری نہیں۔[۲]

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما فی " الحديث النبوی " : عن ابن عباسؓ قال : " لا يجب على مال الغير الصغير زكاة حتى تجب عليه الصلاة ".

(السنن الدار قطنی: ۲/۹۷، باب استقراض الوصی من مال اليتيم ، رقم الحديث: ۱۹۶۲)

ما فی " بدائع الصنائع ":وأما شرائط الفرضية منها البلوغ ، فلا تجب على الصبی . (۲/۷۹)

(۲) ما فی " الدر المختار مع الشامية " : ويجب مع الدين وفی أرض صغير ومجنون ومكاتب .

درمختار. قال ابن عابدين تحت قوله : (وفی أرض صغير) فلا يشترط فی وجوبه العقل والبلوغ والحرية ، ملک الأرض ليس بشرط لوجوب العشر وإنما الشرط ملک الخارج لأنه يجب فی الخارج . (۳/۲۴۲)

ما فی " الاختيار لتعليل المختار": لا اعتبار بالمالک حتی يجب فی أرض الوقف والصبی والمجنون فكيف يعتبر وصفه . (۱/۳۶۴، باب زكوة الزروع والثمار)

ما فی " بدائع الصنائع " : وأما العقل والبلوغ فليس من شرائط أهلية وجوب العشر حتی يجب العشر فی أرض الصبی والمجنون لعموم قول النبیﷺ : " ما سقته السماء ففيه العشر وما سقی بغرب أو دالية ففيه نصف العشر " . (۲/۱۷۳ ، الخراج والعشر)

ما فی " فتاوی قاضی خان " : ويجب العشر فی الأراضی الموقوفة وأرض الصبيان والمجانين إن كانت عشرية . (۱/۱۳۲ ، فصل فی العشر فی كل ما يخرجه الأرض)

(فتاوی حقانیہ: ۳/۶۰۰، خیر الفتاوی: ۳/۴۴۱)

مسجد یا مدرسہ کی موقوفہ زمین پر عشر

مسئلہ (۱۰۸): اگر اہل وقف مثلاً ذمہ دارانِ مدرسہ یا متولیانِ مسجد، مدرسہ یا مسجد کیلئے موقوفہ زمین میں کاشت کرتے ہیں، تو اس کی پیداوار پر عشر دینا لازم ہے، اور اگر اہل وقف کے سوا کسی دوسرے شخص نے کاشت کی ہو، تو اس میں اجارہ اور مزارعت کے احکام جاری ہوں گے، کیوں وجوب عشر میں زمین کی ملکیت شرط نہیں، بلکہ " ما خرج من الأرض " یعنی پیداوار کا مالک ہونا شرط ہے۔[1]

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " الدر المختار مع الشامية " : ويجب مع الدين وفي أرض صغير ومجنون ومكاتب ومأذون ووقف . " الدر المختار ". قال العلامة ابن عابدين تحت قوله : (ووقف) أفاد أن ملك الأرض ليس بشرط لوجوب العشر، وإنما الشرط ملك الخارج، لأنه يجب في الخارج لا في الأرض فكان ملكه لها وعدمه سواء . (۳/۲۴۲، باب العشر)

ما في " البحر الرائق " : ملك الأرض ليس بشرط للوجوب، لوجوبه في الأرض الموقوفة .

(۲/۴۱۳، باب العشر، الهندية : ۱/۱۸۵، الباب السادس في زكوٰة الزرع والثمار، فتاوى قاضيخان : ۱/۱۳۲، فصل في العشر في كل ما يخرجه الأرض ، الاختيار لتعليل المختار: ۱/۳۶۴، باب زكوة الزروع والثمار)

ما في" بدائع الصنائع " : ملك الأرض ليس بشرط لوجوب العشر، وإنما الشرط ملك الخارج فيجب في الأراضي التي لا مالك لها ، وهي الأراضي الموقوفة لعموم قوله تعالى :﴿يأيها الذين آمنوا أنفقوا من طيبات ما كسبتم ومما أخرجنا لكم من الأرض﴾ وقوله تعالى : ﴿وآتوا حقه يوم حصاده﴾ .

(۲/۱۷۳، الخراج والعشر، الفتاوى التاتارخانية : ۲/۷۸، الفصل الثالث فيمن يجب عليه العشر وفيمن لا يجب) . (فتاوی حقانیہ:۳/۵۷۲)

جوار باجرہ وغیرہ کی فصل پر عشر واجب ہے

مسئلہ(۱۰۹): جوار، باجرہ وغیرہ کی فصل جو کہ سال میں کئی بار اُگتی ہے، چونکہ عشر کا تعلق فصل کے اگنے کے ساتھ ہے، چاہے وہ ایک بار اگے یا بار بار، لہذا ہر مرتبہ اس سے عشر کا ادا کرنا واجب ہوگا۔[۱]

قرض وجوبِ عشر کیلئے مانع نہیں ہے

مسئلہ(۱۱۰): قرض اگرچہ وجوبِ زکوۃ سے مانع ہے[۱] لیکن عشر کے واجب ہونے کیلئے قرض مانع نہیں ہے، لہٰذا مقروض پر بھی عشر واجب ہوگا۔[۲]

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " الشامية " : قوله : (وحولان حول) حتى لو أخرجت الأرض مراراً وجب في كل مرة لاطلاق النصوص عن قيد الحول ، ولأن العشر في الخارج حقيقة فيتكرر بتكرره .

(۳/۲۴۲، باب العشر، بدائع الصنائع :۲/۱۸۴، زكاة العسل)

ما في " المبسوط للسرخسي " : (رجل له رطبة في أرض العشر وهي تقطع في كل أربعين يوماً قال : يأخذ منها العشر كلما قطعت) لأن العشر لا يجب إلا فيما هو نماء محض فلا حاجة إلى اعتبار الحول فيه . (۲/۲۷۶، باب العشر، كذا في الهداية: ۱/۲۰۱، الفتاوى التاتارخانية :۲/۸۰، الفصل الثالث فيمن يجب عليه العشر) (فتاوی دارالعلوم:۶/۱۶۹، أحسن الفتاوی:۴/۳۶۴)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " الدر المختار مع الشامي": (وسببه) أي سبب افتراضها (ملك نصاب حوليّ تام فارغ عن دين) . (۳/۱۶۳، كتاب الزكوة ، البحر الرائق : ۲/۳۵۵، كتاب الزكوة)

ما في " الهداية " : من كان عليه دين يحيط بما له فلا زكوة عليه . (۱/۱۸۶، كتاب الزكوة)

(۲) ما في " الدر المختار مع الشامي" : ويجب العشر مع الدين .

(۳/۲۴۲، باب العشر، البحر الرائق :۲/۳۶۰، كتاب الزكوة ، الفتاوى التاتارخانية :۲/۷۸، الفصل الثالث فيمن يجب عليه العشر) =

مصارفِ عشر

مسئلہ (۱۱۱): عشر کے مصارف وہی ہیں جو زکوٰۃ کے مصارف ہیں، لہذا عشر یا نصفِ عشر فقراء ومساکین وغیرہ کو دینا جائز ہے، بشرطیکہ ان لوگوں کو بطورِ تملیک دیا جائے۔[1]

= ما فی " الفقه الإسلامي وأدلته " : ويؤخذ من التركة ويجب العشر مع الدين .

(۱۸۸۵/۳ ، ما تجب فيه الزكوٰة) (فتاوی دارالعلوم:۶/۱۶۵،فتاوی حقانیہ:۳/۵۸۵)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما فی " القرآن الكريم " : ﴿إنما الصدقات للفقراء والمساكين والعاملين عليها والمؤلفة قلوبهم وفي الرقاب والغارمين وفي سبيل الله وابن السبيل فريضة من الله والله عليم حكيم﴾ . (سورة التوبة:۶۰)

ما فی " أحكام القرآن لإبن العربی " : هذه الآية من أمهات الآيات..... وقدر الصدقات على حسب أجناس الأموال، فجعل في النقدين ربع العشر، وجعل في النبات العشر ، ومع تكاثر المؤنة نصف العشر، ويترتب على هذا القول في حقيقة الصدقة . (۹۵۷/۲)

ما فی " الدر المختار مع الشامية " : مصرف الزكوٰة والعشر (هو فقير وهو من له أدنى شيء) أي دون نصاب (ومسكين من لا شيء له) على المذهب (وعامل) تعم الساعي والعاشر (فيعطى) ولو غنياً لا هاشمياً..... ويشترط أن يكون الصرف تمليكاً لا إباحة . در مختار. قال ابن عابدين الشامي تحت قوله : (تمليكاً) فلا يكفي فيها الإطعام إلا بطريق التمليك ، ولو أطعمه عنه ناوياً الزكوٰة لا تكفي . (۲۵۶/۳.۲۶۳ ، باب المصرف)

ما فی " البحر الرائق " : (هو الفقير والمسكين وهو أسوأ حالاً من الفقير والعامل والمكاتب والمديون ومنقطع الغزاة وابن السبيل) ولم يقيده في الكتاب بمصرف الزكوٰة ليتناول الزكوٰة والعشر وخمس المعادن . (۴۱۹/۲، باب المصرف، النهر الفائق : ۴۵۸/۱، باب المصرف)

(فتاوی دارالعلوم:۶/۱۶۹،محمودالفتاوی:۲/۹۰)

کتاب الصوم

روزے کے مسائل

ماہ رمضان المبارک میں مسجد یا گھر میں لوبان یا اگربتی وغیرہ جلانا

مسئلہ (۱۱۲): رمضان المبارک میں خوشبو کیلئے مسجد یا گھر میں لوبان یا اگربتی جلانا ممنوع نہیں ہے، اگر بلا قصد وارادہ روزہ دار کے حلق میں دھواں داخل ہوجائے، تو روزہ فاسد نہیں ہوگا، البتہ اگر قصداً وارادۃً دھواں سونگھے یا حلق میں داخل کرے تو روزہ فاسد ہوجائے گا۔ (۱)

الحجة على ما قلنا :

ما فی " الدر المختار مع الشامية " : الفساد والبطلان فی العبادات سيان (إذا أكل الصائم أو شرب أو جامع ..... ناسياً ..... أو دخل حلقه غبار أو ذباب أو دخان) و لو ذاكراً استحساناً لعدم إمكان التحرز عنه، ومفاده أنه لو أدخل حلقه الدخان أفطر أي دخان كان ولو عوداً أو عنبراً لو ذاكراً لإمكان التحرز عنه ."الدر المختار ".

(۳/۳۲۶/۳۲۷ ، كتاب الصوم، ما يفسد الصوم وما لا يفسده ، مطلب يكره السهو إذا خاف فوت الصبح)

ما فی " مراقی الفلاح مع حاشية الطحطاوی " : (أو دخل حلقه دخان بلا صنعه) ..... من أدخل بصنعه دخاناً حلقه بأی صورة كان الإدخال فسد صومه سواء كان دخان عنبر، أو عود، أو غيرهما حتى من تبخر ببخور فآواه إلى نفسه واشتم دخانه ذاكراً لصومه أفطر لإمكان التحرز عن إدخال المفطر جوفه ودماغه . (ص : ۶۲۰ ، كتاب الصوم ، باب فی بيان ما لا يفسد الصوم ، الشامية : ۳/۳۲۷ ، كتاب الصوم، مطلب يكره السهو إذا خاف فوت الصبح)

ما فی " مجمع الأنهر فی ملتقى الأبحر " : وإن دخل حلقه غبار أو ذباب لايفطر، ..... وعلى هذا لو أدخل حلقه فسد صومه حتى ان من تبخر ببخور فاشتمَّ دخانه فأدخله حلقه ذاكراً لصومه أفطر لأنهم فرقوا بين الدخول والإدخال فی مواضع عديدة لأن الإدخال عمله والتحرز ممكن .

(۱/۱/۳۶۱، كتاب الصوم، باب موجب الفساد)=

یوم عاشورہ کا روزہ

مسئلہ (۱۱۳): محرم کی دسویں تاریخ کو روزہ رکھنا مستحب ہے[۱]، رمضان کے علاوہ باقی گیارہ مہینوں کے روزوں میں محرم کی دسویں تاریخ کے روزے کا ثواب سب سے زیادہ ہے، اور اس ایک روزے کی وجہ سے گذرے ہوئے ایک سال کے گناہِ صغیرہ معاف ہوجاتے ہیں، اس کے ساتھ نویں یا گیارہویں تاریخ کا روزہ رکھنا بھی مستحب ہے، صرف دسویں محرم کا روزہ رکھنا مکروہ تنزیہی ہے۔[۲]

= ما فی " الهداية " : ولو دخل حلقه ذباب وهو ذاكر لصومه لم يفطر وفي القياس يفسد صومه لوصول المفطر إلى جوفه..... وجه الاستحسان أنه لايستطاع الاحتراز عنه فأشبه الغبار والدخان..... وفي حاشية الهداية: والدخان المراد به إذا دخل فإنه ليس بمفطر لأنه لايمكن الاحتراز عنه لدخوله من الأنف ..... فمفاده أن إدخال دخان التنباک المتعارف في زماننا مفسد لأنه إدخال لا دخول ويمكن الاحتراز عنه ، كذا في السراج المنير.

(۱/۲۱۸، كتاب الصوم، باب ما يوجب القضاء والكفارة) (فتاوی رحیمیہ:۷/۳۶۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " السنن لإبن ماجة " : عن أبي قتادة قال : قال رسول الله ﷺ : " صيام يوم عاشوراء إني أحتسب على الله أن يكفر السنة التي قبله" .

وفي حاشيته : حمل الإجماع على أنه ليس بفرض وإنما هو مستحب .

(السنن لإبن ماجة :ص۱۲۴ ، باب صيام يوم عاشوراء)

(۲) ما في " الحديث النبوي " : عن ابن عباس قال : قال رسول الله ﷺ : " لئن بقيت إلى قابل لأصومنّ من اليوم التاسع ".

وفي حاشيته : قال النبي ﷺ : (لئن بقيت إلى قابل لأصومنّ من اليوم التاسع) وزاد مسلم قال : (فلم يأت العام المقبل حتى توفي رسول الله ﷺ) وهذا تصريح بأن الذي كان يصومه ليس هو =

یوم عاشوراء میں اپنے اہل خانہ پر وسعت

مسئلہ (۱۱۴): عام طور پر واعظ حضرات یوم عاشوراء میں اہل وعیال پر کھانے پینے میں وسعت وفراخی کرنے کی بابت یہ حدیث بیان کرتے ہیں، کہ جس نے یوم عاشوراء کو اپنے بال بچوں پر کھانے پینے کی وسعت کی، تو خدائے پاک پورے سال روزی میں اضافہ کریں گے، جیسا کہ طبرانی نے حضرت ابوسعید خدریؓ اور حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ سے اس روایت کو نقل کیا ہے۔[1]

= التاسع فتعين كونه العاشر، لكن يستحب صوم التاسع، لأنه عليه السلام نوى صيامه، ولعل السبب في صوم التاسع مع العاشر أن لا يتشبه باليهود في إفراد العاشر، وفي الحديث إشارة إلى هذا. (السنن لإبن ماجة :ص ۱۲۴، باب صيام يوم عاشوراء)

ما في" الدر المختار مع الشامية" : وتنزيهاً كعاشوراء وحده أي مفرداً عن التاسع أو عن الحادي عشر لأنه تشبه باليهود. (۳۰۲/۳، كتاب الصيام)

ما في" الفتاوى الهندية" : المسنون أن يصوم عاشوراء مع التاسع كذا في فتح القدير، ويكره صوم عاشوراء مفرداً. (۲۰۲/۱، الباب الثالث فيما يكره للصائم وما لا يكره، مراقي الفلاح مع حاشية الطحطاوي :ص ۲۳۰، كتاب الصوم، الموسوعة الفقهية : ۸۹/۲۸. ۹۰)

(فتاوی رحیمیہ :۱۱۲/۲، فتاوی محمودیہ :۲۷۳/۳، روزے کے مسائل کا انسائیکلوپیڈیا :ص ۱۴۷)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " الحديث النبوي" : أخرجه الطبراني في الأوسط قال : حدثنا هاشم بن مرثد حدثنا محمد بن إسماعيل الجعفري، حدثنا عبد الله بن سلمة الربعي عن محمد بن عبد الله بن عبد الرحمن بن أبي صعصعة عن أبيه عن أبي سعيد الخدري قال : قال رسول الله ﷺ: " من وسع على أهله في يوم عاشوراء أوسع الله عليه سنته كلها ". (المعجم الأوسط للطبراني: ۴۳۱/۶، رقم الحديث: ۹۳۰۲، كنز العمال : ۱۴۳/۱۲، شعب الإيمان للبيهقي : ۳۶۵/۳) =

اسی حدیث کو بنیاد بنا کر صاحب درمختار اور علامہ شامیؒ وغیرہ نے اس دن بال بچوں پر خرچ کرنے میں فراخی کو مستحب قرار دیا ہے، علامہ حصکفیؒ اور علامہ شامیؒ نے تو اس حدیث کو صحیح بھی کہا ہے (۱) لیکن محقق علماء کے نزدیک اس حدیث کی صحت میں کلام ہے۔

ابوحاتم نے اسناد حدیثِ ابی سعید خدریؓ میں محمد بن اسماعیل جعفری کو ''منکر''، اور اسناد حدیثِ ابن مسعودؓ میں ہیصم کو ''ضعیف جداً'' کہا ہے۔ (۲) عقیلی نے ہیصم کو مجہول اور حدیث کو ''غیر محفوظ'' کہا ہے، علامہ ابن حجرؒ نے امالی میں ہیصم کے ضعف پر علماء جرح وتعدیل کا اتفاق نقل فرمایا ہے، علامہ بیہقیؒ نے اس حدیث کے موضع اسناد کے بارے میں کہا: ''کلہا ضعیفۃ''، ابن رجبؒ نے فرمایا کہ اس کی اسناد غیر صحیح ہے۔ (۳)

= ما فی " الحدیث النبوی " : أخرجه الطبرانی فی الکبیر، حدثنا عبد الوارث بن إبراهیم أبو عبیدة العسکری، حدثنا علی بن أبی طالب البزاز، حدثنا الهیصم بن شداخ عن الأعمش عن إبراهیم عن علقمة عن عبد الله بن مسعود قال :" من وسع علی عیاله یوم عاشوراء لم یزل فی سعة سائر السنة ".

(المعجم الکبیر للطبرانی :۱۰/۷۷، رقم الحدیث: ۱۰۰۰۷)

(۱) ما فی " الدر المختار مع الشامیة " : وحدیث التوسعة علی العیال یوم عاشوراء صحیح . درمختار. قال الشامی : قوله : (وحدیث التوسعة) وهو " من وسع علی عیاله یوم عاشوراء وسع الله علیه السنة کلها ". فرواه الثقاة، وحدیث التوسعة ثابت صحیح .

(۳/۳۵۵، مطلب فی حدیث التوسعة)

(۲) ما فی " مجمع الزوائد " : فی إسناد حدیث أبي سعید محمد بن إسماعیل الجعفری قال أبوحاتم : منکر، وفی إسناد حدیث ابن مسعود الهیصم بن شداخ وهو ضعیف جداً .

(۳/۳۳۰، باب التوسعة علی العیال یوم عاشوراء)

(۳) ما فی " شعب الإیمان للبیهقي " : قال البیهقي : فی حدیث ابن مسعود تفرد به هیصم عن الأعمش، وفی حدیث جابر هذا إسناد ضعیف . (۳/۳۶۵) =

اس لیے اس حدیث سے محرم کی دسویں تاریخ کو اپنے اہل وعیال پر خرچ میں کشادگی کا استحباب ثابت کرنا محل نظر ہے، تاہم سارے سال اپنے اہل وعیال پر خرچ میں کشادگی نہ صرف مباح بلکہ باعث اجر وثواب ہے، اور یوم عاشوراء سال کے تمام دنوں میں سے ایک ہے، اس لیے اس میں بھی توسع مباح ہے، خصوصاً جبکہ اس دن اہل وعیال روزے سے ہوں، تو ان کی افطاری وکھانے میں توسع، نہ صرف مباح بلکہ یقیناً باعثِ اجر وثواب ہے، اور یہاں عمل توسع کی بنیاد یہ حدیث نہیں، بلکہ روزہ داروں کا اکرام واعزاز ہے، اور فقہ کا قاعدہ ہے: " الأمور بمقاصدها "۔

= ما في " فيض القدير للمناوى " : قال العقيلى : الهيصم مجهول والحديث غير محفوظ، ثم قال : تفرد به هيصم عن الأعمش ، وقال ابن حجر فى أماليه : اتفقوا على ضعف الهيصم وعلى تفرده به ، وقال البيهقى : فى موضع أسانيده كلها ضعيفة ، وقال ابن رجب فى اللطائف : لا يصح إسناده . (۲۳۶/۶، رقم الحديث: ۹۰۷۵، كتاب الموضوعات: ۱۱۵/۲، باب فى ذكر عاشوراء ، تنزيه الشريعة المرفوعة عن الأحاديث الشنيعة : ۱۵۷/۲ ، رقم الحديث:۳۳، اليواقيت الغالية فى تحقيق وتخريج الأحاديث العالية : ۳۲۶/۱، قاموس البدع للألباني :ص۲۶۶) . (امداد الفتاوی:۲۸۹/۵)

باب الاعتکاف

(اعتکاف کا بیان)

اعتکاف کہاں جائز ہے؟

مسئلہ (۱۱۵): مسجد سے متصل ایسا حجرہ جو امام یا مؤذن کے قیام یا مسجد کا سامان رکھنے کیلئے بنایا گیا ہو، اس میں اعتکاف کرنا شرعاً درست نہیں ہے، اسلئے کہ صحتِ اعتکاف کیلئے ایسی مسجد شرط ہے جس میں پنج وقتہ نماز باجماعت ہوتی ہو۔[1]

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما فی " النهر الفائق " : وروى الحسن عن الإمام أن كل مسجد له إمام ومؤذن معلوم يصلى فيه الخمس بالجماعة يصح الاعتكاف فيه ، وصححه المشايخ . (۲/۴۴، باب الاعتكاف)

ما فی " اللباب فی شرح الكتاب " : الاعتكاف مستحب وهو اللبث فی المسجد مع الصوم، والمراد بالمسجد مسجد الجماعة وهو ما له إمام ومؤذن أديت فيه الخمس أولا، وعن أبی حنيفة أنه لا يصح إلا فی مسجد يصلى فيه الصلوات الخمس لأنه عبادة انتظار الصلوٰة فيختص بمكان تؤدى فيه . (۱/۱۶۳، كتاب الصوم، باب الاعتكاف ، (رمز الحقائق شرح كنز الدقائق: ۱/۸۶/۸۷، باب الاعتكاف)

ما فی " فتح باب العناية " : الاعتكاف وهو لبث صائم فی مسجد جماعة بنية، قوله: (فی مسجد جماعة) وهو الذی له مؤذن وإمام ويصلى فيه الصلوٰت الخمس أو بعضها بجماعة ، وعن أبی حنيفة : لا بد أن يصلى فيه الصلوات الخمس بجماعة وهو قول أحمد .

(۱/۵۹۲، فصل فی الاعتكاف)

اخیرعشرہ کا اعتکاف کرنا

مسئلہ(۱۱۶): رمضان کے اخیرعشرہ کا اعتکاف سنت مؤکدہ علی الکفایہ ہے[۱] اس میں روزہ شرط ہے، اگر کسی شخص نے بغیر روزہ کے اعتکاف کیا تو اعتکاف مسنون ادا نہیں ہوگا، بلکہ یہ اعتکاف نفل ہوگا۔[۲]

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما فی " مراقی الفلاح مع حاشية الطحطاوی " : الاعتكاف على ثلاثة أقسام : واجب فی المنذور تنجيزاً أو تعليقاً ، وسنة كفاية مؤكدة فی العشر الأخير من رمضان ، والقسم الثالث مستحب فيما سواه . (ص:۷۰۰/۷۰۱)

ما فی " الدر المختار مع الشامي" : الاعتكاف وهو ثلاثة أقسام : واجب بالنذر، وسنة مؤكدة فی العشر الأخير من رمضان أی سنة كفاية ..... مستحب فی غيره فی الأزمنة هو بمعنى غير المؤكدة . (۳۸۳/۳)

(۲) ما فی " الشامية " : قلت: ومقتضى ذلك أن الصوم شرطاً أيضاً فی الاعتكاف المسنون ، لأنه مقدر بالعشر الأخير حتى لو اعتكفه بلا صوم لمرض أو سفر ينبغی أن لا يصح عنه بل يكون نفلاً ، فلا تحصل به إقامة سنة الكفاية . (۳۸۴/۳، كتاب الصوم، باب الاعتكاف)

ما فی " البحر الرائق " : وذكر الشارح أن الحق انقسامه إلى ثلاثة أقسام : واجب وهو المنذور، وسنة وهو فی العشر الأخير من رمضان، ومستحب وهو فی غيره من الأزمنة..... فإن قلت : يمكن حمله على الاعتكاف المسنون سنة مؤكدة وهو العشر الأخير من رمضان ، فإن الصوم من شرطه ، حتى لو اعتكفه من غير صوم لمرض أو سفرٍ ينبغی أن لا يصح . (۵۲۳/۲، ۵۲۴)

ما فی " منحة الخالق على البحر الرائق " : قوله: (لتصريحهم بأن الصوم إنما هو شرط فی المنذور) قلت: تصريحهم بذلك إنما هو بالنسبة إلى النفل يعنی أنه ليس بشرط فی النفل لأنه المحتاج الى البيان، أما المسنون فلا يكون إلا بالصوم عادة فلا حاجة إلى التنبيه عليه وإمكان =

معتکف کا علاج کیلئے نکلنا

مسئلہ (۱۱۷): اگر کوئی شخص بحالتِ اعتکاف بیمار ہوجائے، اور صحت یاب نہ ہونے کی صورت میں علاج ومعالجہ کیلئے مجبوراً خارجِ مسجد، ڈاکٹر کے پاس جانا پڑے یا بقاء مرض کے ساتھ مسجد میں رہنا ممکن نہ ہو جس کی وجہ سے گھر جانا پڑے، تو ان صورتوں میں اعتکاف فاسد ہوجائے گا، البتہ اس پر ایک دن کے اعتکاف کی قضاء لازم ہوگی۔ (۱)

= تصور عدم الصوم فيه لمرض أو سفر نادر جداً، ويدل على ما قلنا انه فى متن الدرر: قسم الاعتكاف إلى الأقسام الثلاثة ثم قال: والصوم شرط لصحة الأول يعنى الواجب لا الثالث يعنى المستحب ولم يتعرض للثانى، وهو المسنون بنفي ولا إثبات للعلم بأنه لا يكون بدون صوم عادةً. (۲/۵۲۴، باب الاعتكاف)

الحجة على ما قلنا:

(۱) ما فى "الموسوعة الفقهية الكويتية": أما المرض الشديد الذى يتعذر معه البقاء فى المسجد، أو لا يمكن البقاء معه فى المسجد، بأن يحتاج إلى خدمة أو فراش أو مراجعة طبيب فقد ذهب الحنفية إلى أن خروجه مفسد لإعتكافه. (۵/۲۲۳، اعتكاف)

ما فى "النهر الفائق": وفى "الخانية" وغيرها أن الخروج عامداً أو ناسياً أو مكرهاً بأن أخرجه السلطان أو الغريم أو خرج للبول فحبسه الغريم ساعة أو لعذر المرض مفسد عند الإمام، وعلله فى المرض بأنه لا يغلب وقوعه فلم يصر مستثنى عن الإيجاب. (۲/۴۶/۴۷)

حالت اعتکاف میں خاموش رہنا عبادت نہیں

مسئلہ(۱۱۸): بعض لوگ بحالت اعتکاف خاموش رہنے کو عبادت سمجھتے ہیں، سو یہ خیال غلط ہے، فقہاء کرام نے اعتکاف کی حالت میں عبادت سمجھ کر خاموش رہنے کو مکروہ لکھا ہے، البتہ اگر عبادت کا اعتقاد نہ ہو تو مکروہ نہیں ہے۔[1]

معتکف کا نمازِ جنازہ کیلئے نکلنا

مسئلہ(۱۱۹): واجب اور مسنون اعتکاف میں نمازِ جنازہ پڑھنے یا پڑھانے کیلئے نکلنا اعتکاف کو فاسد کردے گا، اِلا یہ کہ ابتداء ہی میں نمازِ جنازہ وغیرہ کیلئے نکلنے کی شرط رکھی جائے تو اس صورت میں نماز جنازہ کا پڑھنا یا پڑھانا اعتکاف کو فاسد نہیں کرے گا، البتہ

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما فی " الفتاوی الهندية " : وأما محظوراته فمنها الصمت الذی يعتقده عباده فإنه يكره، وأما إذا لم يعتقده قربة فلا يكره . (۱/۲۱۳، الباب السابع فی الاعتكاف)

ما فی " تبيين الحقائق " : وأما الصمت فالمراد به صمت يعتقده عبادة وهو منهی عنه .

(۱/۲۳۱، كتاب الصوم، باب الاعتكاف)

ما فی " الهداية " : ويكره له الصمت ، لأن صوم الصمت ليس بقربة فی شريعتنا لكنه يتجانب ما يكون ماثماً . (۱/۲۳، باب الاعتكاف)

ما فی " النهر الفائق " : وكره احضار المبيع والصمت، وكره أيضاً تحريماً الصمت، وهذا الاطلاق قيده حميد الدين بما إذا تعبده كفعل المجوس فإن لم يتعبد به لم يكره .

(۲/۴۷، كتاب الصوم ، باب الاعتكاف ، الموسوعة الفقهية الكويتية : ۵/۲۲۷ ، الاعتكاف)

نماز جنازہ کیلئے ایسے وقت نکلے کہ جنازہ حاضر ہو اور نماز سے فارغ ہوتے ہی مسجد میں آجائے اور اپنے اعتکاف کو پورا کرے۔[۱]

دوسرے محلّہ کے شخص کو اعتکاف میں بٹھانا

مسئلہ (۱۲۰): اگر کوئی شخص کسی دوسرے محلّہ کی مسجد میں رمضان کے عشرۂ اخیر کا اعتکاف کرے تو اس مسجد سے متعلق اعتکافِ مسنون ادا ہو جائے گا، مگر محلّہ والوں کو چاہیے کہ خود ہی اعتکاف کریں، دوسرے شخص سے اعتکاف کرا کے خود ثواب سے محروم نہ رہیں۔[۲]

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما فی " الفتاوی التاتارخانية " : ولا يخرج لأكله وشربه ولا لعيادة المريض ولا لصلاة الجنازة..... وفي الحجة : ولو شرط وقت النذر والالتزام أن يخرج إلى عيادة المريض وصلاة الجنازة وحضور مجلس العلم يجوز له ذلك .

(۲/۱۳۴، باب الاعتكاف، الفتاوى الهندية: ۱/۲۱۲، كتاب الصوم، الباب السابع في الاعتكاف وأما مفسداته ، حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح : ص ۷۰۲، كتاب الصوم، باب الاعتكاف ، الدر المنتقى شرح الملتقى : ۱/۳۷۹) (خیر الفتاوی:۴/۱۴۱،فتاوی حقانیہ:۴/۱۹۹)

الحجة على ما قلنا :

(۲) ما فی " النهر الفائق " : ويصح في كل مسجد له أذان وإقامة وهو الصحيح وهذا هو مسجد الجماعة ، كما في " العناية "، وروى الحسن عن الإمام أن كل مسجد له إمام ومؤذن معلوم يصلى فيه الخمس بالجماعة يصح الاعتكاف فيه . (۲/۴۴)

ما فی " العناية " : الاعتكاف لا يصح إلا في مسجد الجماعة لقول حذيفة رضي الله تعالى عنه : "لا اعتكاف إلا في مسجد جماعة " . وعن أبي حنيفة رحمه الله تعالى أنه لا يصح إلا في مسجد يصلى فيه الصلوات الخمس لأنه عبادة انتظار الصلوٰة فيختص بمكان تؤدى فيه .

(۱/۲۷۲، الشامية: ۳/۳۸۱، خلاصة الفتاوى: ۲/۲۶۷) (فتاوی دار العلوم:۶/۵۱۰)

معتکف کا ووٹ دینے کیلئے جانا

مسئلہ (۱۲۱): اگر الیکشن کے ووٹنگ کی تاریخ اعتکاف مسنون کے زمانے میں واقع ہورہی ہو اور معتکف ابتداء اعتکاف میں ہی یہ تصریح کرلے کہ میں اللہ تعالی کیلئے رمضان المبارک کے عشرۂ اخیرہ کے اعتکاف کی نیت کرتا ہوں، البتہ انتخاب والے دن ووٹ ڈالنے کیلئے پولنگ اسٹیشن پر جاؤں گا، تو اس کیلئے ووٹنگ کیلئے نکلنا جائز ہوگا، پھر ایسے وقت نکلے کہ جاتے ہی ووٹ ڈال سکے، اور فارغ ہوتے ہی مسجد آجائے اور اعتکاف پورا کرے۔[1]

معتکف کا گھر پر کھانا

مسئلہ (۱۲۲): اگر معتکف کے گھر سے کھانا لانے والا کوئی شخص موجود نہ ہو، تو معتکف اپنا کھانا اپنے مکان پر جاکر کھا سکتا ہے، البتہ کھانے سے فارغ ہوتے ہی مسجد میں آجائے۔[2]

الحجة على ما قلنا :

ما فی " الفتاوی التاتارخانية " : لا يخرج لأكله وشربه ولا لعيادة المريض ولا لصلاة الجنازة ، وفي " الحجة " : ولو شرط وقت النذر والالتزام أن يخرج إلى عيادة المريض وصلاة الجنازة وحضور مجلس العلم يجوز له ذلک . (۱۳۴/۲، باب الاعتكاف ، حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح :ص ۷۰۲، كتاب الصوم، باب الاعتكاف، الفتاوى الهندية :۲۱۲/۲، كتاب الصوم، باب الاعتكاف، وأما مفسداته)

ما فی " درالمنتقی فی شرح الملتقی " : ولو شرط فی النذر أن يخرج إلى عيادة المريض وصلاة الجنازة وحضور مجلس العلم يجوز ذلک ،كذا فی التاتارخانية عن الحجة وعزاه القهستانی للزاهدی . (۳۷۹/۱) (خیرالفتاوی:۱۴۱/۴)

الحجة على ما قلنا :

(۲) ما فی" النهر الفائق " : وأكله أی المعتكف وشربه ونومه ومبايعته أی فی المسجد فلو خرج =

معتکف مسجد کے باہر نہ نکلے

مسئلہ (۱۲۳): معتکف کیلئے ضروری ہے کہ مسجد ہی میں رہے اور بلا حاجتِ شرعیہ یا طبعیہ یا ضروریہ مسجد سے نہ نکلے، اگر بھول سے بھی مسجد سے نکل گیا تو اعتکاف فاسد ہوجائے گا۔[1]

= لأجلها فسد لعدم الضرورة حتى لو لم يكن الأكل فيه خرج ، وقيل يخرج للأكل والشرب بعد الغروب . (۲/۴۷)

ما فى " البحر الرائق " : قوله : (وأكله وشربه ونومه ومبايعته فيه) يعنى يفعل المعتكف هذه الأشياء فى المسجد فإن خرج لأجلها بطل اعتكافه لأنه لا ضرورة إلى الخروج حيث جازت فيه، وفى الفتاوى الظهيرية: وقيل يخرج بعد المغرب للأكل والشرب، وينبغى حمله على ما إذا لم يجد من يأتى له به فحينئذ يكون من الحوائج الضرورة كالبول والغائط .

(۲/۵۳۰ ، كتاب الصوم ، باب الاعتكاف ، مراقي الفلاح : ص ۷۰۴ ، حاشية الطحطاوى : ص ۷۰۴) (فتاوی محمودیہ:۱۰/۲۶۳)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما فى " الفتاوى الهندية " : فمنها الخروج من المسجد فلا يخرج المعتكف من معتكفه ليلاً ونهاراً إلا بعذرٍ، وإن خرج من غير عذر ساعة فسد اعتكافه فى قول أبى حنيفة رحمه الله تعالى .

(۱/۲۱۲ ، فتاوى قاضيخان على هامش الهندية : ۱/۲۲۲ ، كتاب الصوم، باب الاعتكاف ، الدر المختار مع الشامي: ۳/۳۸۹، كتاب الصوم، باب الاعتكاف ، مجمع الأنهر : ۱/۳۷۸، باب الاعتكاف) (فتاوی محمودیہ:۱۰/۲۷۵،أحسن الفتاوی:۴/۵۰۷)

معتکف ضرورۃً مسجد سے نکل سکتا ہے

مسئلہ (۱۲۴): معتکف حاجت شرعیہ مثلاً نمازِ جمعہ، حاجت طبعیہ مثلاً قضاء حاجت یا غسل واجب کیلئے، یا حاجت ضروریہ مثلاً مسجد کے منہدم ہونے یا اپنی جان ومال پر اندیشہ ہونے کی صورت میں مسجد سے نکل سکتا ہے، البتہ حاجت شرعیہ وطبعیہ میں اپنی حاجت کے پوری ہونے کے بعد بلا تاخیر مسجد میں آجائے، اور حاجتِ ضروریہ میں اسی وقت کسی اور مسجد میں داخل ہوجائے اور اعتکاف پورا کرے۔[1]

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما فی " الحدیث " : وعن عائشة رضی الله تعالی عنها قالت : " کان رسول الله ﷺ لا یخرج من معتکفه إلا لحاجة الإنسان ".

(الصحیح للبخاری :ص۳۵۴، کتاب الاعتکاف، باب لا یدخل البیت إلا لحاجة ، رقم الحدیث : ۲۰۲۹، الصحیح لمسلم :۹۸/۳، باب الحیض ، رقم الحدیث:۲۹۷، دار احیاء التراث العربي بیروت)

ما فی " الفتاوی التاتارخانیة " : ولا یخرج المعتکف من معتکفه لیلاً ولانهاراً إلا بعذر، وإن خرج من غیر عذر ساعة فسد اعتکافه فی قول أبی حنیفة..... ومن الأعذار: الخروج للغائط والبول وللأداء الجمعة .

(۱۳۲/۲ ، کتاب الصوم ، باب الاعتکاف ، الفصل الثاني عشر ، مجمع الأنهر : ۳۷۸/۱)

ما فی " الدر المنتقی فی شرح الملتقی " : ولا یخرج المعتکف من معتکفه إلا لحاجة الإنسان طبیعیة کالبول والغائط والغسل لو احتلم ، ولا یمکنه الاغتسال فی المسجد ، أو شرعیة کالعید وإلا أذان ، أو الجمعة فی وقت یدرکها مع أربع سننها ، ولا یلبث بعدها فی الجامع أکثر من ذلک..... ومن الضرورة أداء الشهادة ، وقضاء الدین وإجابة السلطان، والخوف علی النفس أو المال، وإخراج الظالم له . ذکره القهستاني .

(۳۷۸/۱ ، کتاب الصوم، باب الاعتکاف ، اللباب في شرح الکتاب : ۱۶۳/۱ ، کتاب الصوم ، باب الاعتکاف ، مراقی الفلاح مع حاشیة الطحطاوي : ص ۷۰۲/۷۰۳)

معتکف کا دوسرے محلّہ میں تراویح کیلئے جانا

مسئلہ (۱۲۵): اگر کوئی شخص کسی دوسرے محلّہ میں نماز تراویح پڑھا رہا ہو، اور وہ اپنے محلّہ کی مسجد میں اعتکاف کرنا چاہتا ہو، تو وہ تراویح پڑھانے کیلئے جاسکتا ہے، بشرطیکہ اعتکاف میں بیٹھتے تو یوں نیت کرلے کہ میں اللہ تعالی کیلئے آخری عشرہ کے اعتکاف کی نذر مانتا ہوں، البتہ تراویح میں قرآن سنانے کیلئے جایا کروں گا، پھر تراویح کے وقت کے بالکل قریب جایا کرے، اور فارغ ہوتے ہی اعتکاف والی مسجد میں آجایا کرے، راستہ میں آتے جاتے وقت کسی جگہ کھڑے نہ ہو۔ (۱)

معتکف ڈاکٹر کا مریض کی تشخیص کرنا

مسئلہ (۱۲۶): اگر کوئی ڈاکٹر حالت اعتکاف میں مریض کی تشخیص اور ادویات تجویز کرے تو جائز ہے، البتہ مسجد میں دوائیاں فروخت نہ کرے۔ (۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما فی " الفتاوی التاتارخانية " : ولا يخرج لأكله وشربه ولا لعيادة المريض ولا لصلاة الجنازة..... وفی الحجة : ولو شرط وقت النذر والالتزام أن يخرج إلى عيادة المريض وصلاة الجنازة وحضور مجلس العلم يجوز له ذلک .

(۲/۱۳۴ ، باب الاعتكاف ، الفتاوى الهندية : ۱/۲۱۲ ، كتاب الصوم، باب الاعتكاف، وأما مفسداته ، حاشية الطحطاوی على مراقی الفلاح :ص ۷۰۲، كتاب الصوم، باب الاعتكاف ، الدر المنتقى شرح ملتقى الأبحر : ۱/۳۷۹، باب الاعتكاف) (خیر الفتاوی:۴/۱۴۰)

الحجة على ما قلنا :

ما فی" مجمع الأنهر " : ولا يجوز البيع والشراء فی المسجد ، وكذا كره فيه التعليم والكتابة والخياطة بأجر، وكل كره فيه كره فی سطحه ، واستثنى البزازی من كراهة التعليم بأجر فيه أن يكون لضرورة .

(۱/۳۷۹ ، الجوهرة النيرة : ۱/۲۱۴ ، حاشية الطحطاوی على مراقی الفلاح : ص ۷۰۴)

(خیر الفتاوی:۴/ ۱۴۵،فتاوی محمودیہ:۱/۲۷۴)

کتاب الحج

حج کے مسائل

حج کب فرض ہوتا ہے؟

مسئلہ (۱۲۷): بعض لوگ یہ خیال کرتے ہیں کہ ہمارے پاس مثلاً: ۵/ یا ۴/ لاکھ روپئے ہوں گے تو ہی حج فرض ہوگا، جبکہ یہ خیال صحیح نہیں ہے، کیوں کہ حج میں زاد وراحلہ کا اعتبار آدمی کے مناسب حال سے کیا جاتا ہے[1]، اس کی کوئی متعین مقدار نہیں ہے، لہذا اگر کسی شخص کے پاس اس کے اہل وعیال کی ضروریات اور ادائے قرض کے علاوہ اتنی رقم ہے کہ وہ زادوراحلہ پر قادر ہے، تو اس پر حج فرض ہوگا، جیسے اگر کوئی شخص حج کمیٹی سے جانے

الحجة على ما قلنا:

(۱) ما في " البحر الرائق " : وأطلق في الزاد فأفاد أنه يعتبر في حق كل إنسان ما يصح بدنه والناس متفاوتون من ذلك ، والراحلة..... يعتبر في حق كل إنسان ما يبلغه ، فمن قدر على رأس زاملة ، وهو المسمىٰ في عرفنا راكب مقتب وأمكنه السفر عليه وجب .

(۲/۵۴۷/۵۴۸، كتاب الحج)

ما في " الفقه الحنفي في ثوبه الجديد " : المعتبر بالاستطاعة في حق كل واحد ما يليق بحاله عرفاً وعادةً . (۱/۴۵۱، كتاب الحج، شروط وجوبه)

ما في " الأشباه والنظائر لإبن نجيم الحنفي" : واعتبروا في الحج الزاد والراحلة المناسبتين للشخص حتى قال في فتح القدير : يعتبر في حق كل إنسان ما يصح معه بدنه ، وقالوا : لا يكتفي بالعقبة في الراحلة ، بل لا بد في الحج من شق محمل أو رأس زاملة . (ص: ۲۹۹)

پر قادر ہے، تو اس پر حج فرض ہوگا[1]، اس کے لئے اتنی رقم پر قادر ہونا ضروری نہیں ہے جو حج ٹور میں لگتی ہے۔

اگر کسی کو حج کا ویزا نہ ملے

مسئلہ (۱۲۸): اگر کوئی شخص صاحبِ استطاعت اور صحت مند وتندرست بھی ہو، لیکن کوشش کے باوجود اسے حج کا ویزا نہ مل پائے، تو اس کے حق میں وجوبِ ادا کی شرط نہیں پائی جائے گی، اور اس بناء پر حج میں تاخیر کا گناہ بھی نہ ہوگا، تاہم اس پر لازم ہے کہ وہ ہر سال ویزے کی کوشش کرتا رہے، اور زندگی سے مایوس ہونے کے وقت اپنی طرف سے حج کی وصیت کرے۔[2]

---

(۱) ما فی " الفقه الحنفی فی ثوبه الجدید " : تقدر الاستطاعة بنفقة السفر المتوسطة بلا إسراف فیها ولا تقتیر فاضلة عن ما لا بد منه من نفقة المسکن وأثاث المنزل ووفاء الدین وفاضلة أیضاً عن نفقة عیاله فی غیابه ..... فالذی لا یستطیع السفر بالسیارة مثلاً لا یجب علیه الحج حتی یملک نفقة السفر بالطائرة . (۱/۴۵۱، کتاب الحج)

الحجة علی ما قلنا :

(۲) ما فی " حاشیة الطحطاوي علی مراقی الفلاح " : وشرط وجوب الأداء صحة البدن وزوال المانع الحسی عن الذهاب کالحبس وکذا یشترط أن لا یکون خائفاً من سلطان یمنعه .

(ص: ۷۲۸، الشامیة : ۳۳/۸، کتاب القضاء، مطلب فی الکلام علی الرشوة والهدیة)

ما فی " تبیین الحقائق " : وإنما اشترط دوام العجز لأنه فرض العمر فیعتبر عجز مستوعب لبقیة العمر لیقع به الیأس عن الأداء بالبدن، حتی لو احج عن نفسه وهو مریض یکون مراعی، فإن مات به أجزاه وإن تعافی بطل ، وکذا لو أحج عن نفسه وهو محبوس . (۴۲۴/۲، فتح القدیر: ۱۳۴/۳)

اگرعورت پرحج فرض ہوجائے

مسئلہ(۱۲۹): اگرعورت پرحج فرض ہوچکا ہو،اوراس کے ساتھ جانے کیلئے کسی قابلِ اعتمادمحرم کا انتظام بھی ہو،توشوہراسے سفرِ حج سے منع نہیں کرسکتا،لیکن اگرنفلی حج ہوتوشوہرکومنع کرنے کاحق ہے۔[1]

بلامحرم سفرحج کرنامکروہ تحریمی ہے

مسئلہ(۱۳۰): اگرکوئی عورت بغیرمحرم کے دور دراز کا سفرکرکے حج کرنے جائے،اورتمام ارکان ادا کرلے،تواگرچہ وہ مکروہِ تحریمی کے ارتکاب کی وجہ سے سخت گنہگار

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما فی " المبسوط للسرخسي " : وإن كانت ذات زوج وأرادت أن تخرج لحجة الإسلام مع المحرم فليس للزوج أن يمنعها من الخروج عندنا . (۴/۱۲۳، كتاب الحج، باب المحصر)

ما فی " الشامية " : وليس لزوجها منعهاعن حجة الإسلام أی إذا كان معها محرم ، وإلا فله منعها كما يمنعها من غير حجة الإسلام . (۳/۴۱۲، مطلب فی قولهم يقدم حق العبد على حق الشرع)

ما فی " المحيط البرهانی " : وإذا محرماً ولا يأذن لها زوجها أن تخرج ، فلها أن تخرج بغير إذنه فی حجة الإسلام دون التطوع ، لأن حق الزوج لا يظهر فی العبادات المفروضة .

(۲/۱۰ ، كتاب المناسک ، الفصل الأول فی بيان شرائط الوجوب ، الفتاوى الهندية : ۱/۲۱۹، كتاب المناسک ، الباب الأول فی تفسير الحج وفرضيته)

ما فی " الحديث " : عن عمران بن الحصين رضی الله عنه قال : قال رسول الله ﷺ : " لا طاعة لمخلوق فی معصية الخالق " . (المعجم الأوسط للطبراني:۳/۲۰۰، رقم الحديث:۴۳۲۲)

ما فی " قواعد الفقه " : بقاعدة فقهية : لا طاعة لمخلوق فی معصية الخالق .

(قواعد الفقه:ص۱۰۶، المادة:۲۵۳). (فتاوی امارت شرعیہ:۳/۲۱۶)

ہوگی، کیوں کہ عورت کا محرم کے ساتھ سفر حج پر جانا ضروری ہے(۱)، لیکن اس کا حج فرض ادا ہوجائے گا، کیوں کہ معاصی طاعات کیلئے مانع نہیں ہوتی ہیں۔(۲)

داماد، ساس کے ساتھ سفر حج کرسکتا ہے یا نہیں؟

مسئلہ (۱۳۱): داماد اپنی ساس کیلئے محرم ہے، اس لیے ساس کا اپنے داماد کے ساتھ سفرِ حج کرنا جائز ہے، لیکن اگر ساس جوان ہے، عمر میں زیادہ تفاوت نہیں ہے، اور داماد یا ساس کے اخلاق وعادات قابل اطمینان نہیں ہیں، اور فتنہ کا اندیشہ ہے، تو ایسی صورت میں ساس کا داماد کے ساتھ سفرِ حج کرنا مناسب نہیں ہے۔(۳)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما فی " الحديث النبوی " : عن عبد الله بن عمر رضی الله تعالى عنهما عن النبی ﷺ قال : " لا يحل لامرأة تؤمن بالله واليوم الآخر تسافر مسيرة ثلاث ليال إلا ومعها ذو محرم".

(الصحيح لمسلم : ۱/۴۳۳، باب سفر المرأة مع محرم إلى حج وغيره)

ما فی " الفتاوى التاتارخانية " : والمحرم فی حق المرأة شرط، شابة كانت أو عجوزة ، إذا كانت بينها وبين مكة مسيرة ثلاثة أيام . (۲/۱۴۹)

ما فی " المبسوط للسرخسی " : ان المرأة لا يجوز لها أن تخرج لسفر الحج إلا مع محرم أو زوج . (۴/۱۲۲)

ما فی " الشامية " : ولو حجت بلا محرم جاز مع الكراهة أي التحريمة للنهی لحديث ابن عمر .

(۳/۴۱۲، مجمع الأنهر: ۱/۳۸۶)

(۲) ما فی " مجمع الأنهر " : لأن المعاصی لا تمنع الطاعات . (۱/۳۸۵)

الحجة على ما قلنا :

(۳) ما فی " القرآن الكريم " :﴿حرمت عليكم أمهاتكم وبناتكم وأخواتكم وعماتكم وخٰلٰتكم وبنات الأخ وبنات الأخت وأمهاتكم التی أرضعنكم وأخواتكم من الرضاعة وأمهات نسائكم﴾ .

(سورة النساء :۲۳)=

عورت پاکباز محرم کے ساتھ سفر حج کرے

مسئلہ (۱۳۲): عورت کے ساتھ جانے والا محرم ایسا ہونا چاہیے جو خود ثقہ اور پاکباز ہو، اگر عورت مامون نہ ہو، یا اس محرم کے ساتھ جانے میں فتنہ کا اندیشہ ہو تو اس کے ساتھ حج کو جانا عورت کے لیے جائز نہ ہوگا۔[1]

= ما فی " الشامیة " : والمحرم من لا یجوز له مناکحتها علی التأبید لقرابة أو رضاع أو صهریة .
(۴۱۱/۳، کتاب الحج ، مطلب یقدم حق العبد)

ما فی " الفتاوی الولوالجیة " : صفة المحرم کل من لا تجوز له مناکحتها علی التأبید برضاع أو قرابة أو صهریة ، لأن المحرمیة تزیل التهمة .
(۲۵۳/۱، الفصل الأول فی شرائط وجوب الحج ، الاختیار لتعلیل المختار: ۲۰۰/۱، الفتاوی الهندیة : ۲۱۹/۱، کتاب المناسک ، الباب الأول فی تفسیر الحج)

ما فی " فتح القدیر " : ولها أن تخرج مع کل محرم سواء کان بنسب أو رضاع أو صهریة .
(۴۲۸/۲، کتاب الحج)

ما فی " الشامیة " : قلت : ویؤید کراهة الخلوة بها کالصهریة الشابة فینبغي استثناء الصهریة الشابة هنا ، لأن السفر کالخلوة . (۴۱۱/۳ ، کتاب الحج ، مطلب یقدم حق العبد علی حق الشرع) . (فتاوی رحیمیہ:۶۳/۸، کتاب الفتاوی:۴۲/۴)

الحجة علی ما قلنا :

(۱) ما فی " تنویر الأبصار وشرحه مع الشامیة " : ومع زوج أو محرم بالغ عاقل ، والمراهق کبالغ غیر مجوسی ولا فاسق لعدم حفظهما . (۴۱۱/۳، مطلب یقدم حق العبد علی حق الشرع)

ما فی " البحر الرائق " : ویشترط فی حج المرأة من سفر زوج أو محرم بالغ عاقل غیر مجوسی ولا فاسق مع النفقة علیه . (۵۵۲/۲، کتاب الحج، مکتبه دارالکتاب دیوبند) =

حالتِ احرام میں شوہر کا انتقال ہوجائے

مسئلہ (۱۳۳): اگر میاں بیوی ساتھ میں حج یا عمرہ کرنے جائیں، اور مکہ مکرمہ پہونچنے کے بعد حج یا عمرہ کے ارکان ادا کرنے سے پہلے شوہر کا انتقال ہوجائے، تو باتفاق ائمہ ثلاثہ اس عورت کے لیے بلامحرم عدت کی حالت میں حج یا عمرہ کے ارکان ادا کرکے تکمیلِ حج یا عمرہ کرنا بلاکراہت جائز ہے۔[1]

= ما فی " النهر الفائق " : وبشرط محرم وهو من لا يجوز له مناكحتها على التأبيد بقرابة أو رضاع أو صهرية مسلماً إلا أن يكون فاسقاً .

(۲/۵۷، كتاب الحج ، الفقه الحنفي في ثوبه الجديد : ۱/۴۵۴، كتاب الحج ، شروط أدائه)

ما فی " الفتاوى التاتارخانية " : قال القدوری فی شرحه : إلا أن يكون مجوساً يعتقد إباحة مناكحتها فلا تسافر معه ، وكذا المسلم إذا لم يكن مأموناً لا تسافر معه . (۲/۱۴۹، كتاب الحج)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما فی "بدائع الصنائع " : وأما شرائط فرضيته نوعان : نوع يعم الرجال والنساء، ونوع يخص النساء ، وأما الذی يخص بالنساء فشرطان : أحدهما أن يكون معها زوجها أو محرم لها ، والثانی أن لا تكون معتدة عن طلاق أو وفاة، ..... وإن لزمتها بعد الخروج إلى السفر وهی مسافرة ، وإن كان إلى مكة أقل من مدة سفر، وإلى منزلها مدة سفر، مضت إلى مكة ، لأنها لا تحتاج إلى المحرم فی أقل من مدة السفر . (۳/۵۴.۵۷، كتاب الحج ، فصل فی شرائطه)

ما فی " الفتاوى التاتارخانية " : وإن كان بينها وبين منزلها مسيرة سفر فصاعداً ، وبينها وبين مكة دون ذلك فعليها أن تمضی عليها . (۲/۱۴۹/۱۵۰، كتاب الحج ، الفصل الأول)

= ما فی " البحر العميق فی مناسك المعتمر الحاج " : وإن كان بائناً أو مات عنها ..... وإن كان إلى مكة أقل من مدة سفر وإلى منزلها مدة سفر مضت إلى مكة .

(۱/۴۱۰، الباب الثالث فی مناسك الحج)=

بار بار حج وعمرہ کرنا

مسئلہ (۱۳۴): حج پر حج اور عمرہ پر عمرہ کرنا بلاشبہ جائز اور درست ہے، تاہم اگر کوئی فقیر حالتِ اضطرار میں ہو، یا ضرورت مند رشتہ دار ہو، یا آلِ بیتِ رسول اور اہلِ صلاح میں سے کوئی زیادہ محتاج اور ضرورت مند ہو، تو ان کی مالی امداد کرنا نفلی حج سے زیادہ بہتر ہے[1]،

= ما فی " نوازل فقهية معاصرة " : (والعدة لا تمنع صاحبتها عن العبادة وأفعال الحج إلا السفر، والفقهاء الأحناف استخرجوا أحكامها فی تلك الخليفة ..... منها وإن كانت مسافة مكة أقل من مسافة السفر، فهی تستمر فی سفر الحج) ..... وفی عصرنا هذا تعرض مشكلات قانونية بعد الخروج من حدود دولتنا قبل الدخول فی مكة، وبسببها لا يمكن الإقامة ولا يسهل الرجوع من السفر، ثم المستزاد على ذلك أن فی ركب الحج يكون عدد كبير من النساء المؤمنات، فيقل خوف الفتنة فی ركب الحج يكون عدد كبير من النساء المؤمنات، فيقل خوف الفتنة فی كون امرأة معهن، فإن خرجت من الهند ثم توفی زوجها فينبغی أن يجوز أن تكمل سفر الحج معهن، ويؤخذ قول الإمام الشافعی فی هذا الصدد حيث قال : يجوز لها الحج إذا خرجت فی رفقة ومعها نساء ثقات لحصول الأمن بالمرافقة . (ص: ۲۱۰/۲۱۱، وفاة الزوج فی سفر الحج)

(جدید فقہی مسائل: ۲/۲۰۳/۲۰۴، انوار رحمت مؤلفہ مفتی شبیر احمد القاسمی: ص ۶۲)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما فی " الشامية " : ورجح فی البزازية أفضلية الحج حيث قال : الصدقة أفضل من الحج تطوعاً..... وإذا كان الفقير مضطراً أو من أهل الصلاح أو من آل بيت النبی ﷺ فقد يكون إكرامه أفضل من حجات وعمر وبناء ربط .

(۴/۴۱، كتاب الحج، مطلب فی تفضيل الحج على الصدقة)

ما فی " منحة الخالق على البحر الرائق " : قلت : قد يقال ان صدقة التطوع فی زماننا أفضل لما يلزم الحاج غالباً من ارتكاب المحظورات ومشاهدته لفواحش المنكرات وشح عامة الناس =

جبکہ عام حالات میں نفلی حج کرنا افضل وبہتر ہے۔[1]

مالِ حرام سے حج کرنا

مسئلہ (۱۳۵): حج جیسی عظیم عبادت میں مالِ حرام استعمال کرنا انتہائی بری بات ہے[2]، حدیث شریف میں ہے کہ ''جب کوئی شخص مالِ حرام سے حج کرتا ہے اور لبیک

= بالصدقات وتركهم الفقراء والأيتام فى حسرات ولا سيما فى أيام الغلاء وضيق الأوقات وبتعدى النفع تتضاعف الحسنات . (۲/۵۴۴، كتاب الحج)

ما فى " الفتاوى التاتارخانية " : إذا حج الرجل مرة ثم أراد أن يحج مرة أخرى، فالحج مرة أخرى أفضل له أم الصدقة ؟ فالمختار أن الصدقة أفضل له . (۲/۲۴۱، كتاب الحج، الفصل التاسع عشر)

(۱) ما فى " الحديث النبوى " : عن جابر رضى الله تعالى عنه قال : قال رسول الله ﷺ : " أديموا الحج والعمرة فإنهما ينفيان الفقر والذنوب كما ينفى الكير خبث الحديد ".

(المعجم الأوسط للطبراني: ۳/۴۱۱) (فتاوی حقانیہ: ۴/۲۲۶، کتاب الفتاوی: ۴/۱۲۳)

الحجة على ما قلنا :

(۲) ما فى " الشامية " : ان الحج نفسه الذى هو زيارة مكان مخصوص الخ . ليس حراماً ، بل الحرام هو إنفاق المال الحرام ، ولا تلازم بينهما، كما أن الصلاة فى الأرض المغصوبة تقع فرضاً، وإنما الحرام شغل المكان المغصوب، لا من حيث كون الفعل صلاة، لأن الفرض لا يمكن اتصافه بالحرمة، وهنا كذلك فإن الحج فى نفسه مامور به ، وإنما يحرم من حيث الإنفاق .....

ولذا قال فى " البحر ": ويجتهد فى تحصيل نفقة حلال، فإنه لا يقبل بالنفقة الحرام كما ورد فى الحديث، مع أنه يقسط عنه معها ولا تنافى بين سقوطه وعدم قبوله ، فلا يثاب لعدم القبول ، ولا يعاقب عقاب تارك الحج. (۳/۴۰۲ ، كتاب الحج، مطلب فيمن حج بمال حرام ، البحر الرائق: ۲/۵۴۱ ، كتاب الحج ، فتح القدير : ۲/۴۱۲ ، الفتاوى الهندية : ۱/۲۲۰ ، كتاب المناسك) =

پکارتا ہے، تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے منادی جواب دیتا ہے، تیرا حاضر ہونا نامبارک ہو، تیرے لئے نیک بختی نہ ہو، تیرا زادِ توشہ حرام ہے، چنانچہ تیرا یہ حج مردود ہے''[1]۔ تاہم اگر کسی نے مالِ حرام سے حج کرلیا تو فریضۂ حج ساقط ہوجائے گا، کیوں کہ معاصی طاعات کیلئے مانع نہیں ہیں[2]، البتہ ثواب نہیں ملے گا۔

سالی کا اپنے بہنوئی کے ساتھ حج وعمرہ کا سفر کرنا

مسئلہ(۱۳۶): بعض لوگ اپنی بیوی کے ساتھ اس کی بہن یعنی اپنی سالی کو سفرِ حج یا عمرہ پر لے جاتے ہیں، اور اپنے آپ کو اس کا محرم خیال کرتے ہیں، جبکہ وہ شرعاً محرم نہیں ہیں، کیوں کہ محرمِ شرعی ایسا شخص ہے جس کا نکاح عورت کے ساتھ ہمیشہ کیلئے حرام ہو[3]،

= (۱) ما فی '' الحدیث النبوی '' : عن أبي هريرة رضی الله عنه قال : قال رسول الله ﷺ : '' إذا خرج الرجل حاجاً بالنفقة الخبيثة ، فوضع رجله فی غرز ، فنادی لبيک ، ناداه منادٍ من السماء : لا لبيک ، ولا سعديک ، زادک حرام ، ونفقتک حرام ، وحجک غير مبرور ''.

(المعجم الأوسط للطبرانی: ۶۲/۴، رقم الحديث: ۵۲۲۸)

(۲) ما فی '' مجمع الأنهر '' : وفی القهستانی : وفيه إشارة إلى أنه لا يجب بالمال حرام ، لكن لو حج به جاز ، لأن المعاصی لا يمنع الطاعات . (۳۸۶/۱، كتاب الحج)

(فتاوی محمودیہ: ۳۱۰/۱۰، فتاوی دارالعلوم: ۵۱۶/۶، فتاوی رحیمیہ: ۳۷/۸)

الحجة على ما قلنا :

(۳) ما فی '' الشامية '' : والمحرم من لا يجوز له مناكحتها على التأبيد بقرابة أو رضاع أو بصهرية .

(۴۱۱/۳ ، كتاب الحج ، مطلب يقدم حق العبد على حق الشرع ، الفتاوی الولوالجية : ۲۵۳/۱ ، الاختيار لتعليل المختار : ۲۰۰/۱ ، الفتاوی الهندية : ۲۱۹/۱ ، كتاب المناسک) =

حالانکہ سالی ہمیشہ کیلئے حرام نہیں ہے، اس لیے کہ اگر شوہر اپنی بیوی کو طلاق دیدے، یا بیوی کا انتقال ہوجائے، تو اس کیلئے اپنی سالی سے نکاح کرنا جائز ہوتا ہے(۱)، معلوم ہوا کہ بہنوئی سالی کیلئے محرم نہیں ہے، لہذا سالی کا اپنے بہنوئی کے ساتھ حج وعمرہ کا سفر کرنا جائز نہیں ہے۔(۲)

قانون کی خلاف ورزی کرکے حج کرنا

مسئلہ (۱۳۷): حج کے دنوں میں سعودی گورنمنٹ وہاں کام کرنے والوں کو حج کرنے کی اجازت اسی صورت میں دیتی ہے، جبکہ وہ کسی حج گروپ کے ساتھ تأشیرہ (Visa) بنوالے، جس کی فیس تقریباً، 1600/ ریال ہوتی ہیں، لیکن زیادہ تر لوگ ٹیکسی ڈرائیور یا دوسری پرائیویٹ کار کے ڈرائیور کے ساتھ، 150/ یا 200، ریال میں معاملہ طے

= (۱) ما فی " مجمع الأنهر " : أما لو ماتت المرأة فتزوج بأختها بعد يوم جاز.

(۱/۴۷۸، كتاب النكاح، باب المحرمات)

ما فی " الدر المنتقى فی شرح الملتقى مع المجمع" : ولو ماتت الزوجة فلزوجها التزوج بأختها يوم الموت .

(۱/۴۷۸، كتاب النكاح، باب المحرمات)

(۲) ما فی " الحديث النبوی " : عن نافع عن عبد الله بن عمر عن النبی ﷺ قال : " لا يحل لإمرأة تؤمن بالله واليوم الآخر تسافر مسيرة ثلاث ليال إلا ومعها ذو محرم ".

(الصحيح لمسلم : ۱/۴۳۳، أبواب الحج ، باب سفر المرأة مع محرم إلى الحج وغيره)

ما فی " الحديث النبوی " : عن ابن عباس رضی الله تعالى عنه قال : قال النبی ﷺ : " لا تحجن امرأة إلا ومعها ذومحرم " . (السنن الدارقطنی: ۲/۱۹۹ ، كتاب الحج، رقم الحديث : ۲۴۱۷)

(فتاوی رحیمیہ: ۸/۵۵)

کر لیتے ہیں، اور یہ ٹیکسی ڈرائیور ان کو کسی ایسے راستے سے جہاں چیک پوسٹ نہ ہو، یا ہو مگر ان کے ساتھ ان کی جان پہچان ہے، یا لین دین طے کر کے ان لوگوں کو مکہ مکرمہ پہونچا دیتے ہیں، جو قانونی جرم ہے، اس طرح حج وعمرہ ادا تو ہو جائے گا[1]، مگر ملکی قانون کی خلاف ورزی کرنے کا گناہ لازم ہوگا، کیوں کہ حاکم کے ایسے حکم کی اطاعت لازم ہے، جس سے حاکمِ حقیقی یعنی اللہ تعالیٰ کی نافرمانی لازم نہ آتی ہو۔[2]

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما فی " مجمع الأنهر " : لأن المعاصی لا تمنع الطاعات . (۱/۳۸۶، کتاب الحج)

(۲) ما فی " القرآن الكريم " :﴿يآيها الذين آمنوا أطيعوا الله وأطيعوا الرسول وأولى الأمر منكم﴾.

(سورة النساء : ۵۹)

ما فی " الحديث النبوی " : عن عبد الله بن عمر رضی الله عنهما عن النبی ﷺ قال : " السمع والطاعة على المرء المسلم فيما أحب وكره، ما يؤمر بمعصية ".

(صحيح البخاری : ۲/۱۰۵۷ ، كتاب الأحكام ، باب السمع والطاعة للإمام ، رقم الحديث: ۷۱۴۴)

ما فی " فتح الباری " : إنما قيده (أی فی ترجمة الباب) بالإمام ، وإن كان فی أحاديث الباب الأمر بالطاعة لكل أمير ولو لم يكن إماماً ، لأن محل الأمر بطاعة الأمير أن يكون مؤمراً من قبل الإمام .

(۱۳/۱۵۱)

ما فی " الشامية " : قال فی المعراج : لأن طاعة الإمام فيما ليس بمعصية واجبة .

(۳/۵۳، باب العيدين، مطلب تجب طاعة الإمام الخ)

ما فی " التنوير وشرحه مع الشامية " : لأن طاعة الإمام فيما ليس بمعصية فرض .

(۶/۴۱۶، كتاب الجهاد، باب البغاة، مطلب فی وجوب طاعة الإمام)

ولدیت اور سکونت غلط لکھوا کر حج پر جانا

مسئلہ (۱۳۸): اگر کوئی شخص اپنے صوبہ کا حج کوٹہ ختم ہوجانے کی وجہ سے دوسرے صوبہ سے اپنا نام، ولدیت اور سکونت غلط لکھوا کر حج کو جانا چاہے، تو اس کا یہ عمل جائز نہیں ہے، تاہم اگر اس طرح حج کرلیا تو حج ہوجائے گا[۱]، البتہ جھوٹ اور غلط بیانی کا گناہ لازم آئے گا۔[۲]

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما فی " مجمع الأنهر " : لأن المعاصی لا تمنع الطاعات . (۱/۳۸۶، کتاب الحج)

(۲) ما فی " القرآن الکریم " : ﴿یآیها الذین آمنوا اتقوا الله وقولوا قولاً سدیداً﴾ .

(سورة الأحزاب: ۷۰)

ما فی " التفسیر الکبیر للرازی " : أرشدهم إلی ما ینبغی أن یصدر منهم من الأفعال والأقوال ، أما الأفعال فالخیر، وأما الأقوال فالحق، لأن من أتی بالخیر وترک الشر فقد اتقی الله ، ومن قال الصدق قال قولاً سدیداً . (۹/۱۸۶)

ما فی " الحدیث النبوی " : عن أنس بن مالک عن النبی ﷺ قال : " تقبلوا لی ستاً أتقبل لکم بالجنة، قالوا : ما هي؟ قال : " إذا حدث أحدکم فلا یکذب، وإذا وعد فلا یخلف، وإذا ائتمن فلا یخن، وغضوا أبصارکم، وکفوا أیدیکم وفروجکم" .

(مجمع الزوائد : ۱۰/۳۹۳، رقم الحدیث: ۱۸۱۹۶)

ما فی " الصحیح لمسلم" : عن عبد الله بن مسعود قال : قال رسول الله ﷺ : " إن الصدق یهدی إلی البر، وإن البر یهدي إلی الجنة ..... وإن الکذب یهدي إلی الفجور، وإن الفجور یهدي إلی النار"الخ. (۲/۳۲۵، باب قبح الکذب وحسن الصدق وفضله)

(کفایت المفتی: ۴/۳۳۹-۳۵۴)

اپنے حج سے پہلے والدین کو حج کرانا

مسئلہ(۱۳۹): بعض لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ جب تک والدین کو حج نہیں کرائیں گے خود ان کا حج ادا نہ ہوگا، یہ خیال غلط ہے، جب خود کسی پر حج فرض ہے، تو والدین کو حج کرانے سے اس کا فرض حج ادا نہیں ہوگا، اس کو خود اپنا فرض حج ادا کرنا لازم ہے[۱]، البتہ اگر اتنی استطاعت ہو کہ والدین کو بھی اپنے ساتھ لے جاسکتا ہے، تو والدین کو اپنے ہمراہ لے جائے، اس لیے کہ والدین کو حج کرانا بڑی سعادت کی بات ہے۔[۲]

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما فی " القرآن الكريم " : ﴿ولله على الناس حج البيت من استطاع إليه سبيلاً﴾ . (آل عمران: ۹۷)

ما فی " الحديث النبوی " : عن ابن عمر رضی الله تعالى عنهما قال : جاء رجل إلى النبی ﷺ فقال : " يا رسول الله ! ما يوجب الحج ؟ قال: الزاد والراحلة".

(السنن للترمذی : ۱/ ۱۶۸ ، أبواب الحج ، باب ما جاء فی إيجاب الحج)

ما فی " الشامية " : قوله : (ذی زاد وراحلة) أفاد أنه لا يجب إلا بملك الزاد وملك أجرة الراحلة . (۳/ ۴۰۶، كتاب الحج، مطلب فيمن حج بمال حرام)

ما فی " كنز الدقائق مع تبيين الحقائق " : فرض مرة على الفور بشرط حرية وبلوغ وعقل وصحة وقدرة زاد وراحلة فضلت عن مسكنه وعما لا بد منه ونفقة ذهابه وإيابه وعياله . (۲/ ۲۳۵، كتاب الحج)

(۲) ما فی " القرآن الكريم " :﴿وقضى ربك ألا تعبدوا إلا إياه وبالوالدين إحساناً﴾ . (سورة الإسراء: ۲۳)

ما فی " التفسير الكبير للرازی " : قال: (إحساناً) والمعنى وقضى ربك أن تحسنوا إلى الوالدين إحساناً عظيماً كاملاً ، وذلك لأنه لما كان إحسانهما إليك قد بلغ الغاية العظيمة وجب أن يكون إحسانك إليهما كذلك . (۷/ ۳۲۳)

ما فی " الحديث النبوی " : عن عبد الله بن مسعود قال : سألت النبی ﷺ : " أي العمل أحب إلى الله ؟ قال : الصلاة على وقتها، قال: ثم أی؟ قال : ثم بر الوالدين ، قال : ثم أی؟ قال : الجهاد فی سبيل الله " . الحديث (صحيح البخاری : ۱/ ۷۶ ، كتاب مواقيت الصلاة)

(فتاوی محمودیہ:۱۰/۳۰۴،فتاوی رحیمیہ:۸/۴۶،فتاوی دارالعلوم:۶/۵۴۱)

حالت احرام میں ایک دوسرے کا حلق کرنا

مسئلہ (۱۴۰): حج یا عمرہ کرنے والے حضرات حلق سے پہلے کے تمام ارکان سے فارغ ہو چکے ہوں، اور اب صرف حلق ہی باقی ہو، تو اس وقت ایک محرم اپنا حلق کرانے سے پہلے دوسرے محرم کا حلق کرسکتا ہے۔ (۱)

حجاج کرام کی خدمت کے ساتھ ساتھ حج کرنا

مسئلہ (۱۴۱): ہندوستانی حکومت بعض لوگوں کو حجاج کرام کی خدمت کیلئے مکہ مکرمہ بھیجتی ہے، اگر یہ لوگ اپنی مقررہ ڈیوٹی کے ساتھ ساتھ مناسکِ حج پوری طرح ادا کرلیں تو ان کا فرض حج ادا ہوجائے گا، پھر استطاعت کے بعد دوبارہ ان پر حج فرض نہیں ہوگا، کیوں کہ حج زندگی میں ایک بار ہی فرض ہوتا ہے، اور وہ ان کی طرف سے ادا ہو چکا۔ (۲)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " المناسک لملا علی القاری " : وإذا حلق أی المحرم رأسه أی رأس نفسه أو رأس غيره ، أی ولو كان محرما عند جواز التحلل أی الخروج من الإحرام بأداء أفعال النسک لم يلزمه شيء ، والأولىٰ لم يلزمهما شيء ، وهذا حكم يعم كل محرم في كل وقت .

(ص: ۲۳۰، بحواله فتاوی محمودیه : ۱۰/ ۳۴۶، غنية المناسک :ص ۹۳)

(بحوالہ فتاوی رحیمیہ :۸/ ۹۹، أحسن الفتاوی :۴/ ۵۲۲، کتاب الفتاوی :۴/ ۳۸)

الحجة على ما قلنا :

(۲) ما في " أحكام القرآن للتهانوی " : قال الشيخ ظفر أحمد التهانوی تحت قوله تعالى :﴿ليس عليكم جناح أن تبتغوا فضلاً من ربكم﴾ وقد روی مرفوعاً قال أحمد : حدثنا أسباط حدثنا الحسن بن عمرو العقيمي عن أبي أمامة التيمي قال : قلت لإبن عمر : إنا نكری فهل لنا من حج؟ قال : =

حج کے موسم میں خرید وفروخت کرنا

مسئلہ (۱۴۲): حج کے موسم میں خرید وفروخت کرنا جائز ہے[۱]، اگر حج وعمرہ کرنے والے حضرات حرمین سے اس لیے خریداری کرتے ہیں کہ حرمین مبعثِ نبوی ﷺ ہے[۲]، اور یہاں کے لوگ حرمین کی طرف منسوب ہیں، اس لیے ان کا فائدہ ہوجائے، تو

= أليس تطوفون وتأتون بالمعروف وترمون الجمار، وتحلقون رؤوسكم؟ قال : قلنا : بلى؛ فقال ابن عمر: جاء رجل إلى النبى ﷺ فسأله عن الذى سألتنى فلم يجبه حتى نزل عليه جبرئيل بهذه الآية :﴿ليس عليكم جناح أن تبتغوا فضلا من ربكم﴾ فدعاه النبى ﷺ فقال : أنتم حجاج ..... قال الجصاص: وروى سعيد بن جبير عن ابن عباس قال : أتانى رجل فقال : إنى آجرت نفسى من قوم على أن أخدمهم يحجون بى، فهل لى من حج؟ فقال ابن عباس : هذا من الذين قال الله تعالى : ﴿لهم نصيب مما كسبوا﴾ . (۱/۳۵۱)

ما فى " مجمع الأنهر " : ولو حج الفقير ثم استغنى لم يحج ثانياً لأن شرط الوجوب التمكن من الوصول إلى موضع الأداء ، ألا ترى أن المال لا يشترط فى حق المكى . (۱/۳۸۴، كتاب الحج، الفتاوى التاتارخانية :۲/۱۵۰ ، الفتاوى الهندية: ۱/۲۱۷ ، كتاب المناسک، الباب الأول)

ما فى " بدائع الصنائع " : ومنها أن لا يجب فى العمر إلا مرة واحدة ، بخلاف الصلاة والصوم والزكوة . (۲/۲۹۱، كتاب الحج، فصل وأما كيفية فرضه)

(فتاوی محمودیہ:۱۰/۳۰۷،فتاوی حقانیہ:۴/۲۱۵،کتاب الفتاوی:۴/۱۰۳)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما فى" الحديث النبوى " : قال ابن عباس : " كان ذو المجاز وعكاظ متجر الناس فى الجاهلية ، فلما جاء الإسلام كأنهم كرهوا ذلک حتى نزلت : ﴿ليس عليكم جناح أن تبتغوا فضلاً من ربكم فى مواسم الحج﴾ " . (صحيح البخارى : ۱/۲۳۸، كتاب الحج ، باب التجار فى أيام الموسم)

(۲) ما فى " الحديث النبوى " : عن ابن عباس رضى الله عنه قال :" أنزل على رسول الله ﷺ وهو ابن أربعين فمكث بمكة ثلاث عشرة سنة ثم أمر بالهجرة ، فهاجر إلى المدينة ، فمكث بها عشر سنين ، ثم توفى ﷺ " . (صحيح البخارى : ۱/۵۴۳، باب مبعث النبى ﷺ) =

امید ہے کہ اللہ رب العزت اس نسبت کے احترام میں انہیں ثواب عطاء فرمائیں، لیکن اتنی بات یاد رہے کہ اسراف اور فضول خرچی کا حکم ہر جگہ یکساں ہے، جبکہ حرم میں معصیت کا گناہ اور بڑھ جاتا ہے[۱]، اس لیے اسراف سے بچنا لازم ہے۔[۲]

کیا جمعہ کے دن ہونے والا حج، حجِ اکبری ہوتا ہے؟

مسئلہ (۱۴۳): جو حج جمعہ کو ہوتا ہے عام لوگ اسے حجِ اکبری کہتے ہیں، جبکہ قرآن کریم میں حج اکبر کا لفظ عمرہ کے مقابلہ میں استعمال ہوا ہے، یعنی عمرہ حجِ اصغر اور حج، حجِ اکبر ہے، یہی قول امام زہری، اما شعبی اور حضرت عطاء رحمہم اللہ کا ہے۔[۳]

باقی رہا یہ کہ جس حج میں وقوف عرفہ جمعہ کے دن ہو، وہ فضیلت میں اس حج سے ستر گنا زیادہ ہے جس کا وقوف عرفہ غیر جمعہ میں ہو، اس طرح کی روایت بعض معتبر کتابوں میں ملتی ہے، جیسے ''نور الایضاح''[۴] اور ''درمختار''۔

= ما فی "صحيح البخاري" : " إنما الأعمال بالنيات " . (۱/۲، باب بدء الوحي)

ما فی " الأشباه والنظائر " : بقاعدة فقهية : الأمور بمقاصدها . (۱/۱۱۳)

(۱) ما فی " روح المعانی " : لأن العمل فی الحرم أفضل ، والخطيئة فيه أعظم. (۱۰/۲۰۹)

(۲) ما فی " القرآن الكريم " : ﴿ولا تسرفوا إن الله لا يحب المسرفين﴾ . (سورة الأنعام : ۱۴۱)

الحجة على ما قلنا :

(۳) ما فی " الشامية " : وقال الزهری والشعبی وعطاء : الأكبر الحج ، والأصغر العمرة .

(۴/۴۲، كتاب الحج، مطلب فی الحج الأكبر)

(۴) ما فی " الشامية " : وقد صح عن رسول الله ﷺ أنه قال : أفضل الأيام يوم عرفة، إذا وافق جمعة وهو أفضل من سبعين حجة فی غير جمعة . (۴/۴۲، كتاب الحج، مطلب فی وقفة الجمعة) =

لیکن علامہ شامیؒ نے مناویؒ کے حوالہ سے نقل کیا ہے کہ بعض حفاظ حدیث نے اس حدیث کو بے بنیاد اور باطل کہا ہے۔ (۱)

اسی طرح علامہ ابن قیم جوزیؒ فرماتے ہیں کہ جو بات عام لوگوں کی زبان زد ہے کہ جو حج جمعہ کے دن ہو، وہ غیر جمعہ میں ہونے والے بہتر حج کے برابر ہے، یہ باطل اور بے بنیاد ہے، اس کا آپ ﷺ اور آپ کے اصحاب وتابعین میں سے کسی سے کوئی ثبوت نہیں ملتا۔ (۲)

نیز شیخ محمد بن صالح العثیمین اس طرح کے ایک سوال کے جواب میں فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ سے اس طرح کی کوئی روایت وارد نہیں ہے۔ (۳)

البتہ اتنی بات تو کہی جاسکتی ہے کہ جو حج جمعہ کو ہو اس میں کئی اعتبار سے خیر ہے، مثلاً:

۱/ آپ ﷺ نے جو حج فرمایا تھا وہ بھی جمعہ کو ہوا تھا۔

۲/ جمعہ کے دن ایک گھڑی ایسی آتی ہے کہ بندہ اس گھڑی میں جو بھی دعاء کرتا ہے وہ قبول ہوتی ہے۔

---

(۱) ما في " الشامية " :قال ابن عابدين الشامیؒ : لكن نقل المناوى عن بعض الحفاظ أن هذا حديث باطل لا أصل له .

(۴۲/۴، كتاب الحج، مطلب فى وقفة الجمعة، فيض القدير للشيخ عبد الرؤف المناوى :۲۸/۲)

(۲) ما فى " اتحاف السادة المتقين للزبيدى " : وأما ما استفاض على ألسنة العوام أنها تعدل ثنتين وسبعين حجة فباطل لا أصل له عن رسول الله ﷺ ، ولا من أخذ من الصحابة والتابعين .

(۲۷۴/۴، زاد المعاد: ۶۵/۱)

(۳) فتاوى اللجنة الدائمة : ۱۱/۲۱۰/۲۱۱) (نیز دیکھئے:www.maktaba.org/vb.=

۳/ یوم عرفہ عید ہے اور یوم جمعہ بھی عید ہے، جب دو عیدیں جمع ہوگئیں تو اس میں خیر ہے۔[۱]

خلاصۂ کلام یہ ہے کہ جمعہ کے دن حج کی فضیلت تو ہے، مگر اس کو حج اکبری کہنا معتبر وصحیح نہیں ہے۔

حج بدل کرنے والے پر اس کا اپنا فرض حج باقی رہے گا

مسئلہ (۱۴۴): جس شخص نے کسی کی جانب سے حج بدل کیا ہو، تو یہ حج، حجِ بدل کرانے والے کی طرف سے ہی ادا ہوگا، نہ کہ حج بدل کرنے والے کی طرف سے، لہذا اس پر اپنا فرض حج باقی رہے گا، اور اس پر اس کی ادائیگی لازم ہوگی[۲]، نیز ایسے شخص کو جس پر حج فرض ہو چکا ہو، اور اس نے اب تک اپنا فرض حج ادا نہ کیا ہو، حج بدل کیلئے بھیجنا مکروہ تنزیہی اور اس شخص کا جانا مکروہ تحریمی ہے، گرچہ اس صورت میں حج بدل کروانے والے کا حج

= (۱) ما فی " فیض القدیر للمناوي " : یوم الجمعة : لما له من الفضائل التی لم تجتمع لغیره فمنها أن فیه ساعة محققة الإجابة ، ومواقفته یوم وقفة المصطفی ﷺ واجتماع الخلائق فیه في الأقطار للخطبة والصلاة ، ولأنه یوم عید کما فی الخبر لموافقته یوم الجمع الأکبر والموقف الأعظم یوم القیامة . (۲/۲۸، مکتبة دار المعرفة بیروت ، لبنان) (فتاوی رحیمیہ:۸/۳۱)

الحجة علی ما قلنا :

(۲) ما فی " الفتاوی الهندیة " : الصحیح من المذهب فیمن حج عن غیره أن أصل الحج یقع عن المحجوج عنه ولهذا لا یسقط به الفرض عن المأمور.

(۱/۲۵۷، الباب الرابع عشر فی الحج عن الغیر)=

ہوجائے گا، حج بدل کیلئے ایسے شخص کو بھیجنا جس نے اپنا فرض حج ادا کرلیا ہو، اور احکام حج سے بھی پوری طرح واقف ہو، اولیٰ اور افضل ہے۔ (۱)

احرام کیسے رنگ کا ہونا چاہیے؟

مسئلہ (۱۴۵): آج کل احرام کیلئے سفید رنگ کو ضروری سمجھا جاتا ہے، یہ غلط ہے، بلکہ دوسرے رنگ کا احرام بھی باندھا جاسکتا ہے، البتہ افضل اور بہتر یہ ہے کہ احرام سفید رنگ کا ہو۔ (۲)

= (۱) ما فی "البحر الرائق شرح کنز الدقائق" : ثم المصنف لم یقید الحاج عن الغیر بشیء لیفید أنه یجوز إحجاج الضرورة ، وهو الذی لم یحج أولاً عن نفسه لکنه مکروه کما صرحوا به ، واختار فی فتح القدیر أنها کراهة تحریم للنهی الوارد فی ذلک..... والأفضل إحجاج الحر العالم بالمناسک الذی حج عن نفسه ، قال العلامة الشیخ محمد ابن عابدین بن عمر فی حاشیة منحة الخالق : (واختار فی فتح القدیر أنها کراهة تحریم) ظاهره أن کلام الفتح فی کراهة الاحجاج ولیس کذلک ، بل هو فی الحج نفسه فإنه قال : والذی یقتضیه النظر أن حج الضرورة عن غیره إن کان بعد تحقق الوجوب علیه بملک الزاد والراحلة والصحة فهو مکروه کراهة تحریم علیه ، لأنه یتضیق علیه والحالة هذه فی أول سنی الإمکان فیأثم بترکه . (۱۲۲/۳ / ۱۲۳ ، کتاب الحج ، باب الحج عن الغیر) (فتاوی رحیمیہ: ۱۲۲/۸)

الحجة علی ما قلنا :

(۲) ما فی "حاشیة الطحطاوی علی مراقی الفلاح" : ویلبس الرجل إزاراً ورداءً جدیدین ، أو غسیلین والجدید الأبیض أفضل . (ص: ۷۳۳، کتاب الحج، فصل فی کیفیة ترتیب أفعال الحج)

ما فی "تنویر الأبصار وشرحه مع الشامیة" : ولبس إزار ورداء جدیدین أو غسیلین طاهرین أبیضین ککفن الکفایة . در مختار. قال العلامة ابن عابدین : لبس الإزار والرداء علی هذه الصفة بیان للسنة ، وإلا فستر العورة کافٍ فیجوز فی ثوب واحد وأکثر من ثوبین وفی أسودین .

(۴۳۲/۳، کتاب الحج ، فصل فی الإحرام)=

احرام کی حالت میں ''ماسک'' وغیرہ پہننا

مسئلہ (۱۴۶): حالت احرام میں محرم کیلئے چہرے پر ''ماسک'' وغیرہ پہننا درست نہیں ہے، لیکن اگر کوئی شخص اس کے باوجود پہن لے، تو اگر ایک دن یا ایک رات مکمل ماسک پہنا رہا، تو اس پر دم یعنی ایک بکری کا ذبح کرنا لازم ہوگا، اور اگر ایک دن سے کم پہنا رہے تو نصف صاع یعنی ایک کلو پانچ سو نوے گرام گیہوں کا صدقہ کرنا واجب ہوگا۔ (۱)

= ما فی " البحر العميق " : والأفضل أن يكون الإزار والرداء أبيضين لما روى عن ابن عباس رضى الله عنهما أن النبى ﷺ قال : " البسوا من ثيابكم البياض، فإنها خير ثيابكم، وكفنوا فيها موتاكم " .

(جامع الترمذى: ۱/۱۹۳، أبواب الجنائز، ولو كانا أسودين جاز) . (۲/۶۳۵، الفصل الأول)

ما فی " الموسوعة الفقهية " : يلبس ثوبين نظيفين جديدين أو غسيلين على ألا يكونا مصبوغين بصبغ له رائحة . (۲/۱۷۴، احرام، كيفية الإحرام المستحبة) (فتاوی حقانیہ:۴/۲۲۹)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما فی " حاشية الطحطاوى على مراقى الفلاح " : (الجناية) هي على قسمين: جناية على الإحرام وجناية على الحرم ..... وجناية المحرم على أقسام : منها ما يوجب دماً، ومنها ما يوجب صدقة هى نصف صاع من بر، ومنها ما يوجب دون ذلك، ومنها ما يوجب القيمة وهى جزاء الصيد..... فالتى توجب دماً هى ما لو طيب محرم بالغ عضواً، أو خضب رأسه بحناء، أو ادهن بزيت ونحوه، أو لبس مخيطاً، أو ستر رأسه يوماً كاملاً..... والتى توجب الصدقة بنصف صاع من بر أو قيمته هى ما لو طيب أقل من عضو أو لبس مخيطاً، أو غطى رأسه أقل من يوم .

(ص: ۷۴۱، ۷۴۲، كتاب الحج ، باب الجنايات، مكتبة شيخ الهند ديوبند)

ما فی"الدر المختار مع الشامية": وستر الوجه كله أو بعضه .درمختار. قال العلامة ابن عابدين: قوله: (كله أو بعضه) لكن فى تغطية كل الوجه أو الرأس يوماً أو ليلة دم ، والربع منهما كالكل ، وفى الأقل من يوم أو من الربع صدقة كما فى اللباب . (۳/۴۳۹، مطلب فيما يحرم بالإحرام)

ما فی " اللباب فى شرح الكتاب " : وإن لبس ثوباً مخيطاً أو غطى رأسه يوماً كاملاً فعليه دم، وإن كان أقل من ذلك فعليه صدقة . (ص: ۱۸۱/۱۸۲، كتاب الحج، باب الجنايات)

اضطباع کب مسنون ہے؟

مسئلہ(۱۴۷): بعض حجاج کرام احرام کے پہنتے ہی اضطباع یعنی احرام کی چادر کو دائیں بغل سے نکال کر بائیں کاندھے پر ڈال لیتے ہیں، جبکہ عام حالات میں اضطباع نہیں کرنا چاہیے، خاص طور سے نماز کے دوران، کیوں کہ نماز کے دوران مونڈھے کا کھلا رکھنا مکروہ ہے، اضطباع صرف اس طواف میں مسنون ہے جس کے بعد سعی ہو، البتہ طوافِ زیارت کے بعد اگر سعی کرنی ہو اور احرام کے کپڑے اتار دیئے ہوں، تو اس میں اضطباع نہیں ہوگا۔[1]

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " السنن لأبي داود " : عن ابن عباس رضي الله تعالى عنهما : " أن النبي ﷺ وأصحابه اعتمروا من الجعرانة فرملوا بالبيت ، وجعلوا أرديتهم تحت إباطهم قد قذفوها على عواتقهم اليسرى " .

(ص: ۲۵۹، باب الاضطباع)

ما في " تنوير الأبصار وشرحه مع الشامية " : وأخذ الطائف عن يمينه مما يلي الباب جاعلاً ردائه تحت إبطه اليمنى ملقياً طرفه على كتفه الأيسر استناناً .تنوير. قال العلامة ابن عابدين : واعلم أن الاضطباع سنة في جميع أشواط الطواف كما صرح به ابن الضياء ، فإذا فرغ من الطواف تركه حتى إذا صلى ركعتي الطواف مضطجعاً تكره لكشفه منكبه، ويأتي الكلام على أنه لا اضطباع في السعي، قوله : (استناناً) أي في كل طواف بعده سعي كطواف القدوم والعمرة، وكطواف الزيارة إن كان أخر السعي ولم يكن لابساً .

(۳/۴۴۸/۴۴۹، كتاب الحج، مطلب في دخول مكة)

ما في " موسوعة الفقه الإسلامي" : والسنة الاضطباع عند البدء بالطواف إلى نهاية الطواف بالبيت ثم يسوى ردائه بعد الفراغ من الطواف، والاضطباع محله الطواف فقط دون غيره من المناسك ، ويسن الاضطباع في طواف القدوم وطواف العمرة فقط . (۳/۲۸۹، مكتبه بيت الأفكار الدولية، الموسوعة الفقهية الكويتية: ۵/۱۰۹/۱۱۰، اضطباع) (فتاوی رحیمیہ:۸/۷۷)

کتاب النکاح

نکاح کے مسائل

دعوتِ ولیمہ کب تک مسنون ہے؟

مسئلہ (۱۴۸): ولیمہ کی دعوت اجتماعِ زوجین کے بعد کھلائی جاتی ہے[۱]، جس میں پڑوسی، دوست واقارب اور علماء وفقراء کو جمع کر کے خلوص نیت کے ساتھ، حسب حیثیت جانور ذبح کر کے یا کچھ کھانا پکا کر کھلاتے ہیں، دعوتِ ولیمہ کی مدت کے سلسلہ میں فقہائے کرام یہ فرماتے ہیں کہ اس کی مدت اجتماعِ زوجین کے بعد دو دن ہے، اس کے بعد کی دعوت کو دعوتِ ولیمہ نہیں کہا جائے گا[۲]، کیوں کہ آپ ﷺ نے اگلے دن ولیمہ کو حق، دوسرے دن درست، اور تیسرے دن ریا کاری قرار دیا ہے۔[۳]

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " فيض الباري " : الوليمة طعام العرس..... السنة في الوليمة تكون بعد البناء ، وطعام ما قبل البناء لا يقال له وليمة عربية . (۵/۵۴۳، باب الوليمة حق)

(۲) ما في " الفتاوى الهندية " : ووليمة العرس سنة، وفيها مثوبة عظيمة، وهي إذا بنى الرجل بامرأته ينبغي أن يدعو الجيران والأقرباء والأصدقاء ويدع لهم ويضع لهم طعاماً، لابأس بأن يدعو يومئذٍ من الغد وبعد الغد، ثم ينقطع العرس والوليمة، كذا في الظهيرية . (۵/۳۴۳)

ما في " اعلاء السنن " : إذا صنعت الوليمة أكثر من يوم جاز، وإذا دعي في اليوم وجبت الإجابة، وفي اليوم الثاني تستحب ، وفي اليوم الثالث لا تستحب .

(۱۱/۲۰، باب جواز الوليمة إلى أيام إن لم يكن فخراً)

(۳) ما في " عمدة القاري " : الوليمة في أول يوم حق، وفي الثاني معروف، وفي الثالث رياء وسمعة . (۲۰/۲۱۶)=

اب رہی یہ بات کہ کیا مسلسل دو دن یا اس سے زیادہ دنوں تک دعوتِ ولیمہ کا اہتمام وتکرار درست ہے؟ تو اس سلسلہ میں علمائے کرام کی رائے یہ ہے کہ اگر جذبۂ تفاخر نہ ہو، یا لوگ زیادہ اور مکان چھوٹا ہو، جس کی وجہ سے ایک ہی دن میں تمام لوگوں کو کھلانا ممکن نہ ہو، دوسرے روز یا تیسرے روز کے شرکاء دعوت، پہلے اور دوسرے روز کے شرکاء کے علاوہ ہوں، تو دو دن سے زیادہ دعوت ولیمہ کا اہتمام وتکرار جائز ہے[1]، جیسا کہ حضرت انس رضی اللہ تعالی عنہ کے بیان کے مطابق آپ ﷺ نے حضرتِ صفیہؓ سے نکاح کے موقع پر تین دنوں تک ولیمہ فرمایا ہے۔[2]

= (۱) ما فی " إعلاء السنن " : قال العمرانی : إنما تکره إذا کان المدعو فی الثالث هو المدعو فی الأول، لأن إطلاق کونه ریاء وسمعة یشعر بأن ذلک صنع للمباهاة إذا کثر الناس فدعا فی کل یوم فرقة لم یکن فی ذلک مباهاة غالباً ، وفیه أیضاً : وإذا حملنا الأمر فی کراهة الثالث علی ما إذا کان هناک ریاء وسمعة ومباهاة ،کان الرابع وما بعده کذلک ، فیمکن حمل ما وقع من السلف من الزیادة علی الیومین عند الأمن من ذلک، وإنما أطلق ذلک علی الثالث لکونه الغالب . (۱۱/۱۸)

ما فی " الموسوعة الفقهیة " : ویکره تکرار الدعوة للسبب الواحد ولو ولیمة ، قالوا إلا أن یکون المدعو ثانیاً غیر المدعو أولا ، وإن کان تکرارها لضیق منزل أو لأنه أراد أن یدعو جنسا بعد جنس فلا کراهة . (۲۰/۳۳۷)

(۲) ما فی " إعلاء السنن " : عن أنس قال : " تزوج صفیة وجعل عتقها صداقها وجعل الولیمة ثلاثة أیام ". (۱۱/۱۷) (فتاوی رحیمیہ :۸/۲۴۰،فتاوی حقانیہ:۴/ ۴۲۸،حلال وحرام:ص۲۶۹)

وقتِ واحد کی دو دعوتیں

مسئلہ (۱۴۹): آج کل نکاح کا موسم جاری ہے، اور ولیمہ کی دعوت بھی بکثرت ہورہی ہے، حسبِ حیثیت ولیمہ کرنا سنت ہے[۱]، اور جمہور علماء کے قول کے مطابق دعوتِ ولیمہ قبول کرنا واجب ہے[۲]، لیکن بسا اوقات ایک ہی وقت میں ایک سے زائد دعوتیں آجاتی ہیں، اور انسان اس شش وپنج اور تردد میں پڑ جاتا ہے کہ کس دعوت کو قبول کرے اور کس کو نہیں؟ کس میں حاضر ہو اور کس میں نہیں؟

اس سلسلے میں حکم شرع یہ ہے کہ جب ایک ہی وقت کی دو دعوتیں آجائیں، تو جس داعی کا مکان قریب ہو اس کی دعوت قبول کی جائے، اور اگر دونوں کے مکان قریب ہوں تو جو دعوت پہلے آئی، اس میں شرکت کی جائے۔[۳]

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما فى " الحديث النبوى " : عن أنس بن مالك أن رسول الله ﷺ رأى على عبد الرحمن بن عوف أثر صفرة فقال : ما هذا ؟ فقال : إنى تزوجت امرأة على وزن نواة من ذهب ، فقال : " بارك الله لك، أولم ولو بشأة ". (السنن للترمذى: ۱/۲۰۸، أبواب النكاح، باب فى الوليمة)

ما فى " الموسوعة الفقهية " : قال الحنفية : وليمة العرس سنة وفيها مثوبة عظيمة .

(۲۰/۳۳۷، منهاج المسلم للجزائري :ص ۳۴۱، دار الغد الجديد)

(۲) ما فى " الحديث النبوى " :عن ابن عمر قال : قال رسول الله ﷺ : " إذا دعى أحدكم إلى وليمة عرس فليجب ". (الصحيح لمسلم : ۱/۴۶۲، كتاب النكاح ، باب الأمر بإجابة الداعي)

ما فى " حاشية النووى على الصحيح لمسلم " : قد يحتج به وجوب الإجابة بوليمة العرس . (۱/۴۶۲)

ما فى " الموسوعة الفقهية " : ذهب جمهور الفقهاء إلى أن إجابة الدعوة فى الأصل واجبة إن كانت إلى وليمة العرس . (۲۰/۳۳۷، منهاج المسلم للجزائري :ص ۳۴۱)

(۳) ما فى " الحديث النبوى " : عن حميد بن عبد الرحمن الحميرى عن رجل من أصحاب =

اس سے معلوم ہوا کہ وجہ ترجیح قربِ مکان اور تقدیم واولیتِ دعوت ہے، نہ کہ عمدہ کھانا، کہ فلاں جگہ گوشت مانڈے ہیں، اور فلاں جگہ تہاڑی، تو گوشت مانڈے والی دعوت کو ترجیح دی جائے، نیز یہ حکم اس صورت میں ہے جبکہ دونوں دعوتیں لہو ولعب اور منکراتِ شرعیہ سے خالی ہوں(۱)، ورنہ اسی دعوت میں شرکت درست ہوگی جس میں لہو ولعب اور منکراتِ شرعیہ نہ ہوں، کیوں کہ اس صورت میں منکرات پر مشتمل دعوت منکرات سے خالی دعوت کے معارض ہی نہیں ہوگی، اور منکرات سے خالی دعوت قبولیت وشرکت کیلئے متعین ہوجائے گی۔

= النبی ﷺ أن النبی ﷺ قال:" إذا اجتمع الداعیان فأجب أقربهما باباً ، فإنّ أقربهما باباً أقربهما جواراً، وإن سبق أحدهما فأجب الذی سبق " .

(السنن لأبی داود:ص۵۲۷، کتاب الأطعمة، باب إذا اجتمع داعیان أیهما أحق)=

ما فی " منهاج المسلم للشیخ أبی بکر جابر الجزائری ": من دعاه إثنان قدم أولهما وجّه إلیه الدعوة .

(ص: ۳۴۱)

(۱) ما فی " الحدیث النبوی " : عن علی قال : " صنعت طعاماً فدعوت رسول الله ﷺ فجاء فرأی تصاویر فرجع " . (السنن لإبن ماجة:ص۲۴۰)

ما فی " انجاح الحاجة علی السنن لإبن ماجة ":یفهم من الحدیث أن وجود المنکر فی البیت مانع عن الدخول فیه ، قال ابن بطال : فیه أنه لا یجوز الدخول فی الدعوة یکون فیه منکر مما نهی الله عنه ورسوله ، لما فی ذلک من إظهار الرضی بها ، وحاصله إن کان هناک محرم وقدر علی إزالته فأزاله فلا بأس ، وإن لم یقدر فیرجع ، وقال صاحب الهدایة : لا بأس أن یقعد ویأکل إذا لم یکن یقتدی به فإن کان ممن یقتدی به ولم یقدر علی منعهم فلیخرج لما فیه من شین الدین وفتح باب المعصیة ، قال : وهذا کله بعد الحضور وإن علم قبله لم یلزمه الإجابة . (ص:۲۴۰)

ما فی " حاشیة النووی علی الصحیح لمسلم":قال الإمام النووی : وأما الأعذار التی یسقط بها وجوب إجابة الدعوة ، منها أن یکون فی الطعام شبهة أو لیعاونه علی باطل أو یکون هناک منکر من خمر أو لهو أو فرش حریر أو صور حیوان ، فکل هذه أعذار فی ترک الإجابة . (۱/۴۶۲)

ما فی " منهاج المسلم للشیخ أبی بکر الجزائری ":ویرخص فی عدم حضورها إن کان بها لهو أو باطل .

(ص: ۳۴۱، هدایه :۴/۴۳۹، کتاب الکراهیة)

دولہے والوں کا منڈوے کا کھانا کھلانا

مسئلہ (۱۵۰): بعض علاقوں میں یہ رواج ہے کہ شادی سے ایک دن پہلے لڑکے والے منڈوے کا کھانا کھلاتے ہیں، اگر یہ کھانا اتفاقاً یا ضرورۃً دیا جائے، مثلاً باہر سے مہمان آئے ہوں اور کھانے میں اسراف، ریاء ونمود اور پابندئ رسم ورواج کو دخل نہ ہو، تو یہ کھانا مباح ہے(۱)، لیکن اگر رسم ورواج اور ریاء ونمود کیلئے کھلایا جائے، پورے گاؤں میں سے لوگوں کو بلایا جائے اور باقاعدہ اس کا التزام کیا جائے، تو یہ کھانا شرعاً جائز نہیں ہے۔(۲)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما فی " القرآن الكريم " : ﴿هل أتك حديث ضيف إبراهيم المكرمين، إذ دخلوا عليه فقالوا سلٰماً، قال سلٰم قوم منكرون، فراغ إلى أهله فجاء بعجل سمين، فقربه إليهم قال ألا تأكلون﴾ .

(سورة الذاريات:۲۴-۲۷)

ما فی " الحديث النبوي" : عن أبی هريرةؓ قال : قال رسول الله ﷺ : " من كان يؤمن بالله واليوم الآخر فليكرم ضيفه " . (مشكوة المصابيح:ص۳۶۸، باب الضيافة)

(۲) ما فی " القرآن الكريم " : ﴿يا أيها الذين آمنوا لا تبطلوا صدقاتكم بالمنّ والأذى ،كالذى ينفق ماله رئاء الناس ولا يؤمن بالله واليوم الآخر﴾ . (سورة البقرة:۲۶۴)

ما فی " الحديث النبوي":عن أبی هريرة قال : قال رسول الله ﷺ : " المتباريان لا يجابان ولا يؤكل طعامهما ".قال الإمام أحمد : يعني المتعارضين بالضيافة فخراً ورياءً .

(مشكوة المصابيح : ص۲۷۹، كتاب النكاح ، باب الوليمة)

ما فی" مرقاة المفاتيح ": من أصر على مندوب وجعله عزماً ولم يجعل بالرخصة فقد أصاب منه الشيطان من الإضلال ، فكيف من أصر على بدعة أو منكر . (۲۶/۳، المكتبة الأشرفية بديوبند)

ما فی " السعاية " : الإصرار على المندوب يبلغه إلى حد الكراهة .

(۲۶۵/۲، قبيل فصل فی القراءة)

كتاب الأيمان والكفارة

قسم وکفارہ کا بیان

غیر اللہ کی قسم شرعاً معتبر نہیں ہے

مسئلہ(۱۵۱): آدمی کیلئے بہتر یہی ہے کہ بات بات پر قسم نہ کھائے[۱]، اگر قسم کھانیکی ضرورت پڑ ہی جائے، تو صرف اللہ رب العزت یا اس کے اسم وصفت کی قسم کھاوے[۲]، قرآن کریم کی قسم کھانا منع ہے، لیکن اگر کوئی کھالے تو قسم منعقد ہو جائے گی۔[۳]

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما فی " الفتاوی الهندية " : اليمين بالله تعالى لا تكره ولكن تقليله أولى من تكثيره . (۵۲/۲، قبيل الباب الثانی فيما يكون يميناً وما لا يكون يميناً)

(۲) ما فی " الحديث النبوی " : عن عمر بن الخطاب قال : قال رسول الله ﷺ : " من كان حالفاً فليحلف بالله أو ليسكت " . (السنن لأبی داود:ص۴۶۳، كتاب الأيمان والنذور)

ما فی " التنوير وشرحه مع الشامية " :(والقسم بالله تعالى وبإسم من أسمائه) ولو مشتركاً تعورف الحلف به أولا على المذهب (كالرحمٰن والرحيم) والحليم والعليم (أو بصفة) يحلف بها عرفاً (من صفاته تعالى) صفة ذات لا يوصف بضدها (كعزة الله وجلاله وكبريائه) .

(۳۸۳/۵، كتاب الأيمان، بدائع الصنائع :۱۱/۳، كتاب الأيمان)

(۳) ما فی " الشامية " : وقال العينی : إن المصحف يمين لا سيما فی زماننا وعند الثلاثة المصحف والقرآن وكلام الله يمين . الدر المختار. وفی الشامي : قوله :(قال العينی) عبارته وعندی لو حلف بالمصحف أو وضع يده عليه، وقال : وحق هذا فهو يمين، ولاسيما فی هذا الزمان الذی كثرت فيه الأيمان الفاجرة ورغبة العوام فی الحلف بالمصحف .

(۳۸۶/۵، كتاب الأيمان، مطلب فی القرآن، البحر الرائق :۴۸۲/۴، كتاب الأيمان)=

غیر اللہ مثلاً کسی پیغمبر یا بزرگ، ماں باپ اور اولاد یا کسی متبرک چیز جیسے خانۂ کعبہ، زمزم وغیرہ کی قسمیں شرعاً معتبر نہیں ہیں[۱]، اور نہ ان کے توڑنے پر کوئی کفارہ لازم ہوتا ہے، البتہ غیر اللہ کی قسم کھانا سخت گناہ کی بات ہے[۲]، اس سے احتراز لازم ہے۔

کفارۂ قسم

مسئلہ (۱۵۲): اگر کوئی شخص اپنی قسم توڑ دے تو اس پر قسم کا کفارہ لازم ہوگا، اور وہ یہ ہے: دس مسکینوں کو دو وقت کھانا کھلانا، یا ان کو کپڑا دینا، یا ایک غلام آزاد کرنا، ان تینوں میں اختیار ہے جس سے چاہے کفارہ ادا کرے، اور اگر ان تینوں میں سے کسی ایک پر بھی قدرت نہ ہو تو تین دن لگاتار روزے رکھے۔[۳]

= (۱) ما في " الحديث النبوی " :عن عمرؓ أن رسول الله ﷺ سمعه يحلف بأبيه، فقال رسول الله ﷺ : إن الله ينهاكم أن تحلفوا بآبائكم قال عمر : فما حلفت بها ذاكراً ولا آثراً .

(السنن لإبن ماجة:ص ۱۵۲ ، أبواب الكفارات)

ما في " الفقه الإسلامي وأدلته " : إذا حلف الإنسان بغير الله تعالى كالإسلام أو بالأنبياء أو بملائكة أو بالكعبة أو بالآباء والأمهات..... فلا يكون يميناً بإجماع العلماء وهو مكروه .

(۴/۲۴۷۲ ، المبحث الثاني، اليمين بغير الله)

(۲) ما في " الحديث النبوی " : عن سعد بن عبيدة أن ابن عمر سمع رجلاً يقول: لا والكعبة ، فقال ابن عمر : لا تحلف بغير الله ، فإني سمعت رسول الله ﷺ يقول : " من حلف بغير الله فقد كفر أو أشرك ". هذا حديث حسن . وتفسير هذا الحديث عند بعض أهل العلم أن قوله :(كفر أو شرك) على التغليظ . (جامع الترمذی : ۱/۲۸۰، أبواب النذور والأيمان) (کتاب الفتاوی:۶/۳۳۳،فتاوی محمودیہ:۱۴/۳۵)

الحجة على ما قلنا:

(۳) ما في" القرآن الكريم":﴿لا يؤاخذكم الله باللغو في أيمانكم ، ولكن يؤاخذكم بما عقدتم الأيمان ، فكفارته إطعام عشرة مساكين من أوسط ما تطعمون أهليكم أو كسوتهم أو تحرير رقبة﴾ .

(سورة المائدة : ۸۹)=

بعض لوگ کھانا کھلانے یا کپڑا دینے پر قدرت کے باوجود اپنی قسم کا کفارہ تین روزے رکھ کر ادا کرتے ہیں، اور یوں خیال کرتے ہیں کہ ان کا کفارہ ادا ہو گیا، جبکہ صحیح بات یہ ہے کہ کفارہ ادا نہیں ہوا، کیوں کہ روزوں کے ذریعہ ادائیگیٔ کفارہ صحیح ہونے کیلئے کھانا کھلانے، اور کپڑا پہنانے سے عاجز ہونا شرط ہے۔[1]

= ما فی " أحكام القرآن للجصاص ": قوله تعالى: ﴿فكفارته إطعام عشرة مساكين﴾ يقتضي إيجاب التكفير مع القدرة مع بقاء الخطاب بالكفارة ، وإنما يجوز الصوم مع عدم المذكور بدياً لأنه قال : ﴿فمن لم يجد فصيام ثلاثة أيام﴾ فنقله عن أحد الأشياء الثلاثة إلى الصوم عند عدمها ، فما دام الخطاب بالكفارة قائماً عليه لم يجزه الصوم مع وجود الأصل . وقوله تعالى : ﴿فمن لم يجد فصيام ثلاثة أيام﴾ روى مجاهد عن عبد الله بن مسعود وأبو العالية عن أبيّ ﴿فصيام ثلاثة أيام متتابعات﴾ وقال إبراهيم النخعي : في قراءتنا ﴿فصيام ثلاثة أيام متتابعات﴾ وقال ابن عباس ومجاهد وإبراهيم وقتادة وطاؤس : هن متتابعاتٍ لا يُجزى فيها التفريق ، فثبت التتابع بقول هؤلاء . (۲/۵۷۷)

ما فی " أصول الشاشي " : هذه الكلمة (أو) في الإثبات يتناول أحدهما مع صفة التخيير كقولهم : خذ هذا أو ذلك ، ومن ضرورة التخيير عموم الإباحة ، قال الله تعالى : ﴿فكفارته إطعام عشرة مساكين من أوسط ما تطعمون أهليكم أو كسوتهم أو تحرير رقبة﴾ .

(ص:۹۸، فصل حروف المعاني ، فصل أو)

ما فی " الفقه الإسلامي وأدلته " : إن الواجب في الكفارة واجب مخير حالة اليسار يعني أن الموسر مخير بين أحد أمور ثلاثة ، إطعام عشرة مساكين ، أو كسوتهم ، أو إعتاق رقبة ، وهذا بإجماع العلماء المستند إلى صريح الآية القرآنية :﴿فكفارته إطعام عشرة مساكين من أوسط ما تطعمون أهليكم أو كسوتهم أو تحرير رقبة﴾ لأن الله تعالى عطف بعض هذه الخصال على بعض بحرف (أو) وهو للتخيير. (۴/۲۵۷۵، الفصل الثالث الكفارات، كفارة اليمين)

(۱) ما فی " الدر المختار مع الشامي ": وإن عجز عنها كلها وقت الأداء عندنا صام ثلاثة أيام ولاء . درمختار. قال العلامة ابن عابدين تحت قوله : (إن عجز) قال في البحر: أشار إلى أنه لو كان =

کفارۂ ظہار

مسئلہ(۱۵۳): اگر کوئی شخص اپنی بیوی سے ظہار کرلے، یعنی اس کو اپنی محرمات ابدیہ (جن عورتوں کے ساتھ نکاح کرنا ہمیشہ کیلئے حرام ہے) میں سے کسی کے ایسے عضو سے تشبیہ دے جس کا دیکھنا اس کیلئے حرام ہے، مثلاً یوں کہے: "أنت عليّ كظهر أمي" "تو میرے حق میں میری ماں کی پشت کی طرح ہے" تو یہ شخص مظاہر کہلائیگا، اور اس کیلئے اپنی بیوی سے اس وقت تک ازدواجی تعلقات قائم کرنا حلال نہیں ہوگا جب تک کہ وہ کفارۂ ظہار ادا نہ کرے۔[1]

کفارۂ ظہار کے سلسلے میں شریعت کا حکم یہ ہے کہ اگر غلام آزاد کرنے پر قادر ہو تو غلام آزاد کرے، ورنہ دو مہینے لگاتار روزے رکھے، اور اگر اس کی قدرت نہیں تو ساٹھ مسکینوں کو دو وقت پیٹ بھر کر کھانا کھلا دے، عامۃً لوگ روزہ پر قدرت کے باوجود ساٹھ مسکینوں کو

= عنده واحد من الأصناف الثلاثة لا يجوز له الصوم ، وإن كان محتاجاً إليه ، وقوله : (ولاء) بكسر الواو والمدّ أي متتابعة لقراءة ابن مسعود وأبي : ﴿فصيام ثلاثة أيام متتابعات﴾ فجاز التقييد بها لأنها مشهورة فصارت كخبره المشهور.

(۴۰۲/۵، ۴۰۳، كتاب الأيمان، مطلب: كفارة اليمين ، الفقه الإسلامي وأدلته :۲۵۷۶/۵، الفصل الثالث ، الكفارات ،كفارة اليمين ، موسوعة الفقه الإسلامي: ۲۶۳/۵، الباب التاسع عشر، كتاب القضاء ، أحكام اليمين) (فتاوی محمودیہ:۵۵/۱۴)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " القرآن الكريم " : ﴿والذين يظاهرون من نسائهم ثم يعودون لما قالوا فتحرير رقبة من قبل أن يتماسا ، ذلكم توعظون به والله بما تعملون خبير ، فمن لم يجد فصيام شهرين متتابعين من قبل أن يتماسا فمن لم يستطع فإطعام ستين مسكيناً﴾ . (سورة المجادلة:۳.۴) =

کھانا کھلا کر کفارہ ادا کرتے ہیں، جبکہ یہ کفارہ صحیح نہیں ہوتا، کیوں کہ کھانا کھلا کر کفارہ کی ادائیگی کے صحیح ہونے کیلئے روزہ سے عاجز ہونا شرط ہے۔(۱)

= ما فی " أحکام القرآن لظفر أحمد التهانوی " : قال أبوبکر : لما قال : ﴿والذین یظاهرون من نسائهم﴾ فألزمه حکم التحریم تشبیه بظهرها وجب أن یکون ذلک التحریم عاماً فی المباشرة والجماع ، وأیضاً حدثنا أبوداود عن عکرمة أن رجلاً ظاهر من امرأته ثم واقعها قبل أن یکفر ، فأتی النبی ﷺ فأخبره قال : " فاعتزلها حتی تکفر " . (۱۷/۵)

ما فی " بدائع الصنائع": حکم الظهار منها : حرمة الوطی قبل التکفیر لقوله تعالی: ﴿والذین یظاهرون من نسائهم ثم یعودون لما قالوا فتحریر رقبة من قبل أن یتماسا﴾..... أمر المظاهر بتحریر رقبة قبل المسیس ، فلو لم یحرم الوطء قبل المسیس لم یکن للأمر بتقدیم التحریر قبل المسیس . (۳۷۰/۳، کتاب الظهار، فصل حکم الظهار)

(۱) ما فی " الموسوعة الفقهیة " : ذهب الحنفیة والشافعیة والحنابلة إلی أن کلا من کفارة الصوم والظهار والقتل مرتبة ابتداء وانتهاء ، فعلی المکفر أن یعتق رقبة إذا استطاع إلی ذلک سبیلا ، فإن لم یجد بأن لم یتیسر له ذلک حساً کأن یکون فی مسافة القصر، أو شرعاً کأن لم یقدر علی ثمنها زائداً علی ما یفی بمؤنة فعلیه صیام شهرین متتابعین ، فإن عجز المظاهر أو المجامع فی نهار رمضان عن الصوم أو مرض أو خاف من الصوم زیادة مرض فعلیه إطعام ستین مسکیناً . (۱۰۴/۳۵)

ما فی " عمدة القاری " : الترتیب فی الکفارة واجب ، فتحریر رقبة أولاً، فإن لم یوجد فصیام شهرین ، وإن لم یستطع الصوم فإطعام ستین مسکیناً ، بدلیل عطف بعض الجمل علی البعض بالفاء المرتبة المعقبة . (۳۹/۱۱، کتاب الصوم ، باب إذا جامع فی رمضان)

ما فی " الدر المختار مع الشامي":إن عجز عن الصوم لمرض لا یرجی برءه أو کبر أطعم أي ملک ستین مسکیناً . در مختار . قال الشامی تحت قوله : (یرجی برء ه) فلو برئ وجب الصوم . (۱۱۳/۵ ، کتاب الطلاق، باب الکفارة ، الفتاوی الهندیة: ۲۰۷/۱، الباب الخامس فی الأعذار التی تبیح الإفطار)

کفارۂ صوم

مسئلہ (۱۵۴): اگر کوئی شخص رمضان المبارک کے مہینے میں جان بوجھ کر روزہ توڑ دے تو اس پر قضاء مع الکفارہ لازم ہوگا۔

کفارہ یہ ہے کہ اگر غلام آزاد کرنے پر قادر ہو تو غلام آزاد کرے، ورنہ دو مہینے لگاتار وزے رکھے، کہ ان دو مہینوں میں نہ رمضان ہو اور نہ وہ ایام جن میں روزہ رکھنا منع ہے، اور اگر روزوں کی قدرت نہ ہو تو ساٹھ مسکینوں کو دو وقت پیٹ بھر کر کھانا کھلا دے۔[1]

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما فی " الحديث النبوی":عن أبي هريرة قال : بينما نحن جلوس عند النبي ﷺ إذ جاء ه رجل فقال : يا رسول الله ! هلكتُ قال : ما لک؟ قال : وقعتُ على امرأتي وأنا صائم، فقال رسول الله ﷺ : " هل تجد رقبة تعتقها؟" قال : لا، قال : فهل تستطيع أن تصوم بشهرين متتابعين ؟ قال: لا، قال : فهل تجد إطعام ستين مسكيناً ؟ قال: لا، قال: فمكث النبی ﷺ ، فبينا نحن على ذلک أتی النبی بعرق فيها تمر، قال: أين السائل؟ فقال: أنا، قال : خذ هذا فتصدق به ، فقال الرجل : أعَلَى أفقرَ منی يا رسول الله ﷺ! فو الله ما بين لابتيها يريد الحرتين أهل بيت أفقر من أهل بيتی ، فضحک رسول الله ﷺ حتی بدت أنيابه ثم قال : أطعمه أهلک ".

(صحيح البخاری : ۱/۲۵۹، كتاب الصوم ، إذا جامع فی رمضان ولم يكن له شيء)

ما فی " فتح الباری ": وليس فی الخبر ما يدل على اسقاطها بل فيه ما يدل على استمرارها على العاجز، وقال الجمهور : لا تسقط الكفارة بالإعسار، والذی أذن له فی التصرف فيه ليس على سبيل الكفارة ثم اختلفوا ، فقال الزهری : هو خاص بهذا الرجل .

(۴/۲۱۹، كتاب الصوم، إذا جامع فی رمضان ولم يكن له شيء ، المنهاج المسلم للجزائري: ص۲۴۵، الباب الرابع فی المعاملات، المادة التاسعة فيما يبطل الصوم)=

عامۃً لوگ روزوں پر قدرت کے باوجود ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلا کر کفارہ ادا کرتے ہیں، جبکہ اس صورت میں کفارہ صحیح نہیں ہوتا، کیوں کہ کھانا کھلا کر کفارہ کی ادائیگی صحیح ہونے کیلئے روزوں سے عاجز ہونا شرط ہے۔[1]

= (۱) ما فی "الدر المختار مع الشامي" : أكل عمداً قضى و كفر ككفارة المظاهر الثابتة بالكتاب . در مختار. قال ابن عابدين الشامی تحت قوله : (ككفارة المظاهر) أي مثلها في الترتيب فيعتق أولاً ، فإن لم يجد صام شهرين متتابعين ، فإن لم يستطع أطعم ستين مسكيناً لحديث الأعرابی المعروف فی الكتب الستة .

(۳/۳۴۶/۳۴۷، كتاب الصوم، باب ما يفسد الصوم وما لا يفسد، مطلب فی الكفارة)

ما فی" عمدة القاري":الترتيب فی الكفارة واجب ، فتحرير رقبة ، فإن لم يجد فصيام شهرين ، وإن لم يستطع الصوم فإطعام ستين مسكيناً ، بدليل عطف بعض الجمل على البعض بالفاء المرتبة المعقبة . (۱۱/۳۹، كتاب الصوم، باب إذا جامع فی رمضان)

ما فی " الفتاوى الهندية " : وأما فی كفارة الظهار وكفارة الإفطار فی شهر رمضان إذا عجز عن الإعتاق لفقره وعجز عن الصوم لكبره جاز له أن يطعم ستين مسكيناً ، لأن هذا صار بدلاً عن الصيام بالنص . (۱/۲۰۷، الباب الخامس فی أعذار التی تبيح الإفطار)

ما فی " الموسوعة الفقهية " : ذهب الحنفية والشافعية والحنابلة إلى أن كلا من كفارة الصوم والظهار والقتل مرتبة ابتداء وانتهاء ، فعلى المكفر أن يعتق رقبة إذا استطاع إلى ذلك سبيلاً ، فإن لم يجد فعليه صيام شهرين متتابعين ، فإن عجز المظاهر أو المجامع فی نهار رمضان عن الصوم أو مرض أو خاف من الصوم زيادة مرض فعليه إطعام ستين مسكيناً . (۳۵/۱۰۴)

(فتاوی محمودیہ:۱۰/۱۷۰)

کفارۂ ظہار اور کفارۂ افطار کے درمیان فرق

مسئلہ (۱۵۵): کفارۂ ظہار اور کفارۂ افطار کے درمیان فرق یہ ہے کہ جب کفارۂ ظہار روزوں کے ذریعہ ادا کیا جائے، تو جب تک دو مہینے کے روزے مکمل نہیں ہوتے، اپنی بیوی کے ساتھ ازدواجی تعلقات قائم کرنا درست نہیں ہے، خواہ دن میں ہو یا رات میں، عمداً ہو یا نسیاناً، اور اگر کرلیا تو از سرنو دو مہینے لگاتار روزے رکھنے ہوں گے، جبکہ کفارۂ افطار جب روزوں کے ذریعہ سے ادا کیا جائے تو شب میں ازدواجی تعلقات قائم کرنا درست ہے، خواہ عمداً ہو یا نسیاناً، اسی طرح دن میں بھول کر کرلیا تو از سرنو دو مہینے کے روزے نہیں رکھنے ہوں گے[۱]، البتہ جان بوجھ کر کرلیا تو رکھنے ہوں گے۔[۲]

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " الدر المختار مع الشامي":إن أفطر بعذر أو بغيره أو وطئها أى المظاهر منها فيهما أى الشهرين مطلقاً ، ليلاً أو نهاراً ، عامداً أو ناسياً ، كما فى المختار، استأنف الصوم . " الدر المختار". قال الشامى : الشبيه إشارة إلى أنه لا يلزم كونها مثلها من كل وجه ، فإن المسيس فى أثنائها يقطع التتابع فى كفارة الظهار مطلقاً ، عمداً أو نسياناً ، ليلاً أو نهاراً ، للآية ، بخلاف كفارة الصوم والقتل فيه فإنه لا يقطعه فيهما إلا بعذر أو بغير عذر فتأمل ، فقد زلت بعض الأقدام فى هذا المقام ، والحاصل أنه لا يقطع التتابع هنا الوطء ليلاً عمداً أو نهاراً ناسياً ، بخلاف كفارة الظهار . (۵/۱۱۲ ، كتاب الطلاق ، باب الكفارة، ۳/۳۴۸، كتاب الصوم، مطلب فى الكفارة ، بدائع الصنائع :۴/۲۷۴، كتاب الكفارات ،كفارة الظهار، الفتاوى الهندية : ۱/۵۱۲، البحر الرائق : ۴/۱۷۸ ، كتاب الطلاق، فصل فى الكفارة)

(۲) ما فى"الموسوعة الفقهية ":لا خلاف بين الفقهاء فى وجوب الكفارة على من جامع فى القبل متعمداً . (۳۵/۵۷)

بیک وقت کفارہ کا کھانا ایک سوبیس مسکینوں کو کھلانا

مسئلہ (۱۵۶): بعض لوگ کفارۂ ظہار یا کفارۂ افطار کی ادائیگی میں ایک ہی وقت میں ایک سوبیس مسکینوں کو کھانا کھلا دیتے ہیں، اور یوں خیال کرتے ہیں کہ ان کا کفارہ ادا ہوگیا، جبکہ صحیح بات یہ ہے کہ ان کا کفارہ ادا نہیں ہوا، کیوں کہ کفارہ میں عدد کے ساتھ مقدار کا لحاظ بھی شرط ہے، یعنی ساٹھ مسکینوں میں سے ہر ایک کو دو وقت پیٹ بھر کھانا کھلانا، مذکورہ صورت میں چونکہ عدد کی شرط تو پائی گئی لیکن مقدار کی شرط نہیں پائی گئی، لہذا کفارہ ادا نہیں ہوا۔ (۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما فی " الدر المختار مع الشامية ":أطعم مائة وعشرين أی كل واحد أكلة واحدة لم يجز إلا عن نصف الإطعام ، فيعيد على ستين منهم غداء وعشاء ، ولو فی يوم آخر للزوم العدد مع المقدار . در مختار. قال الشامی تحت قوله : (للزوم العدد مع المقدار) وهو الستون مع المقدار وهو الأكلتان المشبعتان فی الإباحة والصاع أو نصفه فی التمليک .

(۱۱۷/۵ ، قبيل باب اللعان، الدر المنتقى شرح الملتقى: ۱۲۶/۱ ، كتاب الطلاق، قبيل باب اللعان ،البحر الرائق:۱۸۳/۴/۱۸۴ ، كتاب الطلاق، فصل فی الكفارة)

ما فی " الموسوعة الفقهية " : أما مقدار طعام الإباحة عندهم، فأكلتان مشبعتان أی يشترط أن يغدی كل مسكين ويعشيه..... لأنها أكلتان مقصودتان، أما إذا غدی واحدا وعشی واحدا آخر لم يصح . (۱۰۲/۳۵ ، بدائع الصنائع :۲۶۱/۴ ، كتاب الكفارات ، باب مقدار الطعام)

ما فی " الفتاوى الهندية " : لو أطعم مائة وعشرين مسكيناً دفعة واحدة فعليه أن يطعم أحد الفريقين أكلة مشبعة أخرى ،كذا فی السراج الوهاج .

(۵۱۴/۱ ، كتاب الطلاق، الباب العاشر فی الكفارة)

بلاعذرشرعی فدیۂ صوم دینا درست نہیں

مسئلہ (۱۵۷): بعض لوگ رمضان المبارک کے مہینے میں بیماری، یا سفر کی وجہ سے روزہ نہیں رکھتے ہیں، اور روزوں کا فدیہ دے دیتے ہیں، جبکہ فدیہ دینا صرف اس شخص کیلئے جائز ہے جو اس قدر بوڑھا ہو چکا ہو کہ اس میں روزہ رکھنے کی بالکل طاقت نہیں ہے، اور نہ آئندہ اس کی توقع ہے[1]، اس لئے مریض جب صحت یاب ہوجائے، یا مسافر جب مقیم

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما فی " القرآن الكريم " : ﴿وعلى الذين يطيقونه فدية طعام مسكين﴾ . (سورة البقرة:۱۸۴)

ما فی " أحكام القرآن للجصاص": قال أبو حنيفة وأبو يوسف ومحمد وزفر: الشيخ الكبير الذى لا يطيق الصيام يفطر ويطعم عنه كل يوم نصف صاع من حنطة ولا شيء عليه غير ذلك . قال أبوبكر : قد ذكرنا فى تأويل الآية ما روي عن ابن عباس فى قراءته :﴿وعلى الذى يطوّقونه﴾ ، وأنه الشيخ الكبير، فلو لا أن الآية محتملة لذلك لما تأولها ابن عباس ومن ذكر ذلك عنه عليه ، فوجب استعمال حكمها من إيجاب الفدية فى الشيخ الكبير، وقد روي عن علي أيضاً أنه تأول قوله: ﴿وعلى الذين يطيقونه﴾ على الشيخ الكبير . (۱/۲۱۷/۲۱۸)

ما فی " عمدة القارى ":﴿وعلى الذين يطيقونه فديه طعام مسكين﴾ هذا خاص بالشيخ والعجوز الكبير الذين لم يطيقا الصوم رخص لهما الإفطار ويفديان . وقال الزمخشرى : وقرأ ابن عباس يطوقّونه تفعيل من الطوق إما بمعنى الطاقة أو القلادة أى يكلفونه أو يقلدونه..... وعلى هذا لا نسخ بل هو ثابت . (۱۱/۷۲، كتاب الصوم ، باب وعلى الذين يطيقونه فدية طعام مسكين)

ما فی" منهاج المسلم للشيخ أبى بكر الجزائرى":إذا بلغ المسلم أو المسلمة سناً من الشيخوخة لا يقوى معه على الصوم أفطر وتصدق على كل يوم يفطره بمد من طعام ، لقول ابن عباس : رخص للشيخ الكبير أن يطعم عن كل يوم مسكيناً ولا قضاء عليه .

(ص:۲۴۰، كتاب الصوم ، الموسوعة الفقهية :۳۲/۶۶)=

ہوجائے اور روزوں کی قضاء پر قادر ہوں تو ان پر چھوٹے ہوئے روزوں کی قضاء لازم ہے، فدیہ دینا کافی نہیں ہے۔[1]

روزوں سے کفارۂ ظہار یا افطار ادا کرنا

مسئلہ (۱۵۸): اگر کوئی شخص کفارۂ ظہار یا کفارۂ افطار کو روزوں سے ادا کرے، اور روزوں کی ابتداء چاند کی پہلی تاریخ سے کرے تو اس پر دوسرے مہینے کے ختم تک روزہ رکھنا لازم ہوگا، خواہ مہینہ انتیس (۲۹) کا ہو، یا تیس (۳۰) کا، اور ان دو مہینوں کے ایام

= (۱) ما فی " القرآن الکریم ":﴿فمن کان منکم مریضاً أو علی سفر فعدة من أیام أخر﴾ .
(سورة البقرة :۱۸۴)

ما فی " أحکام القرآن للجصاص " : ومعلوم عند جمیع فقهاء الأمصار إضمار الإفطار فیه ، وأن تقدیره: " فأفطر فعدة من أیام أخر". فإنما أوجب القضاء علی المسافر والمریض إذا أفطرا .
(۱/۲۶۴)

ما فی" منهاج المسلم للجزائری " : إذا سافر المسلم مسافة قصر، وهی ثمانیة وأربعون میلاً رخص له الشارع فی الفطر علی أن یقضی ما أفطر عند حضوره ، لقوله تعالی : ﴿ومن کان مریضاً أو علی سفر فعدة من أیام أخر﴾..... وإذا مرض المسلم فی رمضان نَظَرَ فإن کان یقدر علی الصوم بلا مشقة شدیدة صام وإن لم یقدر أفطر، ثم إن کان یرجو البُرءَ من مرضه فإنه ینتظر حتی البرء ثم یقضی ما أفطر فیه . (ص: ۲۳۹/۲۴۰، کتاب الصوم)

ما فی" البحر الرائق " : قوله: (وللشیخ الفانی وهو یفدی فقط) أی له الفطر وعلیه الفدیة، ولیست علی غیره من المریض والمسافر والحامل لعدم ورود نص فیهم .
(۲/۵۰۱، کتاب الصوم، فصل فی العوارض، الفتاوی الهندیة: ۱/۲۰۷، کتاب الصوم، الباب الخامس فی الأعذار) . (فتاوی محمودیہ:۱۰/۱۸۸)

اٹھاون (۵۸) ہوں، یا انسٹھ (۵۹)، اور اگر اس نے مہینہ کے درمیان سے روزوں کا آغاز کیا تو اس پر پورے ساٹھ (۶۰) روزے رکھنا لازم ہوگا۔[1]

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " الفقه الحنفي في ثوبه الجديد " : وإذا ابتدأ الصيام بأول الشهر القمري يلزمه إلى نهاية الذي يليه ، ويصح صومه ولو كان الشهران ثمانية وخمسين يوماً ، وإذا ابتدأ الصيام بغير أول الشهر صام ستين يوماً . (۱/۴۲۰، كتاب الصيام، مقدار الكفارة)

ما في " الدر المختار مع الشامي" : صام شهرين ولو ثمانية وخمسين بالهلال وإلا فستين يوماً . " الدر المختار". قال العلامة ابن عابدين : حاصله أنه إذا ابتدأ الصوم في أول الشهر كفاه صوم شهرين تامين أو ناقصين ، وكذا لو كان أحدهما تاماً والآخر ناقصاً ، وإن لم يكن صومه في أول الشهر برؤية الهلال بأن غمّ أو صام أثناء شهر فإنه يصوم ستين يوماً .

(۵/۱۱۰/۱۱۱، كتاب الطلاق، مطلب لا استحالة في جعل المعصية سبب للعبادة)

ما في" البحر الرائق " : وفي المحيط : لو صام بالأهلة فاتفق تسعة وخمسين يوماً جاز ، ولو صام بغير الأهلة تسعة وخمسين يوماً يصوم ثانياً ، لأن الأصل اعتبار الشهر بالأهلة ، فإن غمّ الهلال اعتبر كل شهر ثلاثين يوماً ، وينبغي أن يقال : فاتفق ثمانية وخمسين جاز لجواز كون كل منهما تسعة وخمسين يوماً.

(۴/۱۷۸، كتاب الطلاق، فصل في الكفارة ، مجمع الأنهر: ۲/۱۲۲، كتاب الطلاق، فصل في الكفارة ، فتح القدير: ۴/۲۳۷/۲۳۸، كتاب الطلاق ، فصل في الكفارة ، حاشية كتاب الفقه على المذاهب الأربعة :۴/۴۳۰، مباحث الظهار ، كيفية كفارة الظهار ، النهر الفائق : ۲/۴۵۷ ، كتاب الطلاق ، باب الظهار، فصل في الكفارة)

کفارۂ افطار کے روزوں میں عورت کو حیض آجانا

مسئلہ(۱۵۹): اگر کوئی عورت کفارۂ افطار کو روزوں سے ادا کرے، اور وہ درمیان میں حائضہ ہوجائے، تو اس کا یہ حیض شرطِ تتابع (لگاتار دو مہینے روزہ رکھنا) کے منافی نہیں ہے، کیوں کہ دو مہینہ حیض سے خالی نہیں ہوتا ہے، لیکن اس پر لازم ہے کہ حیض سے پاک ہوتے ہی وہ روزے رکھنا شروع کردے، لہذا اگر اس نے پاکی کے بعد ایک دن بھی افطار کرلیا تو اس پر دوبارہ از سرِ نو دو مہینے لگاتار روزے رکھنا لازم ہوگا۔[1]

کفارۂ افطار کے روزوں میں عورت کو نفاس آجانا

مسئلہ(۱۶۰): اگر کوئی عورت کفارۂ افطار کو روزوں سے ادا کرے، اور درمیان میں نفاس کا خون آگیا، تو وہ نفاس کے ختم ہونے کے بعد از سرِ نو دو مہینے لگاتار روزہ

الحجة على ما قلنا :

ما فی " الشامیة": قال الشامی تحت قوله : (بخلاف الحیض) فإنه لا یقطع کفارة قتلها وإفطارها ، لأنها لا تجد شهرین خالیین عنه..... وعلیها أن تصل ما بعد الحیض بما قبله ، فلو أفطرت بعده یوماً استقبلت لترکها التتابع بلا ضرورة .

(۱۱۱/۵ ، کتاب الطلاق، باب الکفارة ، البحر الرائق:۱۷۷/۴ ، کتاب الطلاق، فصل فی الکفارة) ما فی " فتح القدیر":(إن أفطر یوماً منها بعذر کمرض أو سفر لزم الاستقبال) بخلاف ما لو أفطرت المرأة للحیض فی کفارة القتل أو الفطر فی رمضان حیث لا تستأنف وتصل قضاء ها بعد الحیض ، ولو أفطرت یوماً قبل القضاء لزمها الاستیناف ، لأنها لا تجد شهرین لیس فیهما أیام الحیض عادة . (۲۳۸/۴،کتاب الطلاق، فصل فی الکفارة، الدر المنتقی شرح الملتقی : ۱۲۴/۲ ، کتاب الطلاق، فصل فی الکفارة، الفقه الحنفی فی ثوبه الجدید : ۴۲۰/۱، کتاب الصیام، مباحث الظهار، النهر الفائق :۴۵۷/۲، کتاب الطلاق، باب الکفارة، فصل فی الکفارة)

رکھے، کیوں کہ دمِ نفاس شرطِ تتابع یعنی لگاتار دو مہینے روزہ رکھنے کے منافی ہے، اس لئے کہ عورت ایسے دو مہینے میں روزہ رکھ سکتی ہے جس میں نفاس کا خون نہ آئے۔[1]

کفارۂ ظہار وافطار میں مساکین کا دوسرے وقت کے کھانے پر حاضر نہ ہونا

مسئلہ (۱۶۱): اگر کسی شخص نے کفارۂ ظہار یا کفارۂ افطار میں ساٹھ مسکینوں کو ایک وقت کا کھانا کھلا دیا، اور دوسرے وقت کے کھانے پر وہ حاضر نہیں ہوئے، تو بہتر یہ ہے کہ ان کا انتظار کیا جائے، اور اگر وہ نہ ملیں تو دوسرے ساٹھ مسکینوں کو دوبارہ دو وقت کھانا کھلانا لازم ہوگا[2]، اور اگر ان ساٹھ میں سے چند حاضر نہ ہوں تو اتنے ہی دوسرے مسکینوں کو دوبارہ دو وقت کا کھانا کھلانا لازم ہوگا۔[3]

الحجة على ما قلنا:

(۱) ما فی" الشامية" : قال الشامی : أما النفاس فيقطع التتابع فی صوم كل كفارة .

(۵/۱۱۱، كتاب الطلاق، باب الكفارة، البحر الرائق:۴/۱۷۷، كتاب الطلاق، فصل فی الكفارة، النهر الفائق: ۲/۴۵۷، كتاب الطلاق، باب الكفارة، فصل فی الكفارة)

ما فی" فتح القدير": ووجود شهرين ليس فيهما أيام المرض والسفر ثابت عادة كشهرين ليس فيهما نفاسها ، فلذا لو نفست فی صوم كفارة الفطر والقتل استقبلت .

(۴/۲۳۹، كتاب الطلاق، فصل فی الكفارة)

الحجة على ما قلنا:

(۲) ما فی" الشامية":قال الشامي : إذا غدى العدد ثم غابوا أن ينتظر حضورهم أو يعيد الغداء مع العشاء على غيرهم .

(۵/۱۱۷، قبيل باب اللعان ، البحر الرائق:۴/۱۸۴، كتاب الطلاق، فصل فی الكفارة)

(۳) ما فی" مجمع الأنهر":المعتبر دفع حاجة الفقير مرتين ، وفی التبيين : ويشترط فيه اتحاد الفقراء فيها ، إذ لو غدى ستين وعشى ستين آخرين لم يجز إلا أن يعيد على أحد الستينين منهم غداء أو عشاء . (۱/۱۲۵، كتاب الطلاق، فصل فی الكفارة)

کتاب البیوع

خرید وفروخت کے مسائل

تاجروں کا رقم وصولی کے لیے قاصد کو علامت دیکر بھیجنا

مسئلہ (۱۶۲): بعض تاجر (Business Men) اپنے کسی نوکر کو کسی کے پاس اپنی فروخت کردہ چیزوں کی قیمت وصول کرنے کیلئے بھیجتے ہیں، تو مرسَل الیہ (Despatchelto) شخص اس سے کوئی علامت کا مطالبہ کرتا ہے، اس لئے تاجر اپنے نوکر کے پاس پانچ روپئے یا دس روپئے کا نوٹ یا اور کوئی علامت دیتے ہیں، اور فون پر مرسَل الیہ کو اس کی اطلاع کردیتے ہیں، کہ ہمارے آدمی کے پاس اس نمبر کا پانچ یا دس کا نوٹ ہے، مرسل الیہ اس نوٹ کو دیکھ کر قاصد کو واجب الاداء رقم دیتا ہے، مرسَل الیہ کا کسی علامت کا مطالبہ کرنا اور مرسِل کا اپنے قاصد کے پاس کسی علامت کا دینا دونوں عمل شرعاً جائز ہیں۔[1]

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما فی " منهاج المسلم للشيخ أبی بكر جابر الجزائري" : حكم الوكالة : الوكالة جائزة بالكتاب والسنة ، قال تعالى :﴿والعاملين عليها﴾ .(سورة التوبة:٦٠) أی الصدقة وهم وكلاء الإمام فی جمع الزكاة ، وقال تعالى :﴿فابعثوا أحدكم بورقكم هذه إلى المدينة فلينظر أيها أزكىٰ طعاماً فليأتكم برزق منه﴾ . (سورة الكهف : ۱۹) فقد وكلوا أحدهم فی شراء الطعام لهم ، وقال الرسول ﷺ لأنيس : " اغد يا أنيس إلى امرأة هذا فإن اعترفت فارجمها ". فوكّل رسول الله ﷺ أنيساً فی التحقيق فی الدعوى ثم فی إقامة الحدّ ، وقال أبوهريرة : وكلنی النبی ﷺ فی حفظ زكوٰة رمضان ، وقال النبی ﷺ لجابر : "إذا أتيت وكيلی فخذ منه خمسة عشر وسقاً ، وإن ابتغى منك آية أی علامة فضع يدك على ترقوتك ". (ص: ۳۱۲، الباب الخامس فی المعاملات، الفصل الرابع)

آبِ زمزم کی خرید وفروخت

مسئلہ (۱۶۳): مکہ مکرمہ سے آبِ زمزم خرید کر لانا، اور بغرضِ نفع وثواب اسے بیچنا (خواہ مشتری مسلم ہو یا کافر) جائز ہے، کیوں کہ وہ متقوم بھی ہے، اور محفوظ کر لینے سے ملک میں بھی داخل ہوجاتا ہے، نیز بلانکیر زمزم بیچنے کا تعامل ہے، لیکن اگر یہ خرید وفروخت آبِ زمزم کے احترام میں مخل ہو، تو پھر اس کی خرید وفروخت خلافِ اولیٰ یا مکروہ ہوگی۔ (۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " الفقه الإسلامي وأدلته " : شروط البيع عند الحنفية أربعة أقسام: شروط الإنعقاد، شروط الصحة، شروط النفاذ، شروط اللزوم .

أما شروط الإنعقاد فهي أربعة أنواع : شروط العاقد، شروط الصيغة، شروط المعقود عليه، يشترط في المعقود عليه خمسة شروط: أن يكون المبيع مالًا، وأن يكون متقوماً ، وأن يكون محرزاً ، وأن يكون المعقود عليه موجوداً حين التعاقد، وأن يكون مقدور التسليم حين العقد .

(۳۳۵۰/۵. ۳۳۵۲)

ما في " القواعد والضوابط " : كل شئ لا بأس بالإنتفاع به فلا بأس ببيعه .

(۱۳۹/۲، بحواله موسوعة قواعد الفقهية : ۴۳۷/۸)

ما في " المقاصد الشرعية " : إن الذرائع تعد وسائل إلى المقاصد وحكمها حكم مقاصدها من حيث التحريم والوجوب والكراهة والندب والإباحة . (ص: ۴۶)

باب الربوا

سود کے مسائل

پرانے نوٹ کے بدلے نئے نوٹ لینا

مسئلہ (۱۶۴): بعض لوگ عید وغیرہ کے موقع پر عیدی تقسیم کرنے کیلئے پرانے نوٹ کے بدلے، نئے نوٹ زیادہ رقم دے کر حاصل کرتے ہیں، مثلاً ایک ہزار روپئے کے دس والے نئے نوٹ کو ایک ہزار دس یا ایک ہزار بیس روپئے میں لیتے ہیں۔

اسی طرح بعض ہاتھ گاڑی پر مال بیچنے والوں، یا دوکانداروں کو کھلے پیسوں کی ضرورت پڑتی ہے، تو وہ پان کی دوکان والوں، یا فقیروں، یا کھلے پیسے فروخت کرنے والوں سے زیادہ رقم دے کر سکّے خریدتے ہیں۔ شرعاً یہ خرید وفروخت سود پر مشتمل ہونے کی وجہ سے ناجائز وحرام ہے، کیوں کہ قانونی طور پر سکے اور نوٹوں کی قیمت برابر ہے، اگر کسی کو سخت ضرورت پڑ جائے، تو وہ یہ صورت اختیار کرلے کہ دس روپئے کے عوض نو روپئے کے سکے، اور ایک روپئے کے عوض کوئی معمولی قیمت کی چیز، مثلاً چار آنے کی ٹافی، چاکلیٹ وغیرہ لیں، اس طرح دونوں فریق گناہ سے بچ جائیں گے۔ (۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " القرآن الكريم " :﴿يآيها الذين آمنوا لا تأكلوا الربوا أضعافاً مضاعفةً﴾ .

(آل عمران: ۱۳۰)

ما في " الحديث " : عن جابر قال : " لعن رسول الله ﷺ آكل الربوا وموكله وكاتبه وشاهديه، وقال : هم سواء ". (الصحيح لمسلم : ۲/۲۷)=

کسی شعبہ کے کلرک کا رقم طلب کرنا

مسئلہ (۱۶۵): بعض دفعہ کسی شخص کی کوئی فائل کسی شعبہ یا ڈپارٹمنٹ میں ہوتی ہے، اسے اپنی فائل دیکھنے، ٹائپ کروانے، یا اس کی نقل کی ضرورت ہوتی ہے، وہ متعلقہ ڈپارٹمنٹ کے کلرک سے اس فائل کو دکھانے، ٹائپ کرنے، یا اس کی نقل دینے کی درخواست کرتا ہے، جس پر یہ کلرک کچھ رقم کا مطالبہ کرتا ہے، اگر یہ رقم ان امور کی اجرت ہے، اور متعلقہ شعبہ کی طرف سے متعین کی گئی ہے، تو اس کیلئے اس رقم کا لینا جائز ہے[1] لیکن اگر یہ رقم ان امور کی اجرت نہیں ہے، اور متعلقہ شعبہ کی طرف سے یہ چیزیں طالب شخص کو مفت دی جانے کا حکم ہے، اور کلرک کو ان کاموں کی انجام دہی پر تنخواہ بھی دی جاتی ہے، تو کلرک کا یہ رقم لینا رشوت ہے جو حرام ہے[2]، لیکن اگر یہ رقم دیئے بغیر کام نہیں ہوسکتا تو رشوت دینا

= ما في " تنوير الأبصار وشرحه مع الشامية " : قال : الربا شرعاً فضل خال عن عوض بمعيارٍ شرعي مشروط لأحد المتعاقدين في المعاوضة . " تنوير ". (۷/۳۹۸. ۴۰۱)

ما في " الهداية " : لا يجوز بيع الجيد بالردى ، فما فيه الربوا إلا مثلاً بمثلٍ لاهدار التفاوت في الوصف . (۳/۶۳) (کتاب الفتاوی: ۵/۲۵۹، نئے مسائل اور فقہ اکیڈمی کے فیصلے: ص۱۱۰، قرارداد نمبر۲، دوسرا فقہی سمینار دہلی، بتاریخ: ۸/۱۱/ جمادی الاولی، ۱۴۱۰ھ مطابق: ۸/۱۱/ ستمبر، ۱۹۸۹ء)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " الفتاوى الهندية " : أما بيان أنواعها فنقول : إنها نوعان يرد على منافع الأعيان كاستئجار الدور..... ونوع يرد على العمل كاستئجار المحترفين للأعمال كالقصارة والخياطة والكتابة وما أشبه ذلك ،كذا في المحيط . (۴/۴۱۱، كتاب الإجارة ، الباب الأول)

(۲) ما في " القرآن الكريم " : ﴿يآيها الذين آمنوا لا تأكلوا أموالكم بينكم بالباطل﴾ .(سورة النساء : ۲۹)=

جائز ہوگا، کیوں کہ فقہائے کرام نے صاحب حق کو اپنے حق کی وصولی کیلئے رشوت دینے کی اجازت دی ہے۔ (۳)

اسلامی اداروں کا مکان کے لیے فائنانس کرنا

مسئلہ (۱۶۶): امریکہ اور لندن وغیرہ میں ذاتی مکان خریدنا انتہائی مشکل امر ہے، اور کرایہ کے مکان میں رہنا بھی، کیوں کہ کرایہ بہت زیادہ ہوتا ہے، آدمی کی ماہانہ کمائی کا بڑا حصہ کرایہ کی ادائیگی میں ہی خرچ ہوجاتا ہے، اس مشکل امر کے حل کے لئے بعض اسلامک فائنانس ادارے (Islamic Finance Institutes) وجود میں آچکے ہیں، جو مکان کے خواہشمند حضرات کیلئے اپنے پاس سے ایک خطیر رقم جاری کرتے ہیں، اور آسان

= ما فی " الحدیث النبوی " : " لعن رسول الله ﷺ الراشی والمرتشی فی الحکم ".

(السنن للترمذی : ۱/۲۴۸، أبواب الأحکام، باب ما جاء فی الراشی والمرتشی)

ما فی " سبل السلام شرح بلوغ المرام " : والرشوة حرام بالإجماع سواء کانت للقاضی أو للعامل علی الصدقة أو لغیرهما، لقوله تعالی:﴿ولا تأکلوا أموالکم بینکم بالباطل وتدلوا بها إلی الحکام لتأکلوا فریقاً من أموال الناس بالإثم وأنتم تعلمون﴾ .

(۴/۱۴۷۱، الرشوة للقاضی والهدیة، سورة البقرة : ۱۸۸)

ما فی " الشامیة " : ولا یجوز أخذ المال لیفعل الواجب .

(۸/۳۳، کتاب القضاء، مطلب فی الأحکام علی الرشوة والهدیة)

(۳) ما فی " بذل المجهود " : فأما إذا أعطی لیتوصل به إلی الحق أو یدفع عن نفسه ظلماً، فإنه غیر داخل فی هذا الوعید . (۱۱/۳۰۶، باب فی کراهیة الرشوة، رقم الحدیث: ۳۵۸۰)

(کفایت المفتی: ۷/۳۴۰_۳۵۲)

قسطوں پر ان سے وصول کرتے ہیں، اگر یہ اسلامک فائنانس ادارے اپنی جانب سے مہیا کیے جانے والے قرض کی رقم پر کچھ زائد رقم وصول کرتے ہیں تو شرعاً یہ سود ہے، جو کسی بھی صورت میں حلال نہیں ہے۔[1]

البتہ اگر کوئی شخص، ادارہ یا بینک وغیرہ مطلوبہ مکان کی باضابطہ نقد خریداری کر کے اس پر اپنا مالکانہ قبضہ بھی کر لے، اور اس کے بعد ادھار معاملہ کے ذریعہ قسطوں پر بیچ دے، اور اس طرح قسطوں کے معاملہ میں ابتداءً یہی طے کیا جائے کہ یہ ادھار اور قسطوں کا معاملہ ہوگا، اس میں کل اتنی قسطیں ہوں گی، اور ہر قسط کی مالیت یہ ہوگی، اور کسی قسط کے مقررہ وقت سے مؤخر ہو جانے پر کسی قسم کا مزید کوئی چارج (Charge) بھی وصول نہیں کیا جائے گا[2]، تو اس طرح کا معاملہ شرعاً جائز ہوگا، اور ہر شخص اپنے ذاتی مکان کا مالک بھی بن سکتا ہے۔

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما فی " القرآن الكريم ":﴿أحل الله البيع وحرم الربوا﴾. (البقرة:۲۷۵) وقوله تعالى :﴿يآيها الذين آمنوا لاتأكلوا الربا أضعافاً مضاعفةً واتقوا الله لعلكم تفلحون﴾ . (آل عمران :۱۳۰)

ما فی " الحديث النبوی " : عن جابر قال : " لعن رسول الله ﷺ آكل الربوا وموكله وكاتبه وشاهديه ، وقال : هم سواء " . (الصحيح لمسلم :۲/۲۷، صحيح البخاری : ۱/۲۸۰، كتاب البيوع)

ما فی " الحديث النبوی " : عن علي رضي الله تعالى عنه قال : قال رسول الله ﷺ : " كل قرضٍ جر منفعة فهو رباً ". (فيض القدير للمناوي :۵/۲۸، رقم الحديث:۶۳۳۶، جامع الصغير: ۱/۳۹۴، رقم الحديث :۶۳۳۶)

(۲) ما فی " بيع التقسيط وأحكامه ":فلا بد فی بيع التقسيط من بيان عدد الأقساط ، ووقت أداء كل قسط، ومدة التقسيط كاملة ، يحدد هذا تحديداً منضبطاً لا يحصل معه نزاع بين الطرفين .

(ص: ۱۸۱ ، المبحث الثالث ، الشروط المتعلقة بالأجل)=

باب المضاربة والمزارعة

مضاربت ومزارعت کا بیان

دوسال میں رقم دوگنی کرکے دینے کی شرط پر مضاربت

مسئلہ(۱۶۷): اگر کوئی تجارتی تعمیری کمپنی لوگوں سے نقد رقم مضاربت کے طور پر اس شرط کے ساتھ لیتی ہے کہ وہ اس رقم کو دوسال کے عرصہ میں دوگنی کرکے دے گی، تو اس کا یہ معاملہ شرعاً جائز نہیں ہے، کیوں کہ مضاربت کی ہر ایسی صورت جس میں نفع کی مقدار متعین کردی جائے اور نقصان کا خطرہ قبول نہ کیا جائے جائز نہیں ہے، بلکہ یہ سود ہے،(۱)

= ما فی " فقه وفتاوی البیوع " : البیع بالتقسیط لاحرج فیه، إذا کانت الآجال معلومة والأقساط معلومة ، ولو کان البیع بالتقسیط أکثر ثمناً من البیع نقداً ، لأن البائع والمشتری کلاهما ینتفعان بالتقسیط ، فالبائع ینتفع بالزیادة والمشتری ینتفع بالمهلة ، وقد ثبت فی الصحیحین عن عائشة رضی الله تعالی عنها أن بریرة رضی الله تعالی عنها باعها أهلها بالتقسیط تسع سنوات ، لکل سنة أربعون درهماً ، فدل ذلک علی جواز بیع التقسیط ، ولأنه بیع لا غرر فیه ولا ربا ولا جهالة ، فکان جائزاً کسائر البیوع الشرعیة إذا کان المبیع فی ملک البائع وحوزته حین البیع .

(ص: ۳۱۹، حکم البیع بالتقسیط والأجل)

الحجة علی ما قلنا :

(۱) ما فی " الفقه الحنفی فی ثوبه الجدید": سئل سیدی الشیخ محمد الحامدي عن إیداع نقود فی البنک علی شکل شرکة المضاربة ، بحیث تبقی هذه النقود عدّة سنوات ، ویدفع له فی نهایة کل سنة خمسة فی المائد مثلاً علی أنه من ربح هذه النقود ، فأجاب رحمه الله : شرکة المضاربة هی أن یکون المال من جانب، والعمل من جانب آخر، والربح بینهما علی ما یشترطان ، وإن أصیبت التجارة بخسارة کان علی رب المال أن یتحملها وحده ، ولا یجوز تحمیل العامل شیئاً =

کیوں کہ شریعت نے استحقاق نفع کی بنیاد رسک (Risk) یعنی ضمان پر رکھی ہے۔[1]

البتہ اس معاملے کی جائز صورت یہ ہوسکتی ہے کہ نفع کی قطعی مقدار کے بجائے اس کا تناسب متعین کردیا جائے، مثلاً یہ کہا جائے کہ تمہارے اس سرمایہ پر جو نفع آئے گا اس کا پچاس فیصد میں تمہیں دوں گا، اب مضارب کی یہ ذمہ داری ہوگی کہ دوسال بعد حساب کرے اور پچاس فیصد کے لحاظ سے جو رقم آئے اسے ادا کرے، خواہ یہ رقم دوگنی ہو، یا اس سے زیادہ، یا اس سے کم۔[2]

مزارعت کی ایک مروج صورت کا شرعی حکم

مسئلہ (۱۶۸): ہمارے اس علاقے میں مزارعت اور بٹائی کی یہ صورت مروج ہے مثلاً زید کی زمین ہے، وہ بکر سے ایک رقم قرض لیکر اپنی زمین اس کے پاس رہن (گروی) رکھتا ہے، اور بکر زید سے اس کی اسی زمین میں بٹائی کا معاملہ بھی کرتا ہے، کہ زید اپنی اس زمین میں کاشت کرے، جتنے مصارف (اخراجات) ہوں گے بکر اس کو برداشت

= منها ، فإن كان هذا مشروطاً فسدت هذه الشركة ووجب فسخها، وإن كان ربحاً فيها فكله لرب المال ، وللعامل عليه أجر مثله ، والذى وقع السؤال عنه ليس من شركة المضاربة فى شيء ، بل إنه محض قرض جر نفعاً وهو ربا صريح .

(۵/۹۰، المضاربة، حكم إيداع نقود فى البنك على شكل شركة مضاربة)

(۱) ما فى " قواعد الفقه " : الخراج بالضمان . (ص:۸۰، رقم القاعدة:۱۲۹)

(۲) ما فى " بدائع الصنائع ":لو قال : خذ هذه الألف على أن لك نصف الربح أو ثلاثة فالمضاربة جائزة قياساً واستحساناً ، وللمضارب ما شرط وما بقى فلرب المال .

(۵/۱۱۰/۱۱۱، كتاب المضاربة)

کرے گا، اور جب کٹ کر تیار ہو جائیگی، تو بکر اس میں سے پہلے اپنے مصارف نکال لیگا، بعد میں جو کچھ بچ جائیگا وہ دونوں کے درمیان آدھا آدھا تقسیم ہوگا، جبکہ مزارعت اور بٹائی کی یہ صورت شرعاً ناجائز ہے، کیوں کہ اس میں دو خرابیاں ہیں:

(۱) جس زمین کو گروی رکھا گیا اسی زمین میں بٹائی کا معاملہ کیا جارہا ہے، جو شرعاً درست نہیں ہے، کیوں کہ گروی رکھی ہوئی زمین سے نہ راہن (گروی رکھنے والا) فائدہ اٹھا سکتا ہے، اور نہ مرتہن (جس کے پاس گروی رکھی جائے)۔[۱]

(۲) زمیندار کو جو رقم کاشت کیلئے دی جارہی ہے جو درحقیقت قرض ہے، اس کو فصل کٹنے پر واپس لیا جاتا ہے اور جو فصل بچ گئی وہ قرض خواہ اور قرض دار دونوں کے مابین تقسیم کرلی جاتی ہے، جبکہ اس طرح کی بٹائی کا معاملہ شرعاً صحیح نہیں ہے[۲]، کیوں کہ یہ قرض خواہ کا اپنے

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " القرآن الكريم " : ﴿وإن كنتم على سفر ولم تجدوا كاتباً فرهان مقبوضة﴾ .

(سورة البقرة : ۲۸۳)

ما في " أحكام القرآن للجصاص " : قال أبو حنيفة وأبو يوسف ومحمد والحسن بن زياد وزفر رحمهم الله : لا يجوز للمرتهن الإنتفاع من الرهن ولا للراهن أيضاً . (۱/۶۴۴)

ما في " الدر المختار مع الشامية " : (لا الإنتفاع به مطلقاً) سواء كان من مرتهن أو راهن، .....

لا يحل له أن ينتفع بشئ منه بوجه من الوجوه، وإن أذن له الراهن لأنه أذن له في الربا لأنه يستوفي دينه كاملاً فتبقى له المنفعة فضلاً فيكون ربا وهذا أمر عظيم . (۱۰/۷۰، كتاب الرهن)

(۲) ما في " منهاج المسلم للجزائري " : لو اشترط رب الأرض أخذ بذره من المحصول قبل قسمته وما بقي فهو له وللعامل بحسب ما اشترطاه لم تصح المزارعة . (ص: ۳۰۴، دار الغد الجديد) =

دیئے ہوئے قرض پر سود لینا ہوا، جو شرعاً حرام ہے۔[1]

مزارعت کی ایک اور مروج صورت اور اس کا شرعی حکم

مسئلہ (۱۶۹): ہمارے اس علاقے میں مزارعت اور بٹائی کی یہ صورت بھی مروج ہے، مثلاً: زید کی زمین ہے بکر نے اس سے بٹائی کا معاملہ اس طرح کیا کہ کاشت کے جتنے مصارف (اخراجات) ہوں گے بکر اس کو برداشت کرے گا، اور فصل کٹ کر تیار ہو جانے پر پہلے بکر اپنے مصارف اس سے نکال لیگا، بعد میں جو کچھ بچ جائیگا وہ دونوں کے درمیان آدھا آدھا تقسیم ہوگا، جبکہ مزارعت وبٹائی کی یہ صورت شرعاً ناجائز ہے، اس لئے کہ زید (زمیندار) کو کاشت کیلئے جو رقم دی جارہی ہے وہ درحقیقت قرض ہے، کیوں کہ فصل کٹنے پر وہ پوری رقم واپس لی جاتی ہے، اب بکر کا یہ کہنا کہ فصل کٹنے پر وہ اپنے مصارف نکال لیگا اور اس کے بعد جو کچھ غلہ بچے گا دونوں کے مابین آدھا آدھا تقسیم ہوگا، تو یہ اپنے دیئے ہوئے قرض پر سود لینا ہوا، جو شرعاً حرام ہے۔[1]

= (۱) ما فی " فیض القدیر للمناوی " : " کل قرض جر منفعة فهو ربا ".

(۲۸/۵، رقم الحدیث: ۶۳۳۶)

ما فی " الشامیة " : قال الشامی : رأیت فی جواهر الفتاوی : إذا کان مشروطاً صار قرضاً فیه منفعة وهو ربا . (۱۰/۷۰، کتاب الرهن) (فتاوی محمودیہ: ۲۰/۱۲۰-۱۳۶، أحسن الفتاوی: ۸/۴۹۸، فتاوی حقانیہ: ۶/۴۳۱)

الحجة علی ما قلنا :

ما فی " فیض القدیر للمناوی " : " کل قرض جر منفعة فهو ربا " . (۲۸/۵، رقم الحدیث: ۶۳۳۶)

ما فی " الشامیة " : قال الشامی : قلت : والغالب من أحوال الناس أنهم یریدون عند الدفع الإنتفاع ، ولولاه لما أعطاه الدراهم ، وهذا بمنزلة الشرط، لأن المعروف کالمشروط ، وهو مما یعین المنع . (۱۰/۷۰)=

مزارعت تین صورتوں میں جائز ہے

مسئلہ (۱۷۰): مزارعت اور بٹائی کا معاملہ ظاہر الروایۃ کے مطابق صرف تین صورتوں میں جائز ہے:

۱/ زمین، بیج ایک کی طرف سے ہو، اور بیل وعمل (محنت) دوسری طرف سے۔

۲/ زمین ایک کی طرف سے اور بیل، بیج اور عمل (محنت) دوسری طرف سے۔

۳/ زمین، بیل اور بیج ایک کی طرف سے اور عمل (محنت) دوسری طرف سے۔[۱]

بشرطیکہ ان میں یہ شرط نہ لگائی گئی ہو کہ کاشتکاری کیلئے روپیہ لگانے والا شخص فصل کٹنے پر پہلے اپنی رقم نکال لے گا، اور بعد میں جو پیداوار بچ جائے گی وہ معاہدے کے مطابق تقسیم ہوگی، کیوں کہ یہ قرض پر سود لینا ہوگا جو شرعاً حرام ہے۔[۲]

= ما في " منهاج المسلم للشيخ أبي بكر جابر الجزائري " : لو اشترط رب الأرض أخذ بذره من المحصول قبل قسمته وما بقي فهو له وللعامل بحسب ما اشترطاه لم تصح المزارعة . (ص: ۳۰۴)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " الدر المختار مع الشامي " : وكذا صحت لو كان الأرض والبذر لزيد، والبقر والعمل لآخر أو الأرض له والباقي للآخر أو العمل له والباقي للآخر فهذه الثلاثة جائزة .

(۹/۳۳۴، كتاب المزارعة)

ما في " الهداية " : إن كانت الأرض والبذر لواحد والبقر والعمل لواحد جازت المزارعة، لأن البقر آلة العمل، وإن كان الأرض لواحد، والعمل والبقر والبذر لواحد جازت، لأنه استيجار الأرض ببعض معلوم من الخارج، وإن كانت الأرض والبذر والبقر لواحد أو العمل من الآخر جازت ، لأنه استأجره للعمل بآلة المستأجر .

(۴/۴۰۹ / ۴۱۰، كتاب المزارعة ، البحر الرائق : ۸/۲۸۹ ، بدائع الصنائع :۵/۲۶۰)

(۲) ما في " فيض القدير للمناوي " : " كل قرض جر منفعة فهو ربا " .

(۵/۲۸، رقم الحديث :۶۳۳۶) (فتاوی محمودیہ:۲۰/۱۲۵-۱۳۶)

كتاب الإجارة

اجارہ کے مسائل

آٹا پیسنے کی اجرت آٹے کے ذریعہ ادا کرنا

مسئلہ (۱۷۱): بعض علاقوں میں آٹا پیسنے کی اجرت روپیوں کی شکل میں لی جاتی ہے، اور یہی غالب ومروج ہے، مگر بعض علاقوں میں آج بھی آٹا پیسنے کی اجرت اجناس کی شکل میں لیجاتی ہے، مثلاً دس کلو گیہوں پیسنے کی اجرت آدھا کلو گیہوں، شرعاً اس میں کوئی قباحت وکراہت نہیں ہے، البتہ اگر دس کلو گیہوں پسانے کی اجرت اسی پسے ہوئے آٹے میں سے آدھا کلو آٹا طے کیا جائے، تو یہ ''حدیث قفیز طحان'' کے حکم میں داخل ہوکر اجارۂ فاسد ہوگا، جو شرعاً ممنوع ہے، اس صورت کے جواز کا یہ حیلہ ہوسکتا ہے کہ آٹا پسانے والا اپنے گیہوں کی طرف نسبت نہ کرتے ہوئے مطلق یوں کہے کہ اس دس کلو گیہوں کو پیس دو، میں آپ کو اس کی اجرت لاعلی التعیین گیہوں کا آدھا کلو آٹا دوں گا، پھر آٹا پسانے کے بعد اسی پسے ہوئے آٹے میں سے دیدے تو یہ جائز ہوگا۔ (۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " الحديث النبوى " : عن أبى سعيد الخدرى قال : " نهى عن عسب الفحل، وعن قفيز الطحان" .

(السنن الدار قطنى :۳/۴۲، رقم الحديث :۲۹۶۲، كتاب البيوع ، السنن الكبرى للبيهقى : ۵/۵۵۴، رقم الحديث:۱۰۵۴)

ما في " الدر المختار مع الشامية " : استاجر بغلاً ليحمل طعامه ببعضه أو ثوراً ليطحن بره ببعض دقيقه فسدت فى الكل لأنه استأجره بجزء من عمله ، والأصل فى ذلك نهيه ﷺ عن قفيز =

بلا عذر ملازموں کا غیر حاضر رہنا

مسئلہ (۱۷۲): حکومتی اداروں میں بہت سے ملازمین بلا وجہ شرعی اور بلا گھریلو مجبوری کے اپنی ڈیوٹی سے غیر حاضر رہتے ہیں، اور متعلقہ آفیسر سے اچھے تعلقات کی بنیاد پر غیر حاضری کے ایام بھی حاضری میں شمار کروا کر پوری تنخواہ وصول کرتے ہیں، جبکہ یہ آفیسر اس کا مجاز نہیں ہوتا، شرعاً یہ عمل ناجائز اور حرام ہے، اس لیے ملازمین پر لازم ہے کہ اپنی ذمہ داری کا احساس کر کے اپنے مفوضہ کاموں کو ایمانداری کے ساتھ انجام دیں، کام کے وقت کو ضائع نہ کریں، اور بوقتِ ضرورتِ شدیدہ اپنے متعلقہ آفیسر سے باقاعدہ رخصت لے کر جائیں، اور اس پر سرکاری قانون کے مطابق ہی تنخواہ لیں، تاکہ دنیا و آخرت کی رسوائی اور ذلت سے سبکدوشی ممکن ہو سکے۔ (۱)

= الطحان..... والحيلة أن يفرز الأجر أولا ، أو يسمي قفيزاً بلا تعيين ثم يعطيه قفيزاً منه فيجوز. در مختار. قال العلامة ابن عابدين : قال الرملي : وبه علم بالأولى جواز ما يفعل في ديارنا من أخذ الأجرة من الحنطة والدراهم معاً ، ولا شك في جوازه .

(۹/۶۸ ، باب الإجارة الفاسدة ، مطلب: تحرير مهم في عدم جواز الاستئجار، الفتاوى الهندية: ۴۴۴/۴، الفصل الثالث في قفيز الطحان وما هو في معناه، المبسوط للسرخسي: ۹۳/۱۵، كتاب الإجارات، الاختيار لتعليل المختار: ۳۱۹/۲، فصل في إفساد الإجارة، الهداية :۲۸۹/۳، باب الإجارة الفاسدة ، تبيين الحقائق :۱۲۹/۶)

(فتاوی محمودیہ:۵۸۶/۱۶،فتاوی حقانیہ:۲۶۹/۶،الأصل فی ذلک نہیہ عن قفیز الطحان)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في "القرآن الكريم" : ﴿ويل للمطففين الذين إذا اكتالوا على الناس يستوفون، وإذا كالوهم أو وزنوهم يخسرون﴾ . (سورة التطفيف: ۳/۲)=

.....

.....

.....

= ما فی " أحکام القرآن لإبن العربی" : قال علماء الدین : التطفیف فی کل شیء فی الصلوۃ والوضوء والکیل والمیزان . (۱۹۰۸/۴)

ما فی " الحدیث النبوی " : عن یحي بن سعید أن عمر بن الخطاب انصرف من صلاۃ العصر فلقی رجلاً لم یشهد العصر، فقال عمر : " ما حبسک عن صلاۃ العصر؟ فذکر له الرجل عذراً، فقال عمر : طَفَّفْتَ، قال یحي: قال مالک: ویقال لکل شئ وفاء وتطفیف ".

(المؤطأ للإمام مالک:ص۴، کتاب وقوف الصلاۃ، باب جامع الوقوف)

ما فی " الدر المختار مع الشامیة " : (والثانی) وهو الأجیر الخاص ویُسمی أجیر وحد وهو من یعمل لواحد عملاً موقتاً بالتخصیص، ویستحق الأجر بتسلیم نفسه فی المدۃ وإن لم یعمل کمن استوجر شهراً للخدمة أو شهراً لرعی الغنم، المسمی بأجر مسمی..... ولیس للخاص أن یعمل لغیره ولو عمل نقص من أجرته بقدر ما عمل . " الدر المختار " .

قال ابن عابدین الشامی : قوله : (ولو عمل نقص من أجرته) قال فی التاتارخانیة: نجار استوجر إلی اللیل فعمل لآخر دواۃً بدرهم وهو یعلم فهو آثم ، وإن لم یعلم فلا شئ علیه وینقص من أجر النجار بقدر ما عمل فی الدواۃ . (۸۲/۸۱/۹)

ما فی " الشامیة " : قوله : (ولیس للخاص أن یعمل لغیره) ..... قال فی الفتاوی الفضلی : وإذا استأجر رجلاً یوماً یعمل کذا ، فعلیه أن یعمل ذلک العمل إلی تمام المدۃ ولا یشتغل بشئ آخر سوی المکتوبة ، وفی فتاوی سمرقند : وقد قال بعض مشایخنا : له أن یؤدی السنة أیضاً ، واتفقوا أنه لا یؤدی نفلاً وعلیه الفتوی . (۸۲/۹ ، کتاب الإجارۃ ، المبسوط للسرخسی : ۱۱۵/۱۵ ، الهدایة: ۲۹۴/۳، البحر الرائق: ۵۲/۸) (معارف القرآن لمفتی شفیع احمدؒ:۶۹۳/۸،کتاب الفتاوی:۴۰۲/۵،فتاوی حبیبیہ:۱۶۶/۲،فتاوی احیاء العلوم:ص۳۲۰،فتاوی معاصرہ:ص۱۶۴)

موبائل کمپنی کا زائد ٹاک ٹائم دینا

مسئلہ(۱۷۳): آج کل موبائل کمپنیوں کی طرف سے بہت سے آفر آرہے ہیں، مثلاً 120 روپے میں 1200 روپے کا ٹاک ٹائم ملے گا، بعض لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ اس میں 120 روپے کے عوض 1200 روپے موصول ہوتے ہیں، اس لیے شرعاً یہ سود ہے، جبکہ یہ خیال صحیح نہیں ہے، کیوں کہ یہاں 120 میں 1200 روپے کے عوض آنے والے وقت کی بقدر گفتگو کا حق دیا جارہا ہے، یعنی حقِ گفتگو کو فروخت کیا جارہا ہے، 120 روپے کو 1200 روپے کے عوض فروخت نہیں کیا جارہا ہے کہ سود پیدا ہو، 120 روپے اور حق گفتگو دو الگ الگ چیزیں ہیں، اس لیے ان کے درمیان کمی بیشی اور ایک طرف سے نقد اور دوسری طرف سے ادھار دونوں جائز ہیں۔[1]

الحجة على ما قلنا :

ما في " البحر الرائق " : الربا هو فضل مال بلا عوض في معاوضة مال بمال، أي فضل أحد المتجانسين على الآخر بالمعيار الشرعي أي الكيل والوزن .

(٦/٢٠٧، باب الربا، تنوير الأبصار وشرحه مع الشامية : ٧/١٠٣/٣٠٣، باب الربا)

ما في " فتح القدير " : ويجوز للمشتري أن يزيد للبائع في الثمن ويجوز للبائع أن يزيد للمشتري في المبيع ويجوز أن يحط من الثمن . (٦/٤٨٠، باب المرابحة والتولية)

ما في " الهداية " : وإذا عدم الوصفان الجنسي والمعنى المضموم إليه حل التفاضل والنسأ لعدم العلة المحرّمة والأصل فيه الإباحة . (٣/٧٩، باب الربا، الفتاوى الهندية:٣/١١٧، الفصل السادس)

ما في " قواعد الفقه " : الأصل في الأشياء الإباحة . (ص: ٥٩، رقم القاعدة :٣٥)

غیر مسلم ممالک میں ملازمت اختیار کرنا

مسئلہ (۱۷۴): اگر کوئی مسلمان معاشی مسئلہ سے دوچار ہوجائے، اور تلاش بسیار کے باوجود اسے اپنے اسلامی ملک میں معاشی وسائل حاصل نہ ہوں، حتی کہ وہ ''قوت لایموت'' (اتنی روزی جس سے جان بچ جائے) کا محتاج ہوجائے، اور غیر مسلم ملک میں کوئی جائز ملازمت مل جائے، تو چار شرطوں کے ساتھ غیر مسلم ملک میں رہائش اختیار کرسکتا ہے:

۱/ اپنی ذات پر یہ اطمینان ہو کہ عملی زندگی میں دین کے احکام پر کاربند رہے گا۔

۲/ وہاں رائج شدہ منکرات وفواحشات سے اپنے آپ کو محفوظ رکھے گا۔

۳/ اس کے پاس ایسا علم ہو کہ جس سے وہ شبہات کو دفع کرسکتا ہو۔

۴/ اس کے پاس اتنی دینداری ہو جو اسے شہوات سے روک سکتی ہو۔[1]

کیوں کہ حلال کمانا بھی دوسرے فرائض کے بعد ایک فرض ہے[2]، جس کیلئے شریعت نے

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " الهجرة إلى بلاد غير المسلمين " : ذهب جمهور العلماء من حنفية وشافعية وحنابلة وأكثر الزيدية وغيرهم إلى جواز المقام في بلاد الكفر إذا أمن المسلم على نفسه الفتنة في الدين أو النفس أو المال أو العرض انطلاقاً من أن الأصل في ذلك هو الحمل ، والحظر لا يكون إلا لعارضٍ . (ص:۱۳۳)

ما في " مجموع الثمين للعثيمين " : شرط على المسافر إلى تلك البلاد : أن يكون محتاجاً إلى ذلك السفر، وأن يكون عنده علم يدفع به الشبهات، ودين يمنعه الشهوات .

(ص:۵۰، بحواله : الهجرة إلى بلاد غير المسلمين:ص۱۷۹)

(۲) ما في " الحديث النبوي " : عن عبد الله قال : قال رسول الله ﷺ : " طلب كسب الحلال فريضة بعد الفريضة " . (مشكوة المصابيح :ص۲۴۲، باب الكسب، الفصل الثالث)=

کسی مکان اور جگہ کی قید نہیں لگائی، بلکہ عام اجازت دی ہے کہ جہاں چاہو رزق حلال تلاش کرو۔[1]

سائبر کیفے (Siber Cafe) کھولنے کا حکمِ شرعی

مسئلہ (۱۷۵): آج کل انٹرنیٹ (Internet) کا استعمال عام ہو چکا ہے، اور لوگ اسی عموم سے فائدہ اٹھا کر جگہ جگہ سائبر کیفے (Siber Cafe) کھول رہے ہیں، سائبر کیفے میں متعدد کمپیوٹر (Computer) ہوتے ہیں، جن میں نیٹ کنکشن (Net Connection) موجود ہوتا ہے، لوگ یہاں آکر وقتِ محدود (Limited Time) تک متعین اجرت (Fixed Wadge) کے عوض ان کی خدمات کرایہ پر حاصل کرتے ہیں، کچھ لوگ اس وقتِ محدود میں نیٹ کا استعمال ناجائز کاموں کیلئے بھی کرتے ہیں، مثلاً گانا سننے کیلئے، یا فلم دیکھنے کیلئے[2]، یا ایسے اخبار پڑھنے کے لیے جو اِن کے عقائد وایمان اور

= (۱) ما فی " القرآن الکریم " :﴿هو الذی جعل لکم الأرض ذلولاً فامشوا فی مناکبها وکلوا من رزقه وإلیه النشور﴾ . (سورة الملک :۱۸)

ما فی " القرآن الکریم " : ﴿ألم تکن أرض الله واسعة فتهاجروا فیها﴾ . (سورة النساء :۹۷)

ما فی " فتح القدیر للشوکانی " : قیل المراد بهذه الأرض المدینة، والأولی العموم اعتباراً بعموم اللفظ لا بخصوص السبب کما هو الحق، فیراد بالأرض کل بقعة من بقاع الأرض تصلح الهجرة إلیها ، ویراد بالأرض الأولی کل أرض ینبغی الهجرة منها . (۱/۱۱۴) . (فقہی مقالات:۱/۲۴۳)

الحجة علی ما قلنا :

(۲) ما فی " القرآن الکریم " : ﴿ومن الناس من یشتری لهو الحدیث لیضل عن سبیل الله بغیر علم﴾ . (سورة لقمان :۶)=

تہذیب واخلاق کیلئے سخت مضر ونقصان دہ ہوتے ہیں، ان کے ساتھ اجارہ کا یہ معاملہ تعاون علی الاثم ہونے کی وجہ سے جائز نہیں ہے[1]، اور اس معاملے سے حاصل کردہ آمدنی بھی خبیث وناپاک ہے۔[2]

= ما فی " أحكام القرآن لظفر أحمد التهانوی " : المراد عن لهو الحديث، فقيل هو الغناء، وهو قول ابن مسعود ، وروی عن جابر قال : هو الغناء والاستماع له ، ..... والذی عليه الجمهور من الصحابة والتابعين وعامة المفسرين هو ما روي عن الحسن : أن لهو الحديث كل ما شغلك عن عبادة الله وذكره من الخرافات والغناء ونحوها ..... فعلى هذا دلت الآية على حرمة كل ما يلهى ويشغل عن ذكر الله وعبادته ، سواء كان غناء أو معازف أو شيء آخر من الملاهي . (۱۸۴/۳)

ما فی " الحديث النبوی " : عن أبی هريرة أن رسول الله ﷺ قال : " استماع صوت الملاهی معصية والجلوس عليها فسق والتلذذ بها كفر".

(نيل الأوطار للشوكاني:۱۰۴/۸ ، رقم الحديث:۳۵۵۳)

ما فی " الشامية " : الملاهي كلها حرام . (۴۲۴/۹، كتاب الحظر والإباحة)

ما فی " الحديث النبوی ":إن رسول الله ﷺ قال : " لعن الله الناظر والمنظور إليه ".

(مشكوة المصابيح :ص۲۷۰)

ما فی " الحديث النبوی " : " إن أشد الناس عذاباً عند الله المصورون ".

(صحيح البخاری :۸۸۰/۲،كتاب اللباس)

(۱) ما فی " القرآن الكريم " : ﴿ولا تعاونوا على الإثم والعدوان﴾ . (سورة المائدة :۲)

ما فی" المقاصد الشرعية " :إن الوسيلة أو الذريعة تكون محرمة إذا كان المقصد محرماً ، وتكون واجبةً إذا كان المقصد واجباً . (ص:۴۶)

(۲) ما فی" الحديث النبوي" : عن ابن عمر قال : " نهى رسول الله ﷺ عن عسب الفحل " .

(السنن لأبی داود:ص۴۸۶، باب فی عسب الفحل ، كتاب البيوع ، صحيح البخاری : ۳۰۵/۱، كتاب الإجارة) =

البتہ بعض لوگ نیٹ کا استعمال جائز کاموں کیلئے بھی کرتے ہیں، مثلاً فون لگا کر جائز بات چیت کرنا، یا ویب سائٹ (Website) پر موجود کتابوں کا مطالعہ کرنا، یا مفید معلومات حاصل کرنا وغیرہ، تو اس طرح کے لوگوں سے اجارہ کا یہ معاملہ شرعاً جائز و درست ہے، اور اس سے حاصل کردہ آمدنی بھی حلال ہے۔[1]

= ما فی " المبسوط للسرخسي " : وإذا استأجر فحلاً لينزيه لم يجز للأثر الذي جاء به النهى عن رسول الله ﷺ عن التيس ، ولأن المقصود الماء ولا قيمة له، وصاحب الفحل يلتزم إيفاء ما لا يقدر على تسليمه . (۱۶/۴۱، باب الإجارة الفاسدة ، فتح القدير: ۹/۱۰۰، كتاب الإجارات ، باب الإجارة الفاسدة ، الدر المختار مع الشامية : ۹/۷۰، كتاب الإجارة، باب الإجارة الفاسدة ، قبيل مطلب فی الاستيجار على المعاصي ، مجمع البحرين : ص ۳۸۶، فصل فيما يجوز من الإجارة وما يفسد منها)

ما فی " نصب الراية ": لا يجوز أخذ أجرة عسب التيس وهو أن يؤجر فحلاً لينزو على الإناث ، لقوله عليه الصلاة والسلام : " إن من السحت عسب التيس" . والمراد أخذ الأجرة عليه .

(۴/۳۲۵، باب الإجارة الفاسدة، الإختيار لتعليل المختار: ۲/۳۱۸، فصل فساد الإجارة)

ما فی " المبسوط للسرخسي": لا تجوز الإجارة على شيء من الغناء والنوح والمزامير والطبل وشيء من اللهو ، لأنه معصية والاستيجار على المعاصي باطل . (۱۵/۴۲، الشامية : ۹/۴۰، الفتاوى الهندية: ۳/۲۸۷، الموسوعة الفقهية: ۱/۱۰۸ ، بدائع الصنائع : ۴/۳۹)

(۱) ما فی " منهاج المسلم للشيخ أبي بكر جابر الجزائري": شروط الإجارة إباحة المنفعة فلا يجوز استئجار أمة للوطأ أو امرأة للغناء أو النوح .

(ص: ۳۰۵، الباب الخامس فی المعاملات، الفصل الرابع)

ما فی " الأشباه والنظائر": الأمور بمقاصدها . (۱/۱۱۳) (محمود الفتاوی: ۳/۱۱۵)

باب العارية والرهن

عاریت ورہن کے مسائل

مدرسہ سے ملی ہوئی کتابوں کا حکم

مسئلہ (۱۷۶): طلباء جامعہ کو، جامعہ کی طرف سے جو کتابیں سال کے شروع میں پڑھنے کیلئے دی جاتی ہیں، اور سال کے آخر میں ان سے واپس لیجاتی ہیں، وہ ان کی ملکیت نہیں بلکہ عاریت ہے، اور عاریت کے سلسلہ میں اصول یہ ہے کہ اس میں وہی تصرف جائز ہے جس کی عاریت پر دینے والے کی طرف سے اجازت ہو، اگر اس کی طرف سے اجازت نہیں ہے تو کوئی تصرف جائز نہیں، خواہ مفید ہی کیوں نہ ہو، چنانچہ فقہاء نے لکھا ہے کہ اگر آپ کسی سے کتاب لیں، اور اس میں کتابت کی غلطی پائیں، تب بھی آپ کیلئے اسی وقت اصلاح جائز ہے جبکہ اس سے مالکِ کتاب کو ناراضگی نہ ہو، ورنہ اپنے طور پر اصلاح کرنا درست نہیں، جب کتابت کی غلطی کی اصلاح کے سلسلہ میں یہ حکم ہے، تو عاریت کی کتابوں پر اپنے نام لکھنا، ان پر حواشی چڑھانا اور افتتاح واختتام کتاب کی تاریخ مع تعیینِ ماہ وسن لکھنا کیوں کر جائز ہوسکتا ہے، جبکہ جامعہ کی طرف سے اس کی ممانعت ہے، اس لئے اس سے احتیاط برتیں۔[1]

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " حاشية قرة عيون الأخيار تكملة الشامية على الدر المختار " : استعار كتابا فوجد به خطأ أصلحه ، إن علم رضا صاحبه . " در مختار " . قوله : (إن علم رضا صاحبه) فإن علم عدم رضاه ينبغي أن لا يصلحه لأنه تصرف في ملك الغير بغير إذنه . (۱۲/۵۵۴، كتاب العارية)

ما في " درر الحكام شرح مجلة الأحكام " : بقاعدة فقهية : لا يجوز لأحد أن يتصرف في ملك الغير بلا إذنه . (۱/۹۶، المادة : ۹۶)

کوئی چیز رکھ کر قرض لینا، اور مرتہن کا شئ مرہون سے فائدہ اٹھانا

مسئلہ (۱۷۷): بعض لوگ بطورِ قرض دوسروں کو روپئے دیتے ہیں، اور وصولیٔ دین کو یقینی بنانے کیلئے کوئی چیز اپنے پاس بطور رہن یعنی گروی رکھتے ہیں، اور اس شئ مرہون (جس چیز کو گروی رکھا گیا ہے) سے فائدہ اٹھاتے رہتے ہیں، جبکہ مرتہن (جس کے پاس کوئی چیز گروی رکھی گئی ہے) کا شئ مرہون سے فائدہ اٹھانا، یا نفع حاصل کرنا جائز نہیں ہے، گرچہ راہن (گروی رکھنے والا) نے نفع اٹھانے کی صراحۃً اجازت دی ہو، یا عرفاً اس کا رواج ہو، کیوں کہ یہ سود ہے [۱]، اگر مرتہن نے شئ مرہون سے فائدہ اٹھایا اور وہ شئ ہلاک ہوگئی، تو وہ اس کی قیمت کا ضامن ہوگا۔ [۲]

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما فی " القرآن الكريم " : ﴿وإن كنتم على سفر ولم تجدوا كاتباً فرهان مقبوضة﴾ .

(سورة البقرة:۲۸۳)

ما فی " أحكام القرآن للجصاص " : قال أبو حنيفة وأبو يوسف ومحمد والحسن بن زياد وزفر لا يجوز للمرتهن الانتفاع بشيء من الرهن ولا للراهن أيضاً ، وقالوا : إذا أجر المرتهن الرهن بإذن الراهن..... فقد خرج من الرهن ولا يعود . (۱/۶۴۴)

ما فی " الحديث النبوی " : " كل قرض جر منفعةً فهو ربا " .

(فيض القدير للمناوی:۵/۲۸، رقم الحديث: ۶۳۳۶)

ما فی " الشامية " : لا يحل له أن ينتفع بشيء منه بوجه من الوجوه، وإن أذن له الراهن ، لأنه اذن له فی الربا، لأنه يستوفی دينه كاملاً فتبقی له المنفعة فضلاً فيكون رباً ، وهذا أمر عظيم .

(۱۰/۷۰، الموسوعة الفقهية :۳۳/۱۸۳)

(۲) ما فی " بدائع الصنائع " : فإن انتفع به فهلک فی حال الاستعمال يضمن كل قيمته لأنه صار غاصباً . (۵/۲۱۲، كتاب الرهن) (فتاوی محمودیہ:۲۰/۱۲۵، احسن الفتاوی:۸/۴۹۸)

باب السرقة

چوری کا بیان

طلباء کا بلا اجازت اپنے ساتھیوں کی چپل پہن کر چلا جانا

مسئلہ (۱۷۸): بعض طلباء اپنے ساتھیوں کی چپل ان کی اجازت کے بغیر پہن کر چلے جاتے ہیں، اور ان کی جو منزلِ مقصود ہوتی ہے وہاں لیجا کر اسے چھوڑ دیتے ہیں، مثلاً درسگاہوں کے سامنے سے پہن کر مطبخ چلے جاتے ہیں اور وہیں چھوڑ دیتے ہیں، یا درسگاہوں میں سے پہن کر مسجد چلے جاتے ہیں اور وہیں چھوڑ دیتے ہیں، ان کا یہ عمل چوری ہے، جو شرعاً حرام ہے[1]، اور چور پر لازم ہے کہ وہ عین مسروق، مسروق منہ کو یعنی چرائی ہوئی چیز اس کے اصل مالک کو لوٹا دے، اور ضائع ہونے یا کرنے کی صورت میں اگر اس کا مثلِ صوری موجود ہو تو مثلِ صوری، ورنہ مثلِ معنوی یعنی قیمت ادا کردے[2]، لہذا طلباء کو چاہیے کہ وہ اس

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما فی " القرآن الكريم " : ﴿والسارق والسارقة فاقطعوا أيديهما جزاءً بما كسبا نكالاً من الله والله عزيز حكيم﴾ . (سورة المائدة:۳۸)

ما فی " أحكام القرآن لإبن العربی " : حقيقة السرقة وهی أخذ المال على خفية من الأعين . (۲۰۴/۲)

ما فی " تعليق بدائع الصنائع " : فإن الله تعالى قد رتب وجوب قطع الأيدى على السرقة عقوبة السارق ، وهذه العقوبة الشديدة لا تكون إلا على فعل محرم شرعاً لما فيها من شديد الإيذاء .

(۲۷۹/۹، كتاب السرقة، فصل فی ركن السرقة)

(۲) ما فی "الموسوعة الفقهية ": ولا خلاف فی وجوب الضمان المسروق إذا تلف ، ولم يقم الحد على السارق بسبب يمنع القطع كأخذ المال من غير حرز أو كان دون النصاب أو قامت =

طرح ایک دوسرے کی چیزیں بلا اجازت استعمال نہ کریں، کیوں کہ یہ جائز نہیں ہے[۱]، ورنہ مناسبِ حال تعزیر کرنا درست ہوگا۔[۲]

آپریٹنگ سسٹم، سافٹ ویئر اور پروگرامس کاپی کرکے فروخت کرنا

مسئلہ(۱۷۹): آپریٹنگ سسٹم (Oprating System) اور سافٹ ویئرز (Softwears) جیسے ونڈوز (Windows) آفس (Office)، فوٹو شاپ (Photoshop) وغیرہ یہ سافٹ ویئرز انتہائی قیمتی اور نادر ہوتے ہیں، اور کمپنی اسے خطیر رقم دے کر بنواتی ہے، اگر متعلقہ کمپنی نے ان پروگراموں اور سافٹ ویئرز کی بلا اجازت کاپی

= شبهة تدرأ الحد أو نحو ذلک ، وحينئذٍ يجب على السارق أن يرد مثل المسروق إن كان مثلياً وقيمته إن كان قيمياً . (۳۴۶/۲۴)

(۱) ما فی " الحديث النبوی " : " لا يحل مال امرئٍ مسلم إلا بطيب نفس منه " .

(السنن الكبرى للبيهقي:۱۶۶/۶، كتاب الغصب، مشكوة المصابيح : ص ۲۵۵، السنن الدارقطني: ۲۲/۳، كتاب البيوع ، رقم الحديث:۲۸۶۲، المسند للإمام أحمد بن حنبل :۴۰۰/۱۵، رقم الحديث:۲۰۹۸۰، جمع الجوامع : ۷/۹، رقم الحديث: ۲۶۷۵۹، شعب الإيمان للبيهقي:۳۸۷/۴. رقم الحديث:۵۴۹۲)

ما فی " درر الحكام شرح مجلة الأحكام " : لا يجوز لأحد أن يتصرف فی ملک الغير بلا إذنه . وفيه أيضاً : لا يجوز لأحد أن يأخذ مال أحد بلا سبب شرعي . (۹۶/۱- ۹۸، رقم المادة: ۹۶- ۹۸)

(۲) ما فی " منهاج المسلم للجزائري": التعزير: التأديب بالضرب والشتم أو المقاطعة أو النفی . حكمه: التعزير واجب فی كل معصية لم يضع الشارع لها حداً ولا كفارة، وذلک كالسرقة التی لم تبلغ نصاب القطع إلخ ..... أن يجتهد السلطان فی التعزير ويضع لكل حال ما يناسبها ..... إذ المقصود من التعزير التربية والتأديب لا التعذيب والانتقام . (ص:۴۳۴. ۴۳۵)

کرنا ممنوع قرار دیا ہو تو اس طرح کے سوفٹ ویئر اور پروگراموں کی کاپی کرکے خرید وفروخت کرنا شرعاً درست نہیں ہے، اس سے بچنا واجب ہے۔[1]

الحجة على ما قلنا:

(۱) ما فی " القرآن الكريم ":﴿والسارق والسارقة فاقطعوا أيديهما جزاءً بما كسبا نكالاً من الله﴾ .
(سورة المائدة:۳۸)

ما فی " أحكام القرآن لإبن العربي":السارق هو فاعل من السرقة : وهو كل من أخذ شيئاً على طريق الإختفاء عن الأعين ، لكن الشريعة شرطت فيه : ..... فهو كل مال تمتدّ إليه الأطماع ، ويصلح عادةً وشرعاً للانتفاع به ، فإن منع منه الشرع لم ينفع تعلق الطماعية فيه ولا يتصور الانتفاع منه كالخمر والخنزير، وقد كان ظاهر الآية يقتضى قطع سارق القليل والكثير لإطلاق الإسم عليه..... والصحيح عن عائشة : " ما طال عليّ ولا نسيتُ القطع فی ربع دينار فصاعداً ". وهذا نص . (۲/۲۰۷/۲۰۸)

ما فی" منهاج المسلم للشيخ أبی بكرجابرالجزائري": السرقة أخذ المال المحروز على وجه الاختفاء كان يدخل أحدٌ دكاناً أو منزلاً فيأخذ منه ثياباً أو حباً أو ذهباً ونحو ذلک ، حكمها : السرقة كبيرة من الكبائر حرمها الله تعالى بقوله:﴿والسارق والسارقة فاقطعوا أيديهما جزاءً بما كسبا نكالاً من الله والله عزيز حكيم﴾ .وقال النبي ﷺ فی بيان أنها حد من حدود الله يقام على كل أحد : " والذی نفسی بيده لو سرقت فاطمة بنت محمد لقطعت يدها ".....شروط القطع أن يكون المسروق مالاً مباحاً لا خمراً أو مزماراً مثلاً ، وأن يكون بالغاً ربع دينار فی القيمة لقوله عليه الصلوٰة والسلام : " لا تقطع يد السارق إلا فی ربع دينارٍ فصاعداً ".....أن يكون المال المسروق فی حِرزٍ كدار أو دكان أو حظيرة أو صندوق ونحو ذلک مما يعتبر حرزاً .
(ص: ۴۲۷/۴۲۸، الباب الخامس فی المعاملات، الفصل الحادی عشر)

کتاب الوقف

وقف کے مسائل

عام قبرستان میں کاشت کرنا یا اس کو ذریعۂ آمدنی بنانا

مسئلہ(۱۸۰): عام قبرستان جو وقف ہے، آباد ہے، وہاں مردے دفن ہوتے ہیں، ان میں کاشت کرنا، یا ان پر عمارتیں وغیرہ بنا کر ان کو ذریعہ آمدنی بنانا جائز نہیں ہے۔[1]

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما فی " الفتاوی الهندية " : سئل الأوزجندی عن المقبرة فی القری إذا اندرست ولم يبق فيها أثر الموتى لا العظم ولا غيره هل يجوز زرعها واستغلالها؟ قال : لا، ولها حكم المقبرة، كذا في المحيط . (۱/۴۷۰، كتاب الوقف ، الباب الثانی عشر فی الرباطات والمقابر)

ما فی " فتاوی قاضيخان على هامش الهندية " : مقبرة قديمة لمحلة لم يبق فيها آثار المقبرة هل يباح لأهل المحلة الإنتفاع بها ؟ قال أبو نصر: لا يباح .

(۳/۳۱۴، كتاب الوقف، فصل فی المقابر)

ما فی " فتح القدير " : لا يجوز لأهل القرية الانتفاع بالمقبرة الداثرة . (۶/۲۲۲، كتاب الوقف)

أحكام المساجد

مساجد کے احکام

غیر مسلموں کو مسجدوں میں لانا

مسئلہ (۱۸۱): غیر مسلم مثل یہود، نصاریٰ، پادری وغیرہ مساجد کے اندر مسلمانوں کے مواعظ ونصائح سننے کی غرض سے آسکتے ہیں۔[۱]

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " الحديث النبوى " : عن ابن عباس : " قدم وفد عبد القيس على رسول الله ﷺ ". (الصحيح لمسلم : ۱/۳۳) . وفي رواية : " إن وفد عبد القيس أتوا رسول الله ﷺ ، فقال رسول الله ﷺ : من الوفد أو من القوم؟ قالوا : ربيعة، قال: مرحباً بالقوم أتو بالوفد غير خزايا ولا الندامى " . (۱/۳۴)

ما في " الشامية " : وجاز دخول الذمي مسجداً مطلقاً . (۹/۵۵۵)

ما في " أحكام القرآن للجصاص " : وقد روي عن حماد بن سلمة عن حميد عن الحسن عن عثمان بن أبى العاص : " أن وفد ثقيف لما قدموا على رسول الله ﷺ ضرب لهم قبة فى المسجد ، فقالوا : يا رسول الله! قوم أنجاس؛ فقال رسول الله ﷺ : إنه ليس على الأرض من أنجاس الناس شئ إنما أنجاس الناس على أنفسهم ".

وروى يونس عن الزهرى عن سعيد بن المسيب : " أن أبا سفيان كان يدخل مسجد النبى ﷺ وهو كافر" .قال أبوبكر : فأما وفد ثقيف فإنهم جاؤوا بعد فتح مكة إلى النبى ﷺ ، والآية نزلت فى السنة التى حج فيها أبوبكر وهى سنة تسع ، فأنزلهم النبى ﷺ فى المسجد وأخبر أن كونهم أنجاساً لا يمنع دخولهم المسجد ، وفى ذلك دلالة على أن نجاسة الكفر لا تمنع الكافر من دخول المسجد ، وأما أبوسفيان فإنه جاء إلى النبى ﷺ لتجديد الهدنة وذلك قبل الفتح ، وكان أبوسفيان مشركاً حينئذٍ .(۳/۱۱۵ ، تحت الآية : إنما المشركون نجس إلخ ، سورة التوبة)

(فتاوی دارالعلوم دیوبند:۱۴/۱۹۱)

مسلمانوں کا اہل ہنود کو مسجدوں میں لانا، اوران سے لیکچر (تقریر) دلوانا

مسئلہ (۱۸۲): مسلمانوں کا اہلِ ہنود کو مسجدوں میں لانا، ان سے لیکچر دلوانا، تقریر کروانا، اور وہاں اس کا سننا اور سنانا، خصوصاً جبکہ وہ لیکچر وتقریر مسلمانوں اور اسلام کی تائید وموافقت میں ہو، جائز ہے، کیوں کہ یہ امدادِ غیبی ہے جو اللہ تعالیٰ کفار کے ذریعہ مسلمانوں اور اسلام کو پہنچا رہا ہے، اور جیسے فاجر آدمی سے دین کی تائید ہوسکتی ہے کافر سے بھی ہوسکتی ہے۔ (۱)

غیر مسلم مزدوروں سے مسجد کی تعمیر

مسئلہ (۱۸۳): بہتر اور افضل تو یہی ہے کہ اللہ کے مقدس اور پاکیزہ گھر کی تعمیر میں جہاں تک ہوسکے مسلمان انجینئر اور مسلمان مزدوروں سے کام لیا جائے، لیکن اس بات کی بھی اجازت اور گنجائش ہے کہ تعمیرِ مسجد میں غیر مسلم انجینئر یا غیر مسلم مزدوروں سے مدد لی جائے، اوران سے اجرت ومعاوضہ دے کر کام کرایا جائے۔ (۲)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما فی " الحديث " : قال رسول الله ﷺ : " وإن الله ليؤيد هذا الدين بالرجل الفاجر".
(صحيح البخاری : ۲/۹۷۷، كتاب القدر، باب العمل بالخواتيم ، فتح الباری لإبن حجر العسقلانی: ۱۱/۵۵۴، رقم الحديث: ۶۶۰۶، المكتبة شيخ الهند بديوبند)
ما فی " الدر المختار مع الشامية " : وجاز دخول الذمي مسجداً مطلقاً .
(۹/۵۵۵ ، كتاب الحظر والإباحة ، فصل فی النظر) (فتاوی دارالعلوم:۱۴/۱۹۰)

الحجة على ما قلنا :

(۲) ما فی " التفسير المنير للزحيلي " : والأصح أنه يجوز استخدام الكافر فی بناء المسجد والقيام بأعمال لا ولاية له فيها كنحت الحجارة والبناء والنجارة، فهذا لا يدخل فی المنع =

ضرورت کے وقت مسجد میں قیام

مسئلہ (۱۸۴): بلاضرورت مسجد میں کھانا پینا اور سونا مکروہ ہے، البتہ مسافر اور معتکف کیلئے مسجد میں کھانے، پینے اور سونے کی گنجائش ہے، اسی طرح کسی شخص کو ایسی دینی ضرورت لاحق ہو، جو مسجد میں سوئے بغیر حاصل نہ ہوسکتی ہو، مثلاً نماز باجماعت کی پابندی نصیب ہوتی ہو، یا تہجد کی توفیق ہوتی ہو، یا مسجد کی حفاظت مقصود ہو، تو اس کیلئے بھی مسجد میں سونے کی اجازت وگنجائش ہے، بعض صحابۂ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین بھی دینی ضرورت کیلئے مسجد میں سوتے تھے۔[1]

= المذكور في الآية، إنما المنع موجه إلى الولاية على المساجد والاستقلال بالقيام بمصالحها مثل تعيينه ناظر المسجد أو ناظر أوقافه، وقيل : إن الكفار ممنوعون من عمارة مساجد المسلمين مطلقاً . (۵/۴۸۸، ۴۸۹) (معارف القرآن:۴/۳۳۱، فتاوی دارالعلوم دیوبند:۱۴/۵۵، امدادالفتاوی:۲/۶۶۵)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " الحديث النبوی " : عن عبيد الله قال: حدثني نافع، قال: أخبرني عبد الله بن عمر أنه كان ينام وهو شاب أعزب لا أهل له في مسجد النبي ﷺ .

(صحيح البخاری : ۱/۶۳، كتاب الصلاة، باب نوم الرجال في المسجد)

ما في " الفتاوى الهندية " : ويكره النوم والأكل فيه لغير المعتكف ..... ولا بأس للغريب أن ينام في المسجد في الصحيح .

(۵/۳۲۱، كتاب الكراهية، الباب الخامس في آداب المساجد ، حلبي كبير: ص ۶۱۲، فصل في آداب المسجد ، الدر المختار مع الشامية : ۲/۴۳۵، كتاب الصلاة) . (فتاوی محمودیہ:۱۵/۲۳۱-۲۳۳)

مسجد کو مدرسہ بنانا

مسئلہ(۱۸۵): جب کسی جگہ مسجد شرعی بنادی جائے، اور وہاں اذان و جماعت ہورہی ہو، تو کسی مصلحت کی وجہ سے اس مسجد کو مدرسہ میں تبدیل کرنا ہرگز جائز نہیں ہے، کیوں کہ وہ ہمیشہ ہمیش کیلئے مسجد بن گئی۔ (۱)

نام ونمود کیلئے مسجد بنانا

مسئلہ(۱۸۶): اگر ایک مسجد ضرورت کے موافق موجود ہے، پھر اس کے مقابلے یا محض نام ونمود وشہرت اور فخر کیلئے دوسری مسجد بنانا درست نہیں ہے، اور نہ اس کے بنانے کا ثواب ملے گا، تاہم اگر مسجد بن گئی تو وہ شرعی مسجد ہے، اس میں نماز درست ہے۔ (۲)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما فی " الدر المختار مع الشامية " : ولو خرب ما حوله واستغنى عنه يبقى مسجداً عند الإمام والثانی أبداً إلى قيام الساعة وبه يفتى . حاوى القدسی. " الدر المختار ".

وفی الشامی : قوله : (عند الإمام والثانی) فلا يعود ميراثاً ولا يجوز نقله ونقل ماله إلى مسجد آخر، سواء كانوا يصلون فيه أو لا، وهو الفتوى . حاوى القدسی . وأكثر المشائخ عليه. مجتبى. وهو الأوجه . فتح . اهـ. بحر . (۵۴۸/۶، الفتاوى الهندية: ۴۵۸/۲) . (فتاویٰ محمودیہ:۵۹۴/۱۴)

الحجة على ما قلنا :

(۲) ما فی " القرآن الكريم " : ﴿والذين اتخذوا مسجداً ضراراً وكفراً وتفريقاً بين المؤمنين وارصاداً لمن حارب الله ورسوله﴾ . (سورة التوبة : ۱۰۷)

ما فی " الإكليل " : وقيل: كل مسجد بنى مباهاة أو رياء وسمعة فهو لاحق بمسجد الضرار، قال صاحب الكشاف: وعن عطاء لما فتح الله الأمصار على يد عمر رضى الله تعالى عنه أمر =

مسجد کی زمین کو عیدگاہ بنانا

مسئلہ (۱۸۷): مسجد کی وہ زمین جو مسجد کی آمدنی کیلئے وقف ہے، اس کی آمدنی کو ختم کرکے اسے مستقل عیدگاہ بنانا، منشاء واقف کے خلاف ہے، اس لیے یہ جائز نہیں ہے، بلکہ اس کو ذریعۂ آمدنی بنایا جائے۔[۱]

مسجد میں تالا لگانا

مسئلہ (۱۸۸): اوقاتِ نماز کے علاوہ مسجد کے دروازہ پر تالا نہ لگانے کی صورت میں سامانِ مسجد کے چوری وضائع ہونے کا اندیشہ ہو، تو تالا لگانا جائز ہوگا۔[۲]

= المسلمين أن يبنوا المساجد، وأن لا يتخذوا في مدينة مسجدين ليضارّ أحدهما صاحبه ، هذا لفظه ، فالعجب من المشائخين المتعصبين في زماننا يبنون لشأنهم واقتداءً بآبائهم ، ولم يتأملوا ما في هذه الآية والقصة من شناعة حالهم وسوء أفعالهم . (الإكليل : ۴/۲۸۴)

(بحوالہ فتاوی محمودیہ: ۱۴/۴۴۳، التفسیرات الاحمدیہ: ۳۱۲، مکتبہ مجتبائی دیوبند)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " الدر المختار مع رد المختار " : شرط الواقف كنص الشارع ، أي في المفهوم والدلالة ووجوب العمل به فيجب عليه .

(۶/۶۴۹، كتاب الوقف، مطلب في قولهم شرط الواقف كنص الشارع، الأشباه والنظائر لإبن نجيم : ص ۱۶۳، بيروت)

ما في " الشامية " : فإن شرائط الواقف معتبرة إذا لم تخالف الشرع وهو مالك، فله أن يجعل ماله حيث شاء ما لم يكن معصية . (۶/۵۲۷، كتاب الوقف، مطلب شرائط الواقف) (فتاوی محمودیہ: ۱۴/۳۳۶)

الحجة على ما قلنا :

(۲) ما في " الدر المختار مع الشامية " : كره غلق باب المسجد إلا لخوف على متاعه. به يفتى.=

غیر آباد مساجد کو منہدم کرنا جائز نہیں

مسئلہ (۱۸۹): اگر کسی شہر میں بکثرت مساجد ہوں، لیکن ہر ایک میں جماعت واذان کا اہتمام والتزام نہ ہوتا ہو، تو ان تمام کو یا ان میں سے بعض مساجد کو (جن میں اہتمام والتزامِ اذان وجماعت نہ ہو) شہید ومنہدم کرنا جائز نہیں ہے۔ (۱)

= " در مختار". قوله : (إلا لخوف على متاعه) هذا أولى من التقييد بزماننا ، لأن المراد على خوف الضرر، فإن ثبت فى زماننا فى جميع الأوقات ثبت كذلك إلا فى أوقات الصلوة .

(۴۲۸/۲ ، كتاب الصلاة ، باب ما يفسد الصلاة وما يكره فيها ، البحر الرائق : ۵۹/۲ ، فتح القدير : ۴۳۵/۱، فصل يكره استقبال القبلة ، الفتاوى الهندية: ۱۰۹/۱ ،كتاب الصلوة ، فصل كره غلق باب المسجد)

ما فى " الأشباه والنظائر لإبن نجيم " : بقاعدة فقهية : الأمور بمقاصدها .

(ص: ۱۱۳/۱) (فتاوی محمودیہ:۳۷۹/۱۴)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما فى " الدر المختار مع الشامية " : ولو خرب ما حوله واستغنى عنه يبقى مسجداً عند الإمام والثانى أبداً إلى قيام الساعة. وبه يفتى . حاوى القدسى. " درمختار ". قوله : ولو خرب ما حوله ، أى ولو مع بقائه عامراً ، وكذا لو خرب وليس له ما يعمر به وقد استغنى الناس عنه لبناء مسجد آخر، قوله : (عند الإمام والثانى) فلايعود ميراثاً، سواء كانوا يصلون فيه أو لا، وهو الفتوى . حاوى القدسى. وأكثر المشائخ عليه . مجتبى. وهو الأوجه . فتح. اهـ بحر .

(۵۴۸/۶، كتاب الوقف، مطلب فيما لو خرب المسجد أو غيره ، البحر الرائق : ۴۲۱/۵، كتاب الوقف ، فى أحكام المسجد ، بدائع الصنائع : ۴۰۴/۸، كتاب الوقف ، فصل فى حكم المباشر وما يتحمل به)

ما فى " الشامية " : أما لو تمت المسجدية ثم أراد هدم ذلك البناء فإنه لا يمكن من ذلك .

(۵۴۸/۶، كتاب الوقف، مطلب فى أحكام المسجد) (فتاوی دارالعلوم:۶۴/۱۴ ،فتاوی محمودیہ:۴۰۶/۱۴)

مسجد کی آمدنی سے معلم کی تنخواہ

مسئلہ (۱۹۰): اگر کوئی زمین مصالحِ مسجد کیلئے وقف کی گئی، اور اس کی آمدنی اتنی ہے کہ مصالحِ مسجد میں خرچ ہونے کے بعد بچ جاتی ہے، اور اس مسجد کے متعلق مدرسہ بھی ہے، جس میں باتنخواہ معلم ہے، تو یہ زائد آمدنی اس کی تنخواہ میں دینا بھی درست ہے۔[۱]

مسجد میں چندہ کرنے کا حکمِ شرعی

مسئلہ (۱۹۱): مسجد کے اندر ضروریاتِ مسجد یا مدرسہ کے لیے چندہ کرنا جائز ہے، بشرطیکہ نمازیوں کی گردنوں کے اوپر سے پھلانگا نہ جائے[۲] اور نمازیوں کے سامنے سے

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما فی " الدر المختار مع الشامية " : ويبدأ من غلته بعمارته ثم ما هو أقرب لعمارته كإمام مسجد ومدرس مدرسة يعطون بقدر كفايتهم . " درمختار " .

وفی الشامی : قوله : (ما هو أقرب لعمارته) قال فی الحاوی القدسی : والذی يبدأ به من ارتفاع الوقف ، أی من غلته عمارته شرط الواقف أو لا، ثم ما هو أقرب إلى العمارة، وأعم للمصلحة ، كالإمام للمسجد ، والمدرس للمدرسة ، يصرف إليهم قدر كفايتهم .

(۶/۵۵۹/۵۶۰، كتاب الوقف، مطلب يبدأ بعد العمارة بما هو أقرب إليها)

ما فی " الشامية " : مراعاة غرض الواقفين واجبة .

(۶/۶۶۵، كتاب الوقف، مطلب مراعاة غرض الواقفين واجبة) (فتاوی دارالعلوم:۱۴/۹۸)

الحجة على ما قلنا :

(۲) ما فی " تكملة فتح الملهم " : وفصل بعضهم بين من يؤذی الناس بالمرور ونحوه، فيكره إعطاءه لأنه إعانة له على ممنوع، وبين من لايؤذی فيسن إعطاءه، لأن السؤال كانوا يسألون على عهد رسول الله ﷺ فی المسجد، حتى يروى أن علياً كرم الله وجهه تصدق بخاتمه وهو فی الركوع فمدحه الله بقوله : ﴿ويؤتون الزكوة وهم راكعون﴾ .

(۴/۱۲۰، كتاب المساجد ومواضع الصلاة)=

گذرانہ جائے[۱]، اور نہ ہی چندہ اس وقت کیا جائے جبکہ خطیب خطبۂ جمعہ پڑھ رہا ہو[۲]، اور نہ چندہ کرتے وقت ایسا شور کیا جائے جس سے نمازیوں کو خلل ہو۔[۳]

= ما فی " الشامیة " : یکره إعطاء سائل المسجد إلا لم یتخط رقاب الناس فی المختار لأن علیاً تصدق بخاتمه فی الصلوة فمدحه الله بقوله: ﴿ویؤتون الزکوة وهم راکعون﴾ .

(۲/۳۷۵، کتاب الصلوة، مطلب فی أفضل المساجد)

(۱) ما فی " الحدیث النبوی " : قال أبوجهیم : قال رسول الله ﷺ : " لو یعلم المار بین یدی المصلی ما ذا علیه لکان أن یقف أربعین خیراً له من أن یمر بین یدیه " .

(صحیح البخاری : ۱/۷۳، کتاب الصلاة، باب إثم المار بین یدی المصلی)

(۲) ما فی " الدر المختار مع الشامي " :(وکل ما حرم في الصلوة حرم فیها) أی فی الخطبة ، فیحرم أکل وشرب وکلام ولو تسبیحاً ..... أو أمر بالمعروف بل یجب علیه أن یستمع ویسکت (بلا فرق بین قریب وبعید) فی الأصح .

(۳/۳۲، کتاب الصلاة، باب الجمعة، مطلب فی شروط وجوب الجمعة، الفتاوی الهندیة: ۱/۱۴۸ ، کتاب الصلاة، الباب السادس عشر فی صلاة الجمعة)

ما فی " الحدیث النبوی " : عن أبی هریرة أخبره أنه رسول الله ﷺ قال : " إذا قلت لصاحبک یوم الجمعة أنصت والإمام یخطب فقد لغوت " .

(صحیح البخاری: ۱/۱۳۷ ، کتاب الجمعة، باب الإنصات یوم الجمعة)

(۳) ما فی " الشامیة " : أجمع العلماء سلفاً وخلفاً علی استحباب ذکر الجماعة فی المساجد وغیرها إلا أن یشوّش جهرهم علی نائم أو مصل أو قاری .

(۲/۳۸۶، کتاب الصلاة، مطلب فی رفع الصوت بالذکر)

جامع مسجد تبدیل کرنا

مسئلہ (۱۹۲): اگر کسی شہر میں قدیم جامع مسجد اتنی چھوٹی ہے کہ نمازیوں کیلئے کافی نہ ہوتی ہو، یا کسی اور مصلحت کے پیشِ نظر اس کے علاوہ کسی اور وسیع وکشادہ مسجد کو (جس میں زیادہ مصلیوں کی گنجائش ہو) جامع مسجد قرار دینا اور اس میں جمعہ ادا کرنا جائز ہے۔ (۱)

پرانی قبروں کے نشانات مٹا کر مسجد بنانا

مسئلہ (۱۹۳): اگر کسی مسجد کے صحن میں، یا مسجد سے متصل، مسجد کیلئے وقف زمین میں کوئی پرانی قبر ہو جس کی وجہ سے مصلیوں کو پریشانی ہوتی ہو، یا مسجد میں توسیع کی ضرورت ہے، تو اس قبر کا نشان مٹا دینا اور اس پر فرش برابر کر دینا اور اس پر نماز پڑھنا بھی درست ہے۔ (۲)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " تفسير الكشاف " : عن عطاء : لما فتح الله تعالى الأمصار على يد عمر رضى الله تعالى عنه أمر المسلمين أن يبنوا المساجد وأن لا يتخذوا فى مدينة مسجدين يضار أحدهما صاحبه . (۲/۳۰۰ ، سورة التوبة ، مكتبة دار الإيمان سهارنفور).

(فتاوی دارالعلوم:۱۴/۶۴/۶۶، فتاوی محمودیہ:۱۴/۴۱۰)

الحجة على ما قلنا :

(۲) ما في " عمدة القارى " : قال ابن القاسم : لو أن مقبرة من مقابر المسلمين عفت فبنى قوم عليها مسجداً لم أر بذلك بأساً، وذلك لأن المقابر وقف من أوقاف المسلمين ..... فإذا درست واستغنى عن الدفن فيها جاز صرفها إلى المسجد ، لأن المسجد أيضاً وقف من أوقاف المسلمين ..... وفيه : أن القبر إذا لم يبق فيه بقية من الميت ومن ترابه المختلط بالصديد جازت الصلوٰة فيه . (۴/۲۶۵ ، باب هل تنبش قبور مشركى الجاهلية ويتخذ مكانها مساجد) =

مسجد کے در و دیوار وغیرہ پر نقش ونگار کرنا

مسئلہ (۱۹۴): مسجد کی بیرونی دیواروں پر نقش ونگار جائز ہے، اندر کے حصے میں محراب اور قبلہ کی دیوار پر نقش ونگار مکروہ ہے، اور دائیں بائیں کی دیواروں کے متعلق بھی ایک قول کراہت کا ہے، بہرکیف! اندر کے حصے میں عقبی حصے پر اور چھت پر نقش ونگار درست ہے، سامنے کی دیوار اور دائیں بائیں کی دیواروں پر بھی اگر اس قدر اوپر کر کے نقش ونگار کیا جائے کہ نمازی کی نظر وہاں نہ پڑے تو جائز ہے، مگر اس میں ان شرائط کی رعایت ضروری ہے:

(۱) اس میں بہت زیادہ تکلف نہ کیا جائے۔

(۲) وقف کا مال نہ لگایا جائے، اگر لگا دیا تو متولی ضامن ہوگا۔

ان شرائط سے بھی یہ کام صرف جائز ہے، مسنون یا مستحب نہیں، اس کے بجائے یہ پیسہ مساکین پر صرف کیا جائے تو زیادہ بہتر ہے۔[1]

= ما في " الشامي " : ولو بلي الميت وصار تراباً جاز دفن غيره في قبره وزرعه والبناء عليه . (۱۳۸/۳، صلاة الجنازة، في دفن الميت ، تبيين الحقائق: ۱/ ۵۸۹، باب الجنائز، قبيل فصل في تعزية أهل الميت ، الفتاوى الهندية : ۲/ ۴۷۱، كتاب الوقف، مطلب يجوز وقف البناء وحده) .

(فتاوی دارالعلوم: ۱۴/۱۰۴، فتاوی محمودیہ: ۱۴/۵۱۰/۵۱۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " الدر المختار مع الشامي " : ولا بأس بنقشه خلا محرابه فإنه يكره، لأنه يلهي المصلي، ويكره التكلف بدقائق النقوش ونحوها خصوصاً في جدار القبلة ، قاله الحلبي، وفي حظر المجتبى : قيل يكره في المحراب دون السقف والمؤخر. انتهى. وظاهره أن المراد =

ووٹ کے عوض ملے روپیوں سے مسجد کی تعمیر

مسئلہ (۱۹۵): آج کل الیکشن کے موقع پر مختلف پارٹیوں کے امیدواروں کی طرف سے ووٹروں کو ان کے حق میں ووٹ ڈالنے کیلئے جو روپئے دیئے جاتے ہیں، وہ رشوت ہے، جو نص قطعی سے حرام ہے، اس لیے اس طرح کے روپئے مسجد کی تعمیر، یا مسجد، عیدگاہ اور قبرستان کی زمین کی خریدی، اور ان کی چہار دیواری وغیرہ بنانے میں صرف کرنا شرعاً ناجائز وحرام ہے۔[1]

= بالمحراب جدار القبلة بجص وماء ذهب لو بماله الحلال لا من مال الوقف ، فإنه حرام ، وضمن متوليه لو فعل النقش أو البياض .

(۲/۴۳۰/۴۳۱، كتاب الصلاة ، ما يفسد الصلاة وما يكره فيها ، الفتاوى الهندية : ۵/۳۱۹، كتاب الكراهية ، الباب الخامس فى آداب المسجد والقبلة)

(أحسن الفتاوی:۶/۴۵۹/۴۶۰، فتاوی دار العلوم:۱۴/۱۰۶، فتاوی محمودیہ:۱۰/۲۵۶_۲۵۸)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما فى " القرآن الكريم " : ﴿سمّٰعون للكَذِبِ أكّٰلون للسُّحت﴾ . (المائدة : ۴۲)

ما فى " أحكام القرآن للجصاص " : ولا خلاف فى تحريم الرشا على الأحكام لأنه فى السحت الذى حرمه الله فى كتابه، واتفقت الأمة عليه . (۲/۵۴۱، باب الرشوة، سورة المائدة)

ما فى "روح المعاني " : عن ابن عمر رضى الله تعالى عنهما قال : قال رسول الله ﷺ : " كل لحم نبت من سحت فالنار أولى به، قيل: يا رسول الله ! ما السحت ؟ قال : الرشوة فى الحكم " . (۴/۲۰۵)

ما فى " الجامع الصغير " : " لعن الله الراشى والمرتشى الذى يمشى بينهما " .

(ص:۴۴، رقم الحديث: ۷۲۵۵، السنن للترمذى ، رقم الحديث: ۱۳۳۶ ، كتاب الأحكام، السنن لأبى داود، رقم الحديث: ۳۵۸۰، كتاب الأقضية، باب كراهية الرشوة، السنن لإبن ماجة ، رقم الحديث: ۲۳۱۳، كتاب الأحكام ، باب التغليظ فى الرشوة) =

اگر عیدگاہ آبادی میں آجائے

مسئلہ(۱۹۶): نمازِ عیدین کیلئے مسنون طریقہ یہی ہے کہ صحراء میں آبادی سے باہر جاکر ادا کریں، خواہ عیدگاہ ہو یا نہ ہو، وہ عیدگاہیں جو آبادی کے بڑھنے کی وجہ سے بستی اور شہر کے اندر آگئی ہیں، وہ بحکم جبّانہ یعنی صحراء نہیں رہیں، لہذا شہر سے باہر جاکر نمازِ عیدین پڑھنے سے ہی سنت پر عمل کا ثواب ملے گا۔[1]

= ما فی " سبل السلام شرح بلوغ المرام " : الرشوة حرام بالإجماع سواء كانت للقاضی أو للعامل على الصدقة أو لغيرهما . (۴/۱۴۷۱، الرشوة للقاضی والهدية، المال المأخوذ ظلماً: ۱/۴۰۸)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما فی " الحديث " : عن أبی سعيد الخدری رضی الله تعالى عنه قال : " كان رسول الله ﷺ يخرج يوم الفطر والأضحى إلى المصلّى، فأول شئٍ يبدأ به الصلاة ثم ينصرف " .

(صحيح البخاری :ص ۱۸۰، كتاب العيدين ، باب الخروج إلى المصلى بغير منبر، رقم الحديث:۹۵۶)

ما فی " فتح الباری " : الخروج إلى الصحراء لصلاة العيد وإن ذلک أفضل من صلاتها فی المسجد لمواظبة النبی ﷺ على ذلک مع فضل مسجده . (۲/۵۸۱ ، دارالسلام الرياض)

ما فی " الدر المختار مع الشامية " : والخروج إليها أی الجبّانة لصلاة العيد سنة وإن وسعهم المسجد الجامع . (۳/۴۹، كتاب الصلاة ، باب العيدين)

ما فی " البحر الرائق " : وإن كان يسعهم المسجد الجامع عند عامة المشائخ هو الصحيح، وفی المغرب : الجبّانة المصلّى العام فی الصحراء .

(۲/۲۷۸، كتاب الصلاة، باب صلاة العيدين، الفتاوى الهندية: ۱/۱۵۰، الباب السابع فی صلاة العيدين، حاشية الطحطاوی على مراقی الفلاح :ص ۵۳۱، كتاب الصلاة ، باب العيدين) .

(فتاوی دارالعلوم دیوبند:۵/۱۹۵)

عیدگاہ آبادی میں آجائے تو اسے فروخت کرنا

مسئلہ (۱۹۷): وقف شدہ عیدگاہ کے آبادی کے اندر آجانے کی وجہ سے نہ تو اسے فروخت کیا جاسکتا ہے، اور نہ اس میں کسی طرح کے تغیر وتبدل کی ضرورت ہے [۱]، بلکہ ضعفاء، کمزوروں اور بیماروں کیلئے اسے باقی رکھا جائے۔ [۲]

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " الشامية " : فإذا تم ولزم لا يملك ولا يملّك ولا يعار ولا يرهن ، أي لا يكون مملوكاً لصاحبه ، ولا يملك أي لا يقبل التمليك لغيره بالبيع ونحوه ، لاستحالة تمليك الخارج عن ملكه .

(۶/۴۲۱ ، كتاب الوقف ، البحر الرائق : ۵/۳۴۲ ، كتاب الوقف ، مكتبة دار الكتاب بديوبند)

ما في " الدر المختار مع الشامية " : شرط الواقف كنص الشارع أي في المفهوم والدلالة ووجوب العمل به .

(۶/۶۴۹، مطلب في قولهم شرط الواقف كنص الشارع بيروت، الأشباه والنظائر لإبن نجيم : ۱۶۳ ، بيروت)

ما في " الشامية " : فإن شرائط الواقف معتبرة إذا لم تخالف الشرع وهو مالك ، فله أن يجعل ماله حيث شاء ما لم يكن معصية . (۶/۵۲۷، مطلب شرائط الواقف، بيروت)

(۲) ما في " الشامية " : وفي الخلاصة والخانية : السنة أن يخرج الإمام إلى الجبانة وليستخلف غيره ليصلي في المصر بالضعفاء بناء على أن صلاة العيدين في موضعين جائزة بالاتفاق .

(۳/۴۹ ، كتاب الصلاة ، باب العيدين ، مطلب يطلق المستحب ، فتاوى قاضيخان على هامش الهندية : ۱/۱۸۳ ، باب صلاة العيدين) . (فتاوی محمودیہ:۱۵/۳۲۹)

عیدگاہ میں کھیل تماشا ناجائز ہے

مسئلہ (۱۹۸): عیدگاہ بہت سے امور میں بحکمِ مسجد ہے، اس لیے عیدگاہ میں کھیل تماشا اور کُشتی وغیرہ کا کرانا، یہ تمام امورِ محرمہ حرام اور ناجائز ہیں، متولی عیدگاہ کو چاہیے کہ کسی کو عیدگاہ میں ان امور کے ارتکاب کیلئے ہرگز اجازت نہ دے۔

الحجة على ما قلنا :

ما فی " الدر المختار مع الشامية " : وأما المتخذة لصلاة الجنازة أو عيد فهو مسجد فی حق جواز الإقتداء . (۲/۴۳۰، كتاب الصلاة، مطلب فی أحكام المسجد)

ما فی " الشامية " : في كتاب الوقف منها عن الخانية : ويجنب هذا المكان مما يجنب عنه المساجد احتياطاً .

(الشامية : ۶/۵۴۵، كتاب الوقف، مطلب إذا وقف كل نصف على حدةٍ صارا وقفين)

(احسن الفتاوی: ۶/۴۲۸، فتاوی دار العلوم: ۱۴/۱۲۲/۱۲۳)

كتاب الأضحية

قربانی کے مسائل

جس جگہ قربانی ہو وہاں کے وقت کا اعتبار ہوگا

مسئلہ (۱۹۹): بہتر تو یہی ہے کہ آدمی اپنی قربانی کا جانور خود پسند کرے، اس کی خدمت گزاری کرکے اس سے محبت کا تعلق پیدا کرے، اپنے ہاتھ سے ذبح کرے، ذبح نہ کرسکے تو اس مبارک وقت پر حاضر رہے، عید کے دن اپنی قربانی میں سے کھائے، پڑوس اور عزیز واقارب، نیز غریبوں اور رشتہ داروں کو کھلائے، اور یہ سب اسی وقت ہوسکتا ہے جب قربانی اپنے وطن میں کی جائے، لیکن اگر کوئی شخص کسی عذر شرعی یا مصلحتِ شرعیہ کی بناء پر اپنے وطن میں قربانی نہ کرتے ہوئے کسی دوسرے ملک میں قربانی کرے تو بدونِ حرج قربانی درست ہوگی، البتہ اس سلسلہ میں دو اصولی باتیں یاد رکھنی چاہیے:

(۱) قربانی کی ادائیگی واجب ہونے کے بعد ہی قربانی درست ہوگی، اور اس کی ادائیگی ۱۰ر ذی الحجہ کی صبح صادق طلوع ہونے کے بعد واجب ہوتی ہے۔

(۲) جہاں قربانی کی جارہی ہے وہاں کے وقت کا اعتبار ہوتا ہے، لہذا قربانی کرانے والے پر اپنے ملک میں قربانی کی ادائیگی واجب ہونے کے بعد اس کی طرف سے دوسرے ملک میں قربانی کی ادائیگی درست ہوگی، اور ادائے قربانی کے صحیح ہونے میں اس دوسرے ملک کے وقت کا اعتبار ہوگا، یعنی ۱۰ر ذی الحجہ سے ۱۲ر ذی الحجہ کے غروب تک قربانی کرنا جائز ہوگا۔[1]

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " البحر الرائق " : وسببها طلوع الفجر يوم النحر .

(٨/٣١٧، كتاب الأضحية ، الدر مع الرد: ٦/٣١٣)=

رات میں قربانی کرنا

مسئلہ(۲۰۰): دسویں ذی الحجہ سے بارہویں ذی الحجہ تک جس طرح دن میں قربانی کے جانور کو ذبح کرنا جائز ہے، اسی طرح درمیان کی دوراتوں میں بھی قربانی کے جانور کو ذبح کرنا جائز ہے، مگر مکروہ ہے، اور اس کراہت کی علت رات کی تاریکی میں مطلوبہ رگوں میں سے کسی رگ کے نہ کٹنے یا مقدار ذبح سے زائد کٹ جانے کا اندیشہ ہے، لیکن اگر رات کو ایسی معقول روشنی کا انتظام ہو کہ اس طرح کا شبہ واندیشہ نہ رہے، تو یہ کراہت باقی نہیں رہے گی، اور رات میں بھی بلا کراہت قربانی کے جانور کو ذبح کرنا جائز ہوگا۔[1]

= ما فی " الفتاوی الهندية " : ان الرجل إذا كان فی مصر وأهله فی مصر آخر فكتب إليهم ليضحوا عنه فإنه يعتبر مكان التضحية ، فينبغی أن يضحوا عنه بعد فراغ الإمام من صلاته فی المصر الذی يضحی عنه فيه . (۲۹۶/۵، كتاب الأضحية، الباب الرابع)

ما فی " الدر المحتار مع رد المختار " : والمعتبر مكان الأضحية لا مكان عليه، فحيلة مصري أراد التعجيل أن يخرجها الخارج المصر، فيضحی بها إذا طلع الفجر . درمختار. قوله : (والمعتبر مكان الأضحية) فلو كانت فی السواد والمضحی فی المصر جازت قبل الصلاة وفی العكس لم تجز .

(۴۶۱/۹، كتاب الأضحية، هدايه أخيرين : ۴۳۰، كتاب الأضحية)

ما فی "بدائع الصنائع " : فصل : وأما وقت الوجوب فأيام النحر فلا تجب قبل دخول الوقت لأن الواجبات المؤقتة لا تجب قبل أوقاتها كالصلاة والصوم ونحوهما، وأيام النحر ثلاثة : يوم الأضحی وهو اليوم العاشر من ذی الحجة، والحادی عشر والثانی عشر، وذلک بعد طلوع الفجر من اليوم الأول إلی غروب الشمس من الثانی عشر . (۱۹۸/۴، كتاب الأضحية) (فتاوی رحیمیہ:۲۸/۱۰-۴۰)

الحجة علی ما قلنا :

(۱) ما فی " تنوير الأبصار وشرحه " : وكره تنزيهاً الذبح ليلاً لاحتمال الغلط." الدر المختار". قوله : (ليلاً) أي فی الليلتين المتوسطتين لا الأولی ولا الرابعة ، إذ لا تصح فيهما الأضحية أصلاً كما هو الظاهر . (۳۸۸/۹، كتاب الأضحية) =

.....

.....

.....

.....

= ما فی " البحر الرائق " : ووقتها ثلاثة أيام : أولها أفضلها، ويجوز الذبح فی ليالها إلا أنه يكره لاحتمال الغلط فی الظلمة . (۳۲۲/۸، كتاب الأضحية)

ما فی " بدائع الصنائع " : ويجوز الذبح فی أيام النحر نهارها ولياليها وهما ليلتان، ليلة اليوم الثانی وهو ليلة الحادی عشر، وليلة اليوم الثالث وهی ليلة الثانی عشر، ولا يدخل فيها ليلة العاشر من ذی الحجة . (۲۱۳/۴/۲۱۴، كتاب الأضحية ، حكم الذبح والإمام فی خلال الصلاة)

ما فی" الموسوعة الفقهية " : ان التضحية فی الليالی المتوسطة تجزئ مع الكراهة، لأن الذابح قد يخطئ المذبح ، وإليه ذهب إسحاق وأبوثور والجمهور. (۹۳/۵، أضحية)

ما فی " الفتاوى الهندية " : والمستحب ذبحها بالنهار دون الليل لأنه أمكن لاستيفاء العروق ،كذا فی الجوهرة النيرة . (۲۹۶/۵، كتاب الأضحية، الباب الثالث فی وقت الأضحية)

ما فی " المبسوط للسرخسي" : ويجزيه الذبح فی لياليها إلا أنهم كرهوا الذبح فی الليالی، لأنه لا يأمن أن يغلط فتفسد الظلمة الليل ، ولكن هذا لا يمنع الجواز . (۲۴/۱۲، باب الأضحية)

ما فی " الحديث " : عن نافع أن عبد الله بن عمر رضی الله عنه قال : "الأضحى يومان بعد يوم الأضحى ". (المؤطا للإمام مالک :ص۱۸۸)

ما فی " القواعد الفقهية " : بقاعدة فقهية : الحكم إذا ثبت بعلة زال بزوالها . (ص:۱۷۰)

(احسن الفتاوی:۷/۵۱۰،فتاوی حقانیہ:۶/۴۹۰،کتاب الفتاوی:۴/۱۶۳،قربانی کے مسائل کا انسائیکلوپیڈیا:ص۸۷)

چھوٹے کان والے جانور کی قربانی

مسئلہ(۲۰۱): اگر قربانی کے جانور کے کان تو ہیں لیکن پیدائشی طور پر بالکل چھوٹے چھوٹے ہیں، تو اس کی قربانی درست ہے۔[۱]

جس کا عقیقہ نہ ہوا ہو اس کی قربانی درست ہے یا نہیں؟

مسئلہ(۲۰۲): بعض لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ جس کا عقیقہ نہ ہوا ہو، اس کی قربانی درست نہیں ہوتی، یہ غلط ہے، بلکہ جو شخص قربانی کے دنوں میں صاحب نصاب ہو اس پر قربانی کرنا واجب ہو جاتا ہے، اور قربانی کرنے سے قربانی درست ہو جاتی ہے، چاہے اس کا عقیقہ ہوا ہو یا نہ ہوا ہو۔[۲]

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما فی " الدر المختار مع الشامية " : ولو لها أذن صغيرة خلقة أجزأت. زيلعی .

(۳۹۳/۹، كتاب الأضحية)

ما فی " بدائع الصنائع " : ويجزئ السكّاء وهی صغيرة الأذن .

(۲۱۴/۴، كتاب الأضحية ، الفتاوى الهندية :۲۹۷/۵، فتاوى قاضيخان على هامش الهندية : ۳۳۴/۴) (فتاوی رحیمیہ:۱۰/۴۹، قربانی کے مسائل کا انسائیکلوپیڈیا:ص۱۳۴)

الحجة على ما قلنا :

(۲) ما فی " التنوير وشرحه مع الشامية " : وشرائطها الإسلام واليسار الذی يتعلق به وجوب صدقة الفطر . (۳۷۸/۹، كتاب الأضحية)

ما فی " مجمع الأنهر " : الأضحية هی واجبة على حر مسلم مقيم موسر عن نفسه لا عن طفله .

(۱۶۶/۴ ، البحر الرائق: ۳۱۸/۸، تيسير الفقه الحنفی: ص ۲۳۱)

(فتاوی رحیمیہ:۱۰/۴۴، آپ کے مسائل اور ان کا حل:۴/۲۲۱)

عقیقہ کب تک مستحب ہے؟

مسئلہ (۲۰۳): والد کے ذمہ اپنے لڑکے یا لڑکی کا عقیقہ کرنا، بلوغت سے پہلے، ساتویں دن، چودھویں دن، یا اکیسویں دن مستحب ہے، بلوغت کے بعد عقیقہ والد کے ذمہ باقی نہیں رہتا بلکہ ساقط ہوجاتا ہے، البتہ بلوغت کے بعد لڑکا یا لڑکی خود اپنا عقیقہ کرے، یا کوئی اور شخص مثلاً کوئی عزیز یا شوہر اپنی طرف سے اپنی بیوی کا عقیقہ کردے تو درست ہوگا[1]، اور رہی بات لڑکی کے نام کے ساتھ کس کا نام رہے گا، شوہر یا باپ کا، تو اس کے نام کے ساتھ اس کے باپ کا نام رہے گا۔[2]

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما فی " اعلاء السنن " : عن بريدة أن النبی ﷺ قال : "العقيقة لسبع أو أربع عشرة أو إحدى وعشرين ".رواه الطبرانی فی الصغير والأوسط . (۱۷/۱۳۱، باب افضلية ذبح الشاة فی العقيقة)

ما فی " فتح الباری " : فنقل الرافعی أنه يدخل وقتها بالولادة ، قال : وذكر السابع فی الخبر بمعنى أن لا تؤخر، ثم قال : والإختيار أن لا تؤخر عن البلوغ ، فإن أخرت عن البلوغ سقطت عمن كان يريد أن يعق عنه ، لكن إن أراد أن يعق عن نفسه فعل .

(۹/۵۹۶، باب إماطة الأذى عن الصبی فی العقيقة)

(۲) ما فی " القرآن الكريم " : ﴿ادعوهم لآبائهم هو أقسط عند الله﴾ . (سورة الأحزاب:۵)

ما فی " المغنی " : روى عن النبی ﷺ أنه قال : " إنكم تدعون يوم القيامة بأسمائكم وأسماء آبائكم ". (۱۱/۱۲۳، فصل ، ۷۸۹۹، بيروت)

کتاب الهبة

ہبہ کے مسائل

نابالغ کا ہدیہ درست ہے یا نہیں؟

مسئلہ (۲۰۴): مدرسہ میں بعض بڑے طلباء کی سرپرستی ونگرانی میں ان کے اپنے وطن، علاقہ یا عزیز وقریب کے چھوٹے نابالغ بچے تعلیم حاصل کرتے ہیں، اور ان کے روپئے پیسے ان ہی بڑے طلباء کے پاس جمع ہوتے ہیں، یا جب ان چھوٹے طلباء کے گھروں سے کھانے پینے کی اشیاء آتی ہیں، تو وہ اشیاء بھی ان ہی کے قبضہ میں ہوتی ہیں، چھوٹے طلباء اپنے ان سرپرست بڑے طلباء کو اپنی رقم میں سے کچھ رقم، یا اشیائے خوردنی میں سے کوئی شئ بطور ہدیہ یا ہبہ دیدیتے ہیں، اور یہ بڑے طلباء بلا تأمل ان کو استعمال کرتے ہیں، جبکہ شرعاً یہ عمل جائز نہیں ہے، کیوں کہ نابالغ بچہ کا ہبہ وہدیہ کرنا جائز نہیں ہے۔[1]

الحجة على ما قلنا :

ما فى " الفتاوى الهندية " : وأما ما يرجع إلى الواهب فهو أن يكون الواهب من أهل الهبة وكونه من أهلها أن يكون حراً عاقلاً بالغاً مالكاً للموهوب حتى لو كان عبداً أو مكاتباً أو مدبراً أو أم ولد أو من فى رقبته شئ من الرق أو كان صغيراً أو مجنوناً أو لا يكون مالكاً للموهوب لا يصح هكذا فى النهاية . (۴/۳۷۴، كتاب الهبة ، الباب الأول)

ما فى " الدر المختار مع الشامي " : وشرائط صحتها فى الواهب (العقل والبلوغ والملك) فلا تصح هبة صغير ورقيق ولو مكاتباً .

(۱۲/۵۶۵، كتاب الهبة، تبيين الحقائق: ۶/۴۸، كتاب الهبة ، درر الحكام شرح مجلة الأحكام: ۲/۴۵۱، شرائط الهبة، المادة : ۸۵۹) (فتاوی محمودیہ: ۱۶/۴۸۳)

ملازموں کو بونس (Bonus) دینا

مسئلہ (۲۰۵): بعض کمپنیاں، ادارے اور دفتروں کے ذمہ داران اپنے یہاں کام کرنے والے ملازمین کو سال کے آخر میں بونس کے نام سے ایک رقم دیتے ہیں، جو در حقیقت سال بھر ان کی حسنِ کارکردگی کا انعام ہوتا ہے، اس کا لینا اور اپنے استعمال میں لانا شرعاً جائز و درست ہے۔[1]

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " تنوير الأبصار وشرحه " : الهبة هي شرعاً تمليک العين مجاناً أي بلا عوض، وسببها إرادة الخير للواهب ، وينوى كعوض ومحبة وحسن ثناء .

(۴۲۳/۸، كتاب الهبة ، الدر المنتقى شرح الملتقى : ۴۸۹/۳، كتاب الهبة، البحر الرائق :۴۸۳/۷)

ما في " الاختيار لتعليل المختار" : الهبة وهي العطية الخالية عن تقدم الاستحقاق وهي أمر مندوب وضيع محمود محبوب وقبولها سنة فإنه قبل هدية العبد . (۵۳۳/۲، كتاب الهبة)

ما في" فتح باب العناية " : هي تمليک عين بلا عوض ومعناها إيصال ما ينفع مالاً كان أو غيره .

(۴۰۹/۲، كتاب الهبة) (کفایت المفتی:۹۷/۸)

كتاب الحظر والإباحة

ممنوعات ومباحات کے مسائل

حرم میں تصویر کشی کرنا

مسئلہ(۲۰۶): حرم کے سامنے کھڑے ہوکر تصویر کشی کرنا، جس میں جانداروں کی تصویریں بھی لی جائیں، ناجائز وحرام ہے، کیوں کہ آپ ﷺ نے تصویر کشی کرنے والوں کے بارے میں سخت وعیدیں بیان فرمائی ہیں[1]، نیز اس سے حرمات اللہ کی توہین لازم آتی ہے، حالانکہ اللہ تعالی نے حرمات اللہ کی تعظیم کا حکم دیا ہے۔[2]

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " الحديث النبوى " : " إن أشد الناس عذاباً عند الله المصورون".

(صحيح البخارى :۲/۸۸۰، كتاب اللباس، باب عذاب المصورين يوم القيامة)

ما في " الدر المختار مع الشامية " : لا تمثال إنسان أو طير." الدر المختار". قوله : (أو طير) لحرمة تصوير ذي الروح . (۹/۵۱۹، كتاب الحظر والإباحة، فصل فى اللبس)

ما في " الموسوعة الفقهية " : يحرم تصوير ذوات الأرواح مطلقاً، أى سواء أكان للصورة ظل أو لم يكن ، وهو مذهب الحنفية والشافعية والحنابلة . (۱۲/۱۰۳، تصوير)

(۲) ما في " القرآن الكريم " : ﴿ومن يعظم حرمات الله فهو خير له عند ربه﴾ . (سورة الحج :۳۰)

ما في " تفسير ابن كثير" : ﴿ومن يعظم حرمات الله﴾ أي ومن يجتنب معاصيه ومحارمه .

(۲/۵۴۱)

پریس میں جاندار تصاویر کے بنانے کا حکم شرعی

مسئلہ (۲۰۷): اگر کسی آدمی کا پریس کا کام ہے، اور اس کے پاس کوئی شخص جاندار کی تصویروں یا کارٹونوں کا کام لے کر آئے، تو اس کیلئے ایسے جاندار کی تصویر یا اس کارٹون جس کے اعضاء بالکل نمایاں ہوں، کا بنانا ناجائز ہے[۱]، البتہ ایسے کارٹون جن کے ناک، کان، آنکھیں نمایاں نہ ہوں، کے بنانے کی گنجائش ہے[۲]، جب کہ غیر جاندار اشیاء

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما فی " الحديث النبوی " : عن سعيد بن أبی الحسن قال : كنت عند ابن عباسؓ إذ أتاه رجل فقال يا ابا عباسؓ إنی انسان إنما معيشتی من صنعة يدی وإنی أصنع هذه التصاوير، فقال ابن عباسؓ: لا أحدثك إلا ما سمعت من رسول الله ﷺ يقول: سمعته يقول : " من صوّر صورةً فإن الله معذّبه حتى ينفخ فيها الروح وليس بنافخ فيها أبداً فربا الرجل ربوةً شديدةً واصفر وجهه ".

(صحيح البخاری : ۱/۲۹۶، كتاب البيوع، بيع التصاوير التی ليس فيها روح)

ما فی " الشامية " : وظاهر كلام النووی فی شرح مسلم : الإجماع على تحريم تصوير الحيوان، وقال : وسواء صنعه لما يمتهن أو لغيره، فصنعته حرام بكل حال، لأن فيه مضاهاة لخلق الله تعالى.

(۲/۳۶۰، كتاب الصلوة، باب مكروهات الصلوة)

(۲) ما فی " الموسوعة الفقهية " : إذا كانت الصورة مجسمة كانت أو مسطحة مقطوعة عضو لا تبقى الحياة معه، فإن استعمال الصورة حينئذٍ جائز، وهذا قول جماهير العلماء من الحنفية والمالكية والشافعية والحنابلة ، والحجة لذلك ما مر أن جبرئيلؑ قال للنبی ﷺ مر برأس التمثال فليقطع حتى يكون كهيئة الشجرة، وفی رواية أنه قال: إن فی البيت ستراً وفی الحائط تماثيل، فاقطعوا رءوسها . (۱۲/۱۱۷)

کی تصویریں بنانا بلا شبہ جائز ودرست ہے[۱]، ان تینوں صورتوں کی آمدنی کا حکم بھی اسی ترتیب سے ہے، پہلی صورت میں ناجائز ہے[۲]، دوسری صورت میں گنجائش، بلکہ اس سے بچنا افضل ہے، اور تیسری صورت میں بلاشبہ جائز ودرست ہے۔

انبیاء اور صحابہ کی کارٹون یعنی خیالی تصاویر بنانا

مسئلہ (۲۰۸): رسولوں، انبیاء اور حضرات صحابۂ کرامؓ کے کارٹون (Cartoon) یعنی خیالی تصویریں بنانا شرعاً ناجائز ہے[۳]، کیوں کہ اس پر بہت سے مفاسدِ شرعیہ مرتب ہوتے ہیں[۴]، اور اس کے ناجائز ہونے پر کبارِ علماء عرب کی قرارداد بھی موجود ہے۔

---

(۱) ما فی " الموسوعة الفقهية " : لا بأس بتصوير الأشياء التي يصنعها البشر كصورة المنزل والسيارة والسفينة وغير ذلك اتفاقاً ، لأن للإنسان أن يصنعها فكانت له أن يصورها . (۱۲/۹۷)

(۲) ما فی " الفتاوى الهندية " : لو استأجر رجلاً ليزخرف له بيتاً بتماثيل والأصباغ من المستأجر فلا أجر له كذا في السراجية . (۴/۴۵۰، كتاب الإجارة، الباب الخامس عشر في بيان ما يجوز من الإجارة، الفصل الرابع في فساد الإجارة)

الحجة على ما قلنا :

(۳) ما فی " فقه النوازل " : لا يجوز شرعاً تخييل شخص النبي ﷺ بالصور للمتحركة أو الثابتة، كل ذلك حرام لا يحل لأي غرض من الأغراض ، وكذا سائر الرسل والأنبياء والصحابة الكرام .

(۴/۳۲۰، الباب السابع ، الفن والرياضة ، الفصل الثاني ، الأناشيد والتمثيل ، المبحث الثاني ، حكم تمثيل وتصوير الأنبياء والصحابة ، وثيقة رقم : ۲۹۹)

(۴) ما في " القواعد الكلية والضوابط الفقهية " : درء المفاسد أولى من جلب المصالح . (ص: ۱۸۲)

ما في " الدر المختار مع الشامي " : كل ما أدى إلى ما لا يجوز لا يجوز .

(۹/۵۱۹، كتاب الحظر والإباحة ، فصل في اللبس)

حرمین میں جوتے چپلوں کی تبدیلی کا حکم

مسئلہ (۲۰۹): کسی کا مال بغیر اس کی اجازت کے لے لینا، اور استعمال کرنا شرعاً ناجائز اور حرام ہے، جبکہ حالتِ احرام میں تو خصوصاً فسق وفجور سے احتراز لازم اور ضروری ہے، اس لیے مسجد حرام سے چپل وغیرہ کوئی بھی سامان جو اپنی ملکیت میں نہ ہو، اس کو اٹھانے اور استعمال کرنے سے بچنا واجب ہے، جبکہ بعض مفتیانِ کرام نے حرم شریف میں جوتوں کی تبدیلی کی بابت یہ تفصیل لکھی ہے کہ جن چپلوں کے بارے میں یہ خیال ہو کہ مالک اس کو تلاش کرے گا، ان کو نہ پہنے، اور جن چپلوں کو اس خیال سے چھوڑ دیا گیا ہو کہ کوئی ان کو پہن لے، تو ان کو پہننا جائز ہے، مگر اس پر یہ اشکال وارد ہوتا ہے کہ یہ کیسے معلوم ہوگا کہ ان چپلوں کو اس خیال سے چھوڑ دیا گیا کہ کوئی ان کو پہن لے، کیوں کہ اس خیال کا تعلق صاحب خیال سے ہے، اور وہ معلوم نہیں ہے کہ اس سے دریافت کیا جاسکے، اور جب یہ معلوم نہیں ہوسکتا تو عدم جواز کا قول ہی بہتر اور مبنی بر احتیاط ہے۔ (۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما فی " القرآن الكريم " : ﴿يآيها الذين آمنوا لا تأكلوا أموالكم بينكم بالباطل﴾ .

(سورة النساء : ۲۹)

ما فی " التفسير الكبير للرازی " : ذكروا فی تفسير الباطل وجهين : الأول ؛ أنه إسم لكل ما لا يحل فی الشرع ، كالربا والغصب والسرقة والخيانة وشهادة الزور وأخذ المال باليمين الكاذبة وجحد الحق . (۵۶/۴، التفسير المظهری: ۲۹۸/۲)

ما فی " القرآن الكريم " : ﴿فمن فرض فيهن الحج فلا رفث ولا فسوق ولا جدال فی الحج﴾ .

(سورة البقرة: ۱۹۷)=

تھرٹی فرسٹ نائٹ (Thirty First Night) کا حکم شرعی

مسئلہ (۲۱۰): تھرٹی فرسٹ نائٹ (Thirty First Night) کے نام سے عوام میں مقبول، ۳۱؍دسمبر کی شب میں منائے جانے والے جشن میں برادرانِ وطن بڑی مقدار میں شریک ہوتے ہیں، اور اس رات چھیڑ چھاڑ اور طوفان بدتمیزیوں کے بہت سے واقعات رونما ہوتے ہیں، جس کے انسداد اور روک تھام کیلئے حکومتِ وقت مختلف سیکورٹی وحفاظتی اقدامات کرتی ہے، اور اس پر غریب عوام سے مختلف ناموں سے وصول کی جانے والی رقم بڑی مقدار میں صرف کرتی ہے، آج کل مسلم نوجوان بھی بلا جھجک اس میں شریک ہونے لگے ہیں، جبکہ اس طرح کے تہوار وجشن میں شریک ہونا شرعاً جائز نہیں ہے[1]، ہماری عیدیں

= ما في " الحديث النبوى " : عن أبي هريرة رضي الله تعالى عنه قال : قال رسول الله ﷺ : " كل المسلم على المسلم حرام ، ماله وعرضه ودمه" . الحديث

(السنن لأبي داود:ص ٦٦٩ ، كتاب الأدب)

ما في " درر الحكام شرح مجلة الأحكام " : لا يجوز لأحد أن يتصرف في ملك الغير بلا إذنه .

(١/٩٦، رقم المادة :٩٦)

الحجة على ما قلنا :

(١) ما في " القرآن الكريم " : ﴿ولا تركنوا إلى الذين ظلموا فتمسكم النار﴾ . (سورة هود:١١٣)

ما في " البحر المحيط لأبي حيان الغرناطي" :والنهي متناول لانحطاط في هواهم والانقطاع إليهم ومصاحبتهم ومجالستهم وزيارتهم ومداهنتهم والرضا بأعمالهم والتشبه بهم والتزيي بزيهم ومد العين إلى زهرتهم وذكرهم بما فيه تعظيم لهم . (٥/٣٥٠، روح المعاني للآلوسي :٧/٣٣١، حاشية القونوى على تفسير البيضاوى :١٠/٢٢٦، التفسير المظهرى :٤/٤٣٠)

ما في " القرآن الكريم " : ﴿والذين لا يشهدون الزور﴾ . (سورة الفرقان:٧٢)

صرف دو ہیں، عید الفطر اور عید الاضحیٰ[1]، اس لیے مسلمانوں کو چاہیے کہ وہ اس طرح کے میلوں اور جشنوں کو منانے اور اس میں شرکت سے نہ صرف خود بچیں، بلکہ دوسروں کو بھی اس کی قباحت، برائی اور دنیوی واخروی نقصانات بتا کر روکیں۔[2]

ما فی " التفسیر الکبیر " :ویحتمل حضور کل موضع یجری فیه ما لا ینبغی ویدخل فیه أعیاد المشرکین ومجامع الفساق لأن من خالط أهل الشر ونظر إلی أفعالهم وحضر مجامعهم فقد شارکهم فی تلک المعصیة، لأن الحضور والنظر دلیل الرضا . (۸/۴۸۵)

ما فی " الحدیث النبوی " : عن ابن عمر قال : قال رسول الله ﷺ : " من تشبه بقوم فهو منهم ". (السنن لأبی داود:ص ۵۵۹)

ما فی " مرقاة المفاتیح " : أی من شبه نفسه بالکفار مثلاً فی اللباس وغیره، أو بالفساق أو الفجار أو بأهل التصوف والصلحاء الأبرار فهو منهم، أی فی الإثم والخیر، قال الطیبی : هذا عام فی الخُلق والخَلق والشعار . (۸/۲۲۲، رقم الحدیث: ۴۳۴۷)

(۱) ما فی " الحدیث النبوی " : عن عائشة رضی الله عنها قالت : دخل أبوبکر وعندی جاریتان من جواری الأنصار تغنیان ..... وذلک فی یوم عید فقال رسول الله ﷺ : " یا أبابکر إن لکل قومٍ عیداً وهذا عیدنا " . (صحیح البخاری : ۱/۱۳۰، کتاب العیدین ، باب سنة العیدین لأهل الإسلام، الصحیح لمسلم : ۱/۲۹۱، کتاب العیدین)

ما فی " اقتضاء الصراط المستقیم " : قال العلامة ابن تیمیة : قوله : (إن لکل قوم عیداً وهذا عیدنا) فإن هذا یوجب اختصاص کل قوم بعیدهم ..... لأن اللام تورث الاختصاص، فإذا کان للیهود عید ، وللنصاری عید کانوا مختصین به ، فلا نشرکهم فیه کما لا نشرکهم فی قبلتهم وشرعتهم ، وقوله : (هذا عیدنا) فإنه یقتضی حصر عیدنا فی هذا فلیس لنا عید سواه . (ص:۱۹۳/۱۹۴)

ما فی " الحدیث النبوی " : عن أنس قال : قدم رسول الله ﷺ المدینة ولهم یومان یلعبون فیهما فقال : ما هذان الیومان؟ قالوا : کنا نلعب فیهما فی الجاهلیة ، فقال رسول الله ﷺ : "إن قد ابدلکم بهما خیراً منهما یوم الأضحی ویوم الفطر" .

(السنن لأبی داود : ص ۱۶۱ ، کتاب الصلاة ، باب صلاة العیدین ، السنن للنسائی : ۱/۱۷۷، کتاب صلاة العیدین ، السنن الکبری للبیهقی:۳/۳۹۳)

(۲) ما فی " القرآن الکریم " : ﴿یآیها الذین آمنوا قوا أنفسکم وأهلیکم ناراً﴾. (سورة التحریم :۶)

ٹی وی پروگرام کا حکمِ شرعی

مسئلہ (۲۱۱): موجودہ دور میں ٹی وی کا کوئی پروگرام معاصی ومنکراتِ شرعیہ جیسے گانے، باجے اور سارنگی سے خالی نہیں ہوتا[۱]، نیز ٹی وی اور ڈش وغیرہ کے جو نتائج انسانی معاشرے پر مرتب ہو رہے ہیں، وہ عریانی فحاشی اور بے حیائی جیسے مہلک امراض کا جنم لینا ہے[۲]، ایسی

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " القرآن الكريم " : ﴿واستفزز من استطعت منهم بصوتك وأجلب عليهم بخيلك ورجلك وشاركهم في الأموال والأولاد وعدهم وما يعدهم الشيطن إلا غروراً﴾ . (سورة بنى اسرائيل: ٦٤)

ما في " الجامع لأحكام القرآن للقرطبي " : قوله تعالى: (بصوتك) وصوته كل داعٍ يدعو إلى معصية الله تعالى ، عن ابن عباسؓ قال مجاهد : الغناء والمزمار واللهو، قال الضحاك : صوت المزمار . (۲۸۸/۱۰)

ما في " الحديث النبوى " : عن أبي هريرةؓ أن رسول الله ﷺ قال : " استماع صوت الملاهي معصية والجلوس عليها فسق والتلذذ بها كفر " .

(نيل الأوطار للشوكاني: ۱۰۴/۸، رقم الحديث: ۳۵۵۳)

ما في " الحديث النبوى " : عن ابن مسعودؓ قال : " الغناء ينبت النفاق في القلب كما ينبت الماء الزرع ، والذكر ينبت الإيمان كما ينبت الماء الزرع " .

(السنن الكبرى للبيهقي: ۳۷۷/۱۰، رقم الحديث: ۲۱۰۰۷، الدر المنثور للسيوطي: ۳۰۸/۵)

ما في " الدر المختار مع الشامي " : الملاهي كلها حرام . (۴۲۴/۹، كتاب الحظر والإباحة)

(۲) ما في " تكملة فتح الملهم " : أما التلفزيون والفديو، فلا شك في حرمة استعمالهما بالنظر إلى ما يشتملان عليه من المنكرات الكثيرة من الخلاعة والمُجون والكشف عن النساء المتبرجات أو العاريات وما إلى ذلك من أسباب الفسوق .

(۱۶۴/۴ ، كتاب اللباس والزينة، باب تحريم تصوير صورة الحيوان)=

صورتِ حال میں ٹی وی پر کسی جائز اور اصلاحی پروگرام کا دیکھنا بھی جائز نہیں ہے،[۱] نیز ٹی وی پر تفسیرِ قرآن سننے یا حج بیت اللہ وغیرہ کا براہِ راست پروگرام دیکھنے یا دنیا کی نت نئی معلومات حاصل کرنے جیسی دل لبھاتی اغراض کے بہانے سے بھی ٹی وی کو خریدنا اور اسے گھر میں داخل کرنا جائز نہیں ہے[۲]، کیوں کہ مقاصد کے اچھے ہونے سے ناجائز کام جائز نہیں ہوتا۔[۳]

طلباء کا تعلیمی اوقات میں موبائل استعمال کرنا

مسئلہ (۲۱۲): داخلہ فارم پر کرتے وقت مدرسہ کے جملہ اصول وضوابط کی پاسداری کا عہد کر لینے کے بعد اس کا پورا کرنا واجب ہوجاتا ہے[۴]، بشرطیکہ وہ خلاف شرع

= (۱) ما فی " الدر المختار مع الشامي": وكل ما أدى إلى ما لا يجوز لا يجوز.

(۹/۵۱۹، كتاب الحظر والإباحة، فصل فی اللبس)

(۲) ما فی " موسوعة قواعد الفقهية " : وكل شئ لا يحل أكله والإنتفاع به على وجه من الوجوه فشراءه وبيعه مكروه، وكل شئ لا بأس بالإنتفاع به فلا بأس ببيعه. (۸/۴۳۷)

(۳) ما فی " القواعد الكلية والضوابط الفقهية " : درء المفاسد أولى من جلب المصالح.

(ص: ۱۸۲) (امداد الفتاوی: ۴/۲۵۷-۲۶۱، کفایت المفتی: ۹/۲۰۱، ۲۰۲، معارف القرآن: ۵/۵۰۲، کتاب الفتاوی: ۶/۱۷۳)

الحجة على ما قلنا :

(۴) ما فی " القرآن الكريم " : ﴿وأوفوا بالعهد إن العهد كان مسؤلا﴾. (سورة الإسراء: ۳۴).

﴿وأوفوا بعهد الله إذا عاهدتم﴾. (سورة النحل: ۹۱)

ما فی " روح المعانی " : (وأوفوا بالعهد) أی ما عاهدتم الله تعالى عليه من التزام تكاليفه وما عاهدتم عليه غيركم من العباد، ويدخل فی ذلك العقود. (۹/۱۰۲) =

نہ ہو[1]، لہذا کسی ادارہ میں اگر طالب علم کیلئے مدرسہ کے احاطے یا تعلیمی اوقات میں اساتذہ یا انتظامیہ کی طرف سے موبائل فون کے استعمال پر پابندی ہو، تو ان اوقات میں اس کا استعمال بغیر اجازت بلاشبہ گناہ کی بات ہے[2]، اس لیے بلا اجازت استعمال کرنے سے احتراز لازم ہے۔

= (۱) ما في " الحديث النبوى " : عن عبد الله بن عمر عن النبى ﷺ قال : " السمع والطاعة على المرء المسلم فيما أحب وكره ما لم يؤمر بمعصية ، فإذا أمر بمعصية فلا سمع ولا طاعة ".

(صحيح البخارى : ۲/۱۰۵۷ ، كتاب الأحكام ، باب السمع والطاعة)

(۲) ما في " القرآن الكريم ": ﴿يآيها الذين آمنوا أطيعوا الله وأطيعوا الرسول وأولى الأمر منكم﴾ .

(سورة النساء : ۵۹)

ما في " أحكام القرآن للشيخ ظفر أحمد التهانوى " : يشتمل هذه الآية الفقهاء والعلماء والمشائخ ، بل أولى لأنهم ورثة الأنبياء ، وخازنوا أحكام الله وأحكام رسوله . مسئلة: وهذا الحكم أى وجوب طاعة الأمير مختص بما لم يخالف الشرع يدل عليه سياق الآية، فإن الله أمر الناس بطاعة أولى الأمر بعد ما أمرهم بالعدل فى الحكم تنبيهاً على أن طاعتهم واجبة ما داموا على العدل . (۲/۲۹۲، طاعة الأمير فيما لا يخالف الشرع)

ما في " أحكام القرآن للجصاص": فروي عن جابر بن عبد الله وابن عباس روايةً والحسن وعطاء ومجاهد : " أنهم أولوا الفقه والعلم " ..... والعلماء يلون حفظ الشريعة وما يجوز مما لا يجوز، فأمر الناس بطاعتهم والقبول منهم ما عدل الأمراء والحكام وكان العلماء عدولاً مرضيين موثوقاً بدينهم وأمانتهم فيما يؤدون ؛ وهو نظير قوله تعالى :﴿فاسئلوا أهل الذكر إن كنتم لا تعلمون﴾ (الأنبياء : ۷) ..... وقوله تعالى عقيب ذلك : ﴿فإن تنازعتم فى شيء فردوه إلى الله والرسول﴾ يدل على أن أولى الأمر هم الفقهاء ؛ لأنه أمر سائر الناس بطاعتهم .

(۲/۲۶۴، باب في طاعة أولي الأمر)

طلباء مدارس کا اخبار پڑھنا

مسئلہ (۲۱۳): اخبار پڑھنا گرچہ جائز ہے، مگر طالب علم کے لیے اس کا پڑھنا لایعنی اور ضیاعِ وقت کا باعث ہونے کے علاوہ تشویش کا بھی موجب ہے، جو ذہنی یکسوئی کو ختم کرنے کی وجہ سے تعلیم کے لیے زہرِ قاتل ہے، اس لئے اس سے احتراز لازم ہے۔[1]

جرمانہ کی رقم اور اس کا حکم

مسئلہ (۲۱۴): اسکولوں اور مدرسوں میں طلباء کے چھٹیوں کے بعد تاخیر سے پہنچنے پر ان سے جرمانہ کی رقم وصول کی جاتی ہے، مالی جرمانہ جائز ہے یا نہیں؟ اس سلسلے میں ائمۂ ثلاثہ کا اختلاف ہے، طرفین کے نزدیک جائز نہیں ہے، اور امام ابو یوسف کے نزدیک جائز ہے، جبکہ جمہور علماء کے نزدیک مالی جرمانہ جائز نہیں ہے، اور یہی قول راجح اور مفتی بہ ہے[2]، کیوں کہ مالی جرمانہ کی اجازت دینے سے ظلم کے راستے کھل جانے کا قوی اندیشہ ہے۔

الحجة على ما قلنا:

(۱) ما في "الحديث النبوي": قال النبي ﷺ: " من حسن إسلام المرء تركه ما لا يعنيه ".

(جمع الجوامع: ۳۹۳/۲، رقم الحديث: ۲۰۰۰۷)

ما في " المقاصد الشرعية ": إن الوسيلة أو الذريعة تكون محرمة إذا كان المقصد محرماً، وتكون واجبة إذا كان المقصد واجباً. (ص: ۴۶)

ما في " الشامية ": ما كان سبباً لمحظور فهو محظور. (۲۳۳/۵، المكتبة النعمانية بديوبند)

الحجة على ما قلنا:

(۲) ما في " اعلاء السنن ": التعزير بالمال جائز عند أبي يوسف، وعندهما وعند الأئمة الثلاثة لايجوز، وتركه الجمهور للقرآن والسنة: وأما القرآن فقوله تعالى: ﴿فاعتدوا عليه بمثل ما اعتدى عليكم﴾. وأما السنة فإنه عليه السلام قضى بالضمان بالمثل ولأنه خبر يدفعه الأصول فقد أجمع العلماء على أن من استهلك شيئاً لم يغرم إلا مثله أو قيمته. (۷۳۳/۱۱، باب التعزير بالمال، بيروت) =

لیکن اگر طلباء کے وقت پر آنے کو یقینی بنانا ہے، یا اگر جرائم کی روک تھام کرنی ہے، تو اس کے لیے یہ صورت اپنائی جاسکتی ہے کہ انتظامیہ طلباء سے ان کی رضامندی سے یہ معاہدہ کرلے کہ اگر وہ وقت پر نہ آئیں[1]، یا انتظامیہ کا فلاں قانون توڑ دیں تو ان پر مثلاً ۱۰۰/ روپئے رفاہِ عام کیلئے صدقہ کرنا لازم ہوگا، تو اس معاہدہ کی رو سے ۱۰۰/روپئے لینا، اور اسے متعین مد میں صرف کرنا جائز ہوگا، کسی استاذ یا کلاس ٹیچر یا پرنسپل کیلئے اسے اپنے استعمال میں لانا شرعاً جائز نہیں ہے، متعین مد میں صرف کرنا لازم ہے۔

سیرت النبیؐ کے جلسے کرنا اور فل ساؤنڈ لاؤڈ اسپیکر چلانا

مسئلہ (۲۱۵): ربیع الاول کے مہینے میں گاؤں اور شہروں میں سیرت النبی ﷺ کے جلسوں کا انعقاد کیا جاتا ہے، اسی طرح بسا اوقات محفل قرأت یا مظاہرۂ قرأت کے

= ما فی " الدر المختار مع الشامیة " : لا بأخذ مال فی المذهب . " الدر المختار ".

قوله : (لابأس بأخذ مال) قال فی الفتح : وعن أبی یوسف : یجوز التعزیر للسلطان بأخذ المال وعندهما وباقی الأئمة لا یجوز، ومثله فی المعراج وظاهره أن ذلک روایة ضعیفة عن أبی یوسف، قال فی الشرنبلالیة: ولا یفتی بهذا لما فیه من تسلیط الظلمة علی أخذ مال الناس فیأکلونه ، لا أن یأخذه الحاکم لنفسه أو لبیت المال کما یتوهمه الظلمة ، إذا لا یجوز لأحد من المسلمین أخذ مال أحد بغیر سبب شرعي . وفی شرح الآثار : التعزیر بالمال کان فی ابتداء الإسلام ثم نسخ والحاصل أن المذهب عدم التعزیر بأخذ المال .

(۶/۶۲، کتاب الحدود، مطلب فی التعزیر بأخذ المال)

(۱) ما فی " القرآن الکریم " : ﴿وأوفوا بالعهد إن العهد کان مسؤلا﴾ . (سورة الإسراء : ۳۴)

ما فی " روح المعانی " : ﴿وأوفوا بالعهد﴾ أي ما عاهدتم الله تعالی علیه من التزام تکالیفه وعاهدتم علیه غیرکم من العباد ، ویدخل فی ذلک العقود . (۹/۱۰۲)

پروگرام ترتیب دیئے جاتے ہیں، اگر جلسوں اور محفلوں کا مقصد آپ ﷺ کی سیرت سے لوگوں کو واقف کرانا اور اتباع سیرت کی دعوت دینا، اور قرآن کریم کو صحیح پڑھنے کی رغبت وشوق دلانا، اور اللہ تعالیٰ کی رضا ہو، تو اس میں شرعاً کوئی حرج نہیں بلکہ یہ عمل مفید ہی مفید ہے۔ (۱)

لیکن ان جلسوں اور محفلوں میں ایسا فل ساؤنڈ لاؤڈ اسپیکر چلانا کہ اس کی وجہ سے آس پاس کے رہنے والوں، مریضوں اور بیماروں کا آرام کرنا محال ہوجائے (۲)، اور جو لوگ

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما فی " الفتاوی الحدیثیة " : وسئل به عن حکم الموالد والأذکار التی یفعلها کثیر من الناس فی هذا الزمان هل هی سنة أم فضیلة أم بدعة ؟

فأجاب بقوله: الموالد والأذکار التی تفعل عندنا أکثرها مشتمل علی خیر، کصدقة وذکر، وصلوة وسلام علی رسول الله ﷺ ومدحه، وعلی شرٍّ بل شرور لو لم یکن منها إلا رؤیة النساء للرجال الأجانب، وبعضها لیس فیها شر لکنه قلیل نادر، ولا شک أن القسم الأول ممنوع القاعدة المشهورة المقررة أن درء المفاسد مقدم علی جلب المصالح .

والقسم الثانی: سنة تشمله الأحادیث الواردة فی الأذکار المخصوصة والعامة، کقوله ﷺ : " لا یقعد قوم یذکرون الله تعالی إلا حفَّتهم الملائکة وغشیتهم الرحمة ونزلت علیهم السکینة وذکرهم الله تعالی فیمن عنده". وفی هذا الحدیث أوضح دلیل علی فضل الإجتماع علی الخیر والجلوس له . (ص: ۲۰۲/۲۰۳، مطلب الإجتماع للموالد والأذکار)

(۲) ما فی " الحدیث النبوی " : عن عبد الله بن عمروؓ عن النبی ﷺ قال : " المسلم من سلم المسلمون من لسانه ویده " . (صحیح البخاری : ۱/۶، کتاب الإیمان)

ما فی " تکملة فتح الملهم " : ذکر المسلمین ههنا خرج مخرج الغالب، لأن محافظة المسلم علی کف الأذی عن أخیه المسلم أشد تاکیداً . (۱/۵۸۰، کتاب الإیمان، باب بیان تفاضل الإسلام)=

اپنے کاموں میں مصروف ہیں وہ قرآن کریم نہ سننے کے گناہ کے مرتکب ہوں، شرعاً درست نہیں ہے۔[۱]

تلاوتِ قرآن مجید کا سننا لازمی ہے

مسئلہ(۲۱۶): عصر کے بعد مجلس تلاوت میں یا کسی اور مجلس میں جب قرآن کریم کی تلاوت کی جارہی ہو تو سامعین پر تلاوتِ قرآن کا سننا واجب ہے[۲]، اور تلاوت قرآن کے وقت ہر ایسا مباح کام بھی ممنوع وناجائز ہے، جو تلاوت کے سماع میں مخل ہو[۳]،

= (۱) ما فی " القرآن الکریم " : ﴿وإذا قرئ القرآن فاستمعوا له وأنصتوا لعلکم ترحمون﴾ .
(سورة الأعراف: ۲۰۴)
ما فی " أحکام القرآن للجصاص " : یقتضی وجوب الاستماع والانصات عند قراءة القرآن فی الصلوة وغیرها . (۵۲/۳)
ما فی " الشامیة " : قال العلامة ابن عابدین : یجب علی القاری إحترامه بأن لا یقرأه فی الأسواق ومواضع الاشتغال، فإذا قرأه فیها کان هو المضیع لحرمته . (۲۳۸/۲، کتاب الصلوة، مطلب الاستماع للقرآن فرض کفایة) (نفع المفتی والسائل المعروف بہ مجموعۃ المسائل: ص ۳۶۱، مایتعلق بقراءۃ القرآن وسجدۃ التلاوۃ والمصاحف، فتاوی محمودیہ: ۲۱۸/۳، فتاوی دارالعلوم: ۲۳۹/۱۴)

الحجة علی ما قلنا :

(۲) ما فی " القرآن الکریم " : ﴿وإذا قرئ القرآن فاستمعوا له وأنصتوا لعلکم ترحمون﴾ .
(سورة الأعراف: ۲۰۴)
ما فی " أحکام القرآن للجصاص " : یقتضی وجوب الإستماع والإنصات عند قراءة القرآن فی الصلوة وغیرها . (۵۲/۳)
(۳) ما فی " الشامی " : ما کان سبباً لمحظور فهو محظور . (۲۳۳/۵، مکتبه نعمانیه)
ما فی "بدائع الصنائع " : کل ما أدی إلی الحرام حرام . (۴۸۸/۶) =

چہ جائیکہ قرآن کی تلاوت کے وقت دنیوی باتیں کرنا، اور موبائل سے گیم کھیلنا، کیوں کہ فی نفسہ یہ دونوں باتیں مسجد میں ممنوع ہیں[۱]، اور تلاوتِ قرآن کے سماع میں مخل ہونے کی وجہ سے اس میں مزید قباحت وشناعت آجاتی ہے، اس لئے عام مصلیوں بالخصوص طلباء عزیز کو اس طرح کی باتوں سے احتراز کرنا لازم ہے۔[۲]

مکان دوکان یا سفر کی حالت میں گاڑی میں تلاوت قرآن پاک سننا

مسئلہ (۲۱۷): مکان، دکان یا بحالت سفر گاڑی میں تلاوتِ قرآن پاک کو سننا نہ صرف جائز بلکہ باعث اجر وثواب ہے[۳]، لیکن بڑے افسوس کی بات ہے کہ ٹیپ ریکارڈ کا

= (۱) ما فی " مشکوۃ المصابیح " : عن الحسن مرسلاً قال: قال رسول اللہ ﷺ :" یأتی علی الناس زمان یکون حدیثهم فی مساجدهم فی أمر دنیاهم فلا تجالسوهم فلیس لله فیهم حاجة " .

(ص: ۷۱، باب المساجد ومواضع الصلوۃ)

ما فی " البحر الرائق " : الکلام المباح فی المسجد مکروه ، یأکل الحسنات کما تأکل النار الحطب . (۲/۴۷۷، الشامیة : ۲/۴۳۶)

(۲) ما فی " جمع الجوامع " :قوله علیه السلام : " من حسن الإسلام المرء ترکه ما لا یعنیه ".

(۶/۳۹۳، رقم الحدیث:۱۹۹۹۷)

ما فی " الشامیة " : قال العلامة ابن عابدین : کل لعب وعبث حرام .

(۹/۵۶۶، کتاب الحظر والإباحة، باب الاستبراء)

الحجة علی ما قلنا:

(۳) ما فی " الحدیث النبوي":عن أبی هریرة رضی الله تعالی عنه أن رسول الله ﷺ قال : " من استمع إلی آیة من کتاب الله تعالی کتب له حسنة مضاعفة ، ومن تلاها کانت له نوراً یوم القیامة " .

(المسند للإمام أحمد بن حنبل : ۸/۳۳۰، کتاب العلم ، رقم الحدیث : ۸۴۷۵)=

سوئچ (Switch of the Teprecorder) آن (On) کرکے لوگ اپنے اپنے کاموں میں مصروف ہوجاتے ہیں، اور بعض جگہوں پر تو مجلس یا محفل کے لوگوں کو جوڑنے وجمع کرنے کیلئے قرآن پاک کی تلاوت کی جاتی ہے، کہ مجمع جڑ جائے، اور اس کے بعد کسی واعظ یا مقرر کی تقریر ہو، جبکہ قرآن کریم کی تلاوت استماع (خوب غور سے سننے) کے لیے ہے، نہ کہ اجماع (لوگوں کو جمع کرنے) کے لیے، تو ان مذکورہ حالتوں میں تلاوت قرآن کریم بجائے ثواب کے موجب گناہ ہوگی[1]، لہذا جب بھی تلاوت قرآن کریم ہورہی ہو تو اسے خوب غور سے سنا جائے، ورنہ ٹیپ ریکارڈ وغیرہ کا سوئچ بند کردیں، تاکہ گناہ لازم نہ آئے۔

مجلس ختم قرآن پر دعوت کرانا

مسئلہ (۲۱۸): قرآن کریم کو پڑھنا اور اس کو یاد کرنا انتہائی فضیلت وبزرگی والا عمل ہے، اللہ کے رسول ﷺ کا ارشاد ہے: ''جو شخص قرآن کریم کو پڑھے گا اور اس کو یاد

= (۱) ما فی " القرآن الكريم ":﴿وإذا قرئ القرآن فاستمعوا له وأنصتوا لعلكم ترحمون﴾ .
(سورة الأعراف:۲۰۴)

ما فی " الجامع لأحكام القرآن للقرطبي " : قال النقاش : أجمع أهل التفسير أن هذا الاستماع فی الصلاة المكتوبة وغير المكتوبة . (۷/۳۵۴، سورة الأعراف:۲۰۴)

ما فی " التفسير الكبير للرازی":لا شک أن قوله : ﴿فاستمعوا له وانصتوا﴾ أمره ، وظاهر الأمر للوجوب ، فمقتضاه أن يكون الاستماع والسكوت واجباً ، ..... وهو قول الحسن وقول أهل الظاهر، إنا نجری هذه الآية على عمومها ففی أي موضع قرأ الإنسان القرآن وجب على كل أحد استماعه والسكوت، فعلى هذا القول يجب الانصات لعابری الطريق ومعلمی الصبيان .
(۵/۴۳۹، سورة الأعراف:۲۰۴) (فتاوی بینات:۴/۴۲۱)

کرے گا، اللہ رب العزت اسے جنت میں داخل فرمائیں گے، اور اس کے گھر والوں میں سے ایسے دس لوگوں کے حق میں اس کی شفاعت وسفارش قبول فرمائیں گے جن پر دوزخ واجب ہوچکی ہوگی''۔(۱)

قرآن کریم کی تکمیلِ حفظ کا موقع، موقعِ مسرت ہے، اس موقع پر شکرانہ کے طور پر احباب ومتعارفین کو دعوت دینا اور غرباء واحباب کو کھانا کھلانا، یہ اس عظیم نعمت کی قدردانی ہے، ممنوع نہیں ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہ نے جب سورۂ بقرہ یاد کی تھی، تو ایک اونٹ ذبح کرکے احباب وغرباء کو کھلا دیا تھا۔(۲)

لیکن یہ بات یاد رہے کہ اللہ کے یہاں اخلاص کی قدر ہے(۳)، ریاء وفخر کیلئے جو کام کیا جائے

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " الحديث النبوى " : عن علي بن أبي طالب قال : قال رسول الله ﷺ : " من قرأ القرآن وحفظه أدخل الله الجنة، وشفعه في عشرة من أهل بيته، كلهم قد استوجب النار".

(السنن لإبن ماجة:ص ۱۹، باب فضل من تعلم القرآن وعلمه)

(۲) ما في " الجامع لأحكام القرآن للقرطبي" : عن نافع عن ابن عمر قال : تعلم عمر البقرة في اثنتي عشرة سنة فلما ختمها نحر جزوراً . (۱/۳۰)

ما في " الحديث النبوى " : عن جابر بن عبد الله : " أن رسول الله ﷺ لما قدم المدينة نحر جزوراً أو بقرةً". (صحيح البخاري: ۱/۴۳۴)

ما في " أحسن الفتاوى ": وبهذا الحديث خرج العلماء هذه الضابطة أن الدعوة شرعت في السرور لا في الشرور . (۱/۳۵۴)

(۳) ما في " القرآن الكريم " : ﴿وما أمروا إلا ليعبدوا الله مخلصين له الدين﴾ . (سورة البينة:۵) =

وہ مقبول نہیں ہوتا[۱]، اور نیت کا حال خدا ہی کو معلوم ہے، اس لیے بہتر یہ ہے کہ مخفی طور پر غرباء کو ان کی ضرورت کی اشیاء دیدی جائیں، اور بچے نے جہاں ختم کیا، وہاں پڑھنے والے بچوں اور ان کے ساتذہ کو شیرینی وغیرہ دیدی جائے، اور مدرسہ کی امداد کی جائے۔[۲]

طلباء، اساتذہ اور اہل مدرسہ کا، ختم کرنے والے بچہ کے والیان وسرپرستوں سے شیرینی، دعوت وہدیہ، یا امداد کا سوال کرنا درست نہیں ہے۔[۳] کیوں کہ اساتذہ واہل ادارہ نے یہ خدمت خالصۃً اللہ کی رضا وخوشنودی کے لیے انجام دی، جس کا اجر وہ خود کل قیامت کے دن انہیں عطا کرے گا۔

= ما في " الحديث النبوى " : عن أبى هريرةؓ قال : قال رسول الله ﷺ : " إن الله لا ينظر إلى صوركم وأموالكم ولكن ينظر إلى قلوبكم وأعمالكم " .

(مشكوة المصابيح :ص۴۵۴، باب الرياء والسمعة)

(۱) ما في " الحديث النبوى " : عن أبى سعيد عن النبى ﷺ قال: " من يسمع يسمع الله به، ومن يرائي يرائي الله به " . (السنن لإبن ماجة:ص ۳۱۰، باب الرياء والسمعة)

(۲) ما في " القرآن الكريم " : ﴿هل جزاء الإحسان إلا الإحسان﴾ . (الرحمن: ۶۰)

ما في " الحديث النبوى " : عن عبد الله بن عمر قال : قال رسول الله ﷺ :" من صنع إليكم معروفاً فكافئوه ، فإن لم تجدوا ما تكافئوا به فادعوا له حتى تروا أنكم قد كافأتموه ".

(السنن لأبى داود:ص۲۳۵، السنن للنسائى : ۱/۲۷۶)

(۳) ما في " البحر الرائق " : قال الحسن بن زياد : " السؤال ذلٌّ ".

(۱/۲۸۶، كتاب الطهارة، باب التيمم)

مونچھ کا حلق کرنا

مسئلہ (۲۱۹): بعض لوگ اپنی مونچھوں کا استرے سے بالکل حلق کرتے ہیں، جبکہ حدیث میں لفظ "جزوا" یا "أحفوا" وارد ہے، جس کے معنی یہ ہیں کہ مونچھوں کو اس طرح کاٹیں کہ مونڈنے کے قریب ہوجائیں۔(۱)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في "الحديث النبوى" : عن أبى هريرة رضى الله عنه قال : قال رسول الله ﷺ : "جزوا الشوارب وأرخوا اللحى ، خالفوا المجوس".

عن ابن عمر رضى الله عنهما قال : قال رسول الله ﷺ : "خالفوا المشركين ، أحفوا الشوارب وأوفوا اللحى" . (الصحيح لمسلم : ۱/۱۲۹ ، كتاب الطهارة، باب خصال الفطرة)

ما في "شرح النووي على هامش المسلم": قال النووى : فالمختار أنه يقص حتى يبدو طرف الشفة ولا يحفه من أصله ، وأما روايات أحفوا الشوارب فمعناها أحفوا ما طال على الشفتين .

(الصحيح لمسلم: ۱/۱۲۹)

ما فى "الشامية" : واختلف فى الشارب، هل هو القص أو الحلق، والمذهب عند بعض المتأخرين من مشائخنا أنه القصّ ..... وهو قول علمائنا الثلاثة ، وتفسير القصّ أن ينقص حتى ينتقص عن الإطار، وهو بكسر الهمزة، ملتقى الجلدة واللحم من الشفة، وكلام صاحب الهداية على أن يحاذيه . (۳/۵۱۴، باب الجنايات)

ما فى "فتح القدير" : والسنة أن يقص حتى يوازى الإطار، وتفسيره أن يقص حتى ينتقص عن الإطار وهو بكسر الهمزة ملتقى الجلدة واللحم من الشفة . (۳/۳۱، باب الجنايات)

ما فى "مرقاة المفاتيح" : قال العلامة على بن سلطان: قص الشارب، قال ابن حجر: فيسن إحفاء ه حتى تبدوَ حمرة الشفة العليا . (۲/۹۱، كتاب الطهارة، باب السواك، الفصل الأول)=

صاحب درمختار فرماتے ہیں کہ مونچھوں کا حلق کرنا بدعت ہے، اور ایک قول یہ ہے کہ حلق سنت ہے۔[۱] اور اصول یہ ہے کہ جب کسی فعل کے سنت یا بدعت ہونے میں تردد ہو، تو اس کا ترک اولیٰ ہوتا ہے۔[۲] لہٰذا مونچھوں کو استرے سے بالکل نہیں مونڈنا چاہیے، بلکہ اس طرح کاٹیں کہ وہ مونڈنے کے قریب ہو جائے۔

کرتہ پہننے کا مسنون طریقہ

مسئلہ (۲۲۰): نصف ساق تک کرتہ پہننا مسنون ہے[۳]، اس سے کچھ نیچے تک بھی درست ہے[۴]، تاہم یہ سنیت، سننِ زوائد میں سے ہے، جس کا حکم یہ ہے کہ بنیتِ

= (۱) ما فی " الدر المختار مع الشامي " : حلق الشارب بدعة ، وقيل سنة . درمختار.
(۹/۴۹۷، كتاب الحظر والإباحة، فصل فی البيع)

(۲) ما فی " الشامية " : إذا تردد الحكم بين سنة وبدعة كان ترك السنة راجحاً على فعل البدعة .
(۲/۳۵۳، كتاب الصلاة، باب ما يفسد الصلاة) (فتاوی محمودیہ:۱۹/۴۲۳)

الحجة على ما قلنا :

(۳) ما فی " الحديث النبوی " : عن حذيفة بن اليمان قال : " أخذ رسول الله ﷺ بعضلة ساقی أو ساقه، وقال : هذا موضع الإزار، فإن أبيت فأسفل فإن أبيت فلا حق للإزار فی الكعبين ".
(الشمائل للترمذی :ص۸، باب ما جاء فی إزار رسول الله)

ما فی" جمع الوسائل فی شرح الشمائل" :وينبغي أن يعلم أن فی معنى الإزار القميص وسائر الملبوسات ، وإنما خص الإزار بالذكر بناء على القضية الاتفاقية أو خرج الكلام فخرج الغالب ، فإن غالب ملبوساتهم كان إزاراً..... ... وكان رسول الله ﷺ يلبس قميصاً فوق الكعبين .
(۱/۱۱۰. ۱۷۴، باب اللباس)

(۴) ما فی " شرح النووی على الصحيح لمسلم " : وأما القدر المستحب فيما ينزل إليه طرف القميص والإزار فنصف الساق . (۲/۱۹۵، كتاب اللباس، باب تحريم جر الثوب خيلاء)=

اتباع اختیار کرنے میں ثواب ملے گا، اور ترک کرنے میں ثواب سے محرومی ہوگی، البتہ گنہگار نہیں ہوگا[1] لیکن کفار یا فساق کے شعار کو اختیار کرے گا، تو گنہگار ہوگا۔[2]

کالر دار قمیص اور بڑے پائچوں کا پاجامہ پہننا

مسئلہ (۲۲۱): کالر دار قمیص اور بڑے پائچوں کا پاجامہ کفار یا فساق کا شعار نہیں ہے، اس لیے یہ تشبہ ممنوع میں داخل نہیں، لہذا ان دونوں کا پہننا جائز ہے، تاہم لباس کے سلسلے میں ہمیشہ اس بات کا خیال رکھنا چاہیے کہ اتقیاء وصلحاء کا لباس ہو، کیوں کہ اخلاق واعمال پر لباس کا بھی اثر پڑتا ہے، اور یہ ایسی بات ہے کہ ہم اور آپ اسے محسوس کر سکتے ہیں۔[3]

= (۱) ما فی " الشامیة " : قال ابن عابدین : إن السنة هی الطریقة المسلوکة فی الدین ، وهی نوعان : سنة الهدی ، وترکها یوجب إساءة وکراهیة کالجماعة والأذان والإقامة ونحوها ، وسنة الزوائد وترکها لا یوجب ذلک ، کسیر النبی فی لباسه وقیامه وقعوده .

(۱/۱۹، کتاب الطهارة، مطلب فی السنة وتعریفها)

(۲) ما فی " الحدیث النبوی " : عن ابن عمر قال : قال رسول الله ﷺ : " من تشبه بقوم فهو منهم ". (السنن لأبی داود:ص ۵۵۹، مشکوة المصابیح :ص ۳۷۵) (فتاوی محمودیہ:۹/۲۶۲)

الحجة علی ما قلنا :

(۳) ما فی " تکملة فتح الملهم " : إن الإنسان جبل علی حب التنوع فی أنواع اللباس والطعام، فإن الإسلام لم یقصره علی نوع دون نوع، ولم یقرر للإنسان نوعاً خاصاً أو هیئة خاصة من اللباس ولا اسلوباً خاصاً للمعیشة..... إن اللباس الذی یتشبه به الإنسان بأقوام کفرة لا یجوز لبسه لمسلم إذا قصد بذلک التشبه بهم ، ثم اعلم أن التشبه بأهل الکتاب لا یکره فی کل شیء فإنا نأکل ونشرب کما یفعلون ، إنما الحرام هو التشبه فیما کان مذموماً وفیما یقصد به التشبه .

(۴/۷۶، کتاب اللباس والزینة)=

مجبوراً قومی لباس چھوڑ کر دوسرا لباس پہننا

مسئلہ (۲۲۲): اگر کوئی شخص کسی ایسی جگہ نوکری اور ملازمت کرتا ہو، جہاں کام پر آنے کیلئے پینٹ شرٹ پہن کر آنا شرط ہے، ورنہ نوکری سے نکال دیا جاتا ہے، تو اس کیلئے بحالتِ مجبوری اپنا قومی لباس چھوڑ کر ایسی ڈھیلی ڈھالی پینٹ وشرٹ پہننے کی گنجائش ہے[۱]، جس میں اعضاء کی ساخت نمایاں نہ ہو[۲]، اور نہ ہی مردوں کیلئے ممنوع کپڑے کی

= ما في " فيض القدير للمناوي " : إن المشاركة في الهدي في الظاهر تؤثر تناسباً وتشاكلاً بين المتشابهين تعود إلى موافقة ما في الأخلاق والأعمال ، وهذا أمر محسوس فإن لابس ثياب العلماء مثلاً يجد من نفسه نوع انضمام إليهم . (۱۰۴/۶ ، رقم الحديث:۸۵۹۳)

ما في " تكملة فتح الملهم " : الواقع أن اللباس والزيّ ، وإن كان أمراً يتعلق بمظهر الإنسان دون مخبره ، غير أن له أثراً عميقاً على سيرته وخلقه وأحواله النفسية ، فإن من اللباس ما يغرس في النفوس بذور الكبر والخيلاء، ومنه ما يربيّ فيها التواضع لله، ومنه ما ينشئ فيها الأخلاق الحسنة، ومنه ما يمهد لها السبيل إلى الإسراف والأشر والبطر وغمط حقوق الناس .

(۱۰/۶۷، كتاب اللباس والزينة) (فتاویٰ محمودیہ:۱۹/۲۶۷)

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " تكملة فتح الملهم " : إن الإنسان جبل على حب التنوع في أنواع اللباس والطعام ، فإن الإسلام لم يقصره على نوع دون نوع، ولم يقرر للإنسان نوعاً خاصاً أو هيئةً خاصةً من اللباس ولا أسلوباً خاصاً للمعيشة . (۹/۶۷)

(۲) ما في " القرآن الكريم " : ﴿يا بنى آدم قد أنزلنا عليكم لباساً يوارى سوءاتكم وريشاً ولباس التقوى ذلك خير﴾ . (سورة الأعراف :۲۶)

ما في " أحكام القرآن للجصاص " : وقد اتفقت الأمة على معنى ما دلت عليه الآية من لزوم فرض ستر العورة . (۴۰/۳) =

بنی ہو[1]، اوراس پینٹ کے پائچے بھی ٹخنوں سے اوپر رہیں۔[2]

حجاب مسلمان عورتوں کی عزت وآبرو کا محافظ ہے

مسئلہ (۲۲۳): حجاب مسلمان عورتوں کی عزت وآبروں کی اہمیت اوراس کی عصمت کی حفاظت کا ضامن ہے، عام حالات میں عورتوں کو اپنے گھروں سے نہیں نکلنا

= ما فی " تکملة فتح الملهم " : ستر العورة من أعظم مقاصد اللباس، فيحرم على الإنسان استعماله كل لباس ينكشف معه جزء من عورة الرجل والمرأة . (۱۰/۷۷)

ما فی " الشامية " : قال العلامة ابن عابدين : أقول : مفاده أن رؤية الثوب بحيث يصف حجم العضو ممنوعة وهو كثيفة لا ترى البشرة منه .

(۹/۴۴۶، كتاب الحظر والإباحة، فصل فی النظر والمس)

ما فی " تکملة فتح الملهم " : فبين الله سبحانه وتعالى أن مواراة السوءة، هو ستر العورة، من أعظم مقاصد اللباس، وأن اللباس الذی يخل بهذا المقصد يهمل ما خلق اللباس لأجله، فيحرم على الإنسان استعماله فكل لباس ينكشف معه جزء من عورة الرجل والمرأة، لا تقره الشريعة الإسلامية مهما كان جميلاً أو موافقاً لدور الأزياء ، وكذلک اللباس الرقيق أو اللاصق بالجسم الذی يحكي للناظر شكل حصة من الجسم الذی يجب ستره، فهو فی حكم ما سبق فی الحرمة وعدم الجواز . (۱۰/۷۷)

(۱) ما فی " الحديث النبوی " : عن عبد الله بن عُكيم أن رسول الله ﷺ قال : " لا تشربوا فی إناء الذهب والفضة ولا تلبسوا الديباج والحرير فإنه لهم فی الدنيا وهو لكم فی الآخرة يوم القيامة " .

(الصحيح لمسلم :۲/۱۸۹ ، كتاب اللباس والزينة)

(۲) ما فی " الحديث النبوی " : عن أبی هريرة عن النبی ﷺ قال :" ما أسفل من الكعبين من الإزار فی النار " . (صحيح البخاری:۲/۸۶۱)

چاہیے، بہت زیادہ مجبوری وضرورت کے وقت اگر نکلنا ہی پڑے تو پورے حجاب کے ساتھ نکلے[1]، اور حجاب بھی ایسا ہو جو پورے جسم کو اچھی طرح چھپاتا ہو، ایسا نہ ہو جس سے جسم کا نشیب وفراز دکھائی دے، اور نہ ایسا ہو کہ مردوں کو اپنی طرف مائل کرے، بڑے افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ آج حجاب بجائے اس کے کہ گناہوں کیلئے مانع اور رکاوٹ بنتا، گناہوں کی دعوت دینے والا ثابت ہو رہا ہے، نیز یہ بات بھی قابل غور ہے کہ صرف مردوں کو ہی یہ حکم نہیں ہے کہ وہ غیر محرم عورتوں کو نہ دیکھیں، بلکہ عورتوں کو بھی اس بات کا حکم ہے کہ وہ غیر محرم مردوں کو نہ دیکھیں۔[2]

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما فی " القرآن الكريم " : ﴿يآيها النبي قل لأزواجك وبناتك ونساء المؤمنين يدنين عليهن من جلابيبهن﴾ . (سورة الأحزاب: ۵۹)

ما فی " أحكام القرآن للجصاص " : قال أبوبكر: هذه الآية دلالة على أن المرأة الشابة مأمورة بستر وجهها عن الأجنبيين وإظهار الستر والعفاف عند الخروج لئلا يطمع أهل الريب فيهن .

(۴۸۶/۳)

(۲) ما فی " الحديث النبوی " : عن أم سلمة قالت : كنت عند النبی ﷺ وعنده ميمونة، فأقبل ابن أم مكتوم وذلك بعد أن أمرنا بالحجاب ، فقال : "احتجبا منه ، فقلنا: يا رسول الله ! أليس أعمىٰ لا يبصرنا ولا يعرفنا ؟ فقال النبی ﷺ :" أفعمياوان أنتما ألستما تبصرانه".

(السنن لأبی داود: ص۵۶۸، كتاب اللباس، فی قوله تعالى وقل للمؤمنات يغضضن من أبصارهن)

ما فی " بذل المجهود " : فيه دليل على أن المرأة لا يجوز لها النظر إلى الرجل، قال النووی : وهو الأصح ، وقال الجمهور: يجوز نظر المرأة إلى بدن الأجنبی سوى ما بين سرته وركبته، إن لم يكن خوف الفتنة، والدليل عليه حديث عائشة رضی الله عنها أنها نظرت إلى الحبشة وهم يلعبون فی المسجد ، فوقع التعارض بين الأحاديث بالمنع والرخصة ، فقيل : المنع محمول على الورع ، وحديث الحبشة وغيرها فمحمول على الرخصة ، وقيل : المنع محمول على خوف الفتنة والرخصة فی حالة الأمن .

(۱۴۰/۱۲)

مسائل شتیٰ

مختلف ومتفرق مسائل

مصافحہ دونوں ہاتھوں سے کرنا مسنون ہے

مسئلہ (۲۲۴): مصافحہ کا مسنون طریقہ یہ ہے کہ وہ دونوں ہاتھوں سے ہو، جیسا کہ عبداللہ ابن مسعودؓ کی روایت کے الفاظ سے معلوم ہوتا ہے: ”كان كفِّي بين كفَّيه“. کہ میری ہتھیلی آپ ﷺ کے دونوں ہتھیلیوں کے درمیان تھی، حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ کی یہ روایت اس بارے میں صریح ہے کہ آپ ﷺ نے دونوں ہاتھوں سے مصافحہ کیا، رہی یہ بات کہ حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ نے صرف اپنی ایک ہتھیلی کا ذکر کیا، اس کی وجہ یہ ہے کہ ان کے دوسرے ہاتھ کی ہتھیلی آپ کی ہتھیلی سے ملی ہوئی نہیں تھی بلکہ اس کے پشت پر تھی، اس لیے انہوں نے اس کا ذکر نہیں کیا، ورنہ یہ بات بعید از عقل ہے کہ آپ ﷺ تو اپنے دونوں مبارک ہاتھوں سے مصافحہ فرمائیں، اور صحابیٔ رسول وہ بھی ابن مسعودؓ، صرف ایک ہاتھ سے مصافحہ کریں، نیز اسی روایت سے امام بخاریؒ نے دونوں ہاتھوں سے مصافحہ کے مسنون ہونے کو ثابت فرمایا ہے۔[1]

الحجة على ما قلنا :

ما في " الحديث النبوى " : عن عبد الله بن سخبرة أبى معمر قال : سمعت ابن مسعود يقول : " علمنى النبى ﷺ وكفى بين كفيه التشهد كما يعلمنى السورة من القرآن ".

(صحيح البخارى : ٢/٩٢٦، كتاب الاستيذان ، باب الأخذ باليدين)=

عورتیں آپس میں مصافحہ ومعانقہ کرسکتی ہیں

مسئلہ(۲۲۵): جس طرح ایک مرد دوسرے مرد سے مصافحہ ومعانقہ کرسکتا ہے، اسی طرح ایک عورت دوسری عورت سے مصافحہ ومعانقہ کرسکتی ہے، کیوں کہ آپ ﷺ نے فرمایا: ''جب دو مسلمان آپس میں ملتے ہیں اور مصافحہ بھی کرتے ہیں، تو الگ ہونے سے پہلے ان کے گناہ معاف کردیئے جاتے ہیں''۔

آپ ﷺ نے اپنے فرمان میں مردوں اور عورتوں کی کوئی تفریق نہیں کی، اور نہ فقہائے کرام نے فرق کیا، اس لیے عورتیں بھی آپس میں مصافحہ ومعانقہ کرسکتی ہیں۔[1]

= ما فی " فیض الباری " : التصافح بالیدین حدیث مرفوع أیضاً کما فی الأدب المفرد ، وأراد المدرسون أن یستدلوا علیه من حدیث ابن مسعود هذا ، فقالوا : أما کون التصافح فیه بالیدین من جهة النبی ﷺ ، فالحدیث نص فیه ، وأما کونه کذلک من جهة ابن مسعود ، فالراوی إن اکتفی بذکر یده الواحدة إلا أن المرجو منه أنه لم یکن لیصافحه بیده الواحدة، والنبی ﷺ قد صافحه بیدیه الکریمتین، فإنه یستبعد من مثله أن لا یبسط یدیه للنبی ، وقد بسط محمد له یدیه ، غیر أن الراوی لم یذکره لعدم کون غرضه متعلقاً بذلک ، ولا ریب أن الرواة یختلفون فی التعبیرات .

(۲۰۴/۶ ، باب المصافحة) (فتاوی محمودیہ:۱۴۱/۳، فتاوی رحیمیہ:۱۲۱/۱۰، کتاب الفتاوی:۱۲۷/۶)

الحجة علی ما قلنا :

(۱) ما فی " الحدیث النبوی " : عن البراء بن عازب قال : قال النبی ﷺ : "ما من مسلمین یلتقیان فیتصافحان إلا غفر لهما قبل أن یتفرّقا " . (مشکوة المصابیح :ص ۴۰۱، باب المصافحة والمعانقة)

ما فی " التنویر وشرحه مع الشامیة " : وکره تحریماً تقبیل الرجل وکذا معانقته فی إزار واحد ، ولو کان علیه قمیص أو جبة جاز..... قوله : (وکذا معانقته) قال فی الهدایة : ویکره أن یقبل =

.....

.....

.....

.....

= الرجل فم الرجل أو يده أو يعانقه ، وذكر الطحاوى : أن هذا قول أبى حنيفة ومحمد، وقال أبويوسف : لا بأس بالتقبيل والمعانقة لما روى أنه عليه السلام عانق جعفراً حين قدم من الحبشة وقبله بين عينيه . (۹/۴۶۳، كتاب الحظر والإباحة ، باب الاستبراء)

ما فى " الموسوعة الفقهية " : أطلق الفقهاء القول بسنية المصافحة ، ولم يقصروا ذلك على ما يقع منها بين الرجال، إنما استثنوا مصافحة الرجل للمرأة الأجنبية ، فقالوا بتحريمها ، ولم يستثنوا مصافحة المرأة للمرأة من السنية ، فيشملها هذا الحكم ، وقد صرح بذلك الشربينى الخطيب، فقال : وتسن مصافحة الرجلين والمرأتين ، واستدل لذلك بأنه المستفاد من عموم الأحاديث الشريفة فى الحث على المصافحة، مثل قول الرسول : " ما من مسلمين يلتقيان فيتصافحان إلا غفر لهما قبل أن يفترقا " .

وما روى عن حذيفة بن اليمان عن النبى ﷺ قال :" إن المؤمن إذا لقى المؤمن فسلم عليه وأخذ بيده فصافحه تناثرت خطاياهما كما يتناثر ورق الشجر". فهذه الأحاديث عامة فى كل مسلمين يلتقيان وتشمل بعمومها المرأة تلاقى المرأة فتصافحها . (۳۷/۳۵۷)

ما فى " الموسوعة الفقهية " : ذهب الحنفية فى الصحيح إلى أنه يجوز معانقة الرجل للرجل إذا كان على كل واحد منهما قميص أو جبة ، واستدلوا بحديث أبى ذر أن النبى ﷺ عانقه ، وقال : سألت أبا عبد الله عن الرجل يلقى الرجل يعانقه؟ قال : نعم فعله أبو الدرداء . (۳۸/۱۸۴)

(کتاب الفتاوی:۶/۱۲۵)

مصافحہ کے بعد سینہ پر ہاتھ پھیرنا

مسئلہ(۲۲۶): بعض لوگ سلام ومصافحہ کے بعد اپنے ہاتھوں کو اپنے سینہ پر پھیرتے ہیں، جبکہ مصافحہ کے بعد سینہ پر ہاتھ پھیرنا نہ کسی حدیث میں مذکور ہے، اور نہ ہی فقہائے کرام نے کتبِ فقہ میں اس کا تذکرہ کیا ہے، یہ محض ایک رواج ہے، اس لیے اس سے گریز کرنا چاہیے۔[1]

ٹیلی فون اور موبائل کے ذریعہ نومولود کے کان میں اذان دینا

مسئلہ(۲۲۷): بچے کے پیدا ہونے پر اس کے دائیں کان میں اذان اور بائیں کان میں اقامت کہنا مستحب ہے[2]، جس کی حکمت یہ ہے کہ دنیا میں آتے ہی اس کے

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما فی " الحدیث النبوی " : عن عائشة رضی الله عنها قالت: قال رسول الله ﷺ : " من أحدث فی أمرنا هذا ما لیس فیه فهو رد " . (صحیح البخاری : ۱/ ۳۷۱ ،کتاب الصلح)

ما فی " الشامیة " : البدعة ما أحدث علی خلاف الحق المتلقی عن رسول الله ﷺ من علم أو عمل أو حال بنوع شبهة واستحسان، وجعل دیناً قویماً وصراطاً مستقیماً .

(۲/ ۲۵۶ ، مطلب البدعة خمسة أقسام)

ما فی " الحدیث النبوی " : عن ابن عباس قال : قال رسول الله ﷺ : " أبغض الناس إلی الله ثلاثة : ملحد فی الحرم، ومبتغ فی الإسلام سنة الجاهلیة ، ومطلب دم امرئٍ مسلم بغیر حق لیهریق دمه ".

(مشکوة المصابیح :ص۲۷ ، باب الاعتصام بالکتاب والسنة)

الحجة علی ما قلنا :

(۲) ما فی" الحدیث النبوي" : عن ابن عباس : " أن النبی ﷺ أذن فی أذن الحسن بن علی یوم ولد فأذن فی أذنه الیمنی وأقام فی أذنه الیسری " .

(شعب الإیمان للبیهقی :۶/ ۳۹۰، رقم الحدیث :۸۶۲۰)=

کانوں میں پہلا جوکلمہ پڑے وہ اللہ کی وحدانیت اور نیکی کی جانب پکار کا ہو، اس لیے پیدا ہوتے ہی اس کے کان میں اذان دینی چاہیے، بعض لوگ کسی اور شہر یا ملک میں رہتے ہیں، اور جب ان کے یہاں کسی بچے کی ولادت ہوتی ہے، تو ٹیلی فون یا موبائل کے ذریعہ اپنے بچے کے کان میں اذان واقامت کہتے ہیں، جس سے اوپر ذکر کردہ مقصد گرچہ حاصل ہوجاتا ہے، لیکن بہتر یہ ہے کہ موجود شخص اذان واقامت کہے، کیوں کہ یہی طریقہ آپ ﷺ سے ماثور ومنقول ہے۔ (۱)

= ما فی " الحدیث النبوی " : عن الحسین بن علی قال : قال رسول اللہ ﷺ : " من ولد له مولود فأذن فی أذنه الیمنی وأقام فی أذنه الیسری رفعت عنه أم الصبیات ".

(شعب الإیمان للبیهقی :۶/۳۹۰، رقم الحدیث: ۸۶۱۹)

ما فی " الفقه الأسلامی وأدلته " : یستحب للوالد أن یؤذن فی أذن المولود الیمنی وتقام الصلاة فی الیسری حین یولد لما روي أبورافع ، أن النبی ﷺ أذن فی أذن الحسن حین ولدته فاطمة..... فیقتصر فی تقدیری علی الأذان الثابت فی حدیث أبی رافع لیکون إعلام المولود بالتوحید أول ما یقرع سمعه عند قدومه إلی الدنیا ولما فیه من طرد الشیطان عنه، فإنه یدبر عنه سماع الأذان .

(۴/۲۷۵۰ ، المبحث الثانی ، أحکام المولود ، الموسوعة الفقهیة الکویتیة : ۳۹/۳۴۸ ، مولود ، الشامیة : ۲/۴۶ ، مطلب فی المواضع التی یندب لها الأذان)

(۱) ما فی " الحدیث النبوی " : عن عبید اللہ بن أبی رافع عن أبیه قال : " رأیت رسول اللہ ﷺ أذن فی أذن الحسن بن علی حین ولدت فاطمة بالصلوة " .

(جامع الترمذی : ۱/۲۷۸، أبواب الأضاحي ، باب ما جاء فی أذن المولود ، السنن لأبی داود: ص۲۹۶، کتاب الأدب، باب فی المولود یؤذن فی أذنه) (فتاویٰ محمودیہ:۵/۴۵۵)

ویلکم (Welcome) کہنے کا حکم شرعی

مسئلہ (۲۲۸): بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ ''ویلکم'' عربی کا لفظ ''ویل لکم'' کی طرح ہے، جس کے معنی تمہارے لئے تباہی و بربادی کے ہیں، اس لئے اس کا استعمال کرنا جائز نہیں ہے، ان کا یہ خیال صحیح نہیں ہے، کیوں کہ ''ویلکم'' یہ لفظ عربی زبان کا نہیں انگریزی کا ہے، جو کسی کی آمد پر ''خوش آمدید'' کے طور پر بولا جاتا ہے، اس کا استعمال گرچہ جائز ہے، مگر آج کل اپنی اسلامی زبان چھوڑ کر انگریزی الفاظ استعمال کرنے کی ایک ہوا چل پڑی ہے، جو غلامانہ ذہن کی عکاس ہے، اس لئے اس سے اجتناب برتنا چاہیے، ہاں بوقتِ ضرورت استعمال کرنے میں کوئی حرج ومضائقہ نہیں ہے۔[1]

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " القرآن الكريم " : ﴿إنا أنزلناه قرآناً عربياً﴾ . (سورة يوسف: ۲)

ما في " روح المعاني " : والجمهور على أن العرب القحطانية من عرب اليمن وغيرهم ليسوا من ذريته عليه السلام ، وأن اللغة العربية مطلقاً كانت قبله وهي إحدى اللغات التي علمها آدم عليه السلام وكان يتكلم بها وبغيرها أيضاً ..... وادعى بعضهم أنها أول اللغات وأن كل لغة سواها حدثت بعدها إما توقيفاً أو اصطلاحاً ..... وهي أفضل اللغات . (۷/۲۵۹)

ما في " الحديث النبوي " : عن ابن عباس قال : قال رسول الله ﷺ : " أحبوا العرب لثلاثٍ لأني عربي والقرآن عربي وكلام أهل الجنة عربي" . (شعب الإيمان للبيهقي: ۲/۲۳۰، رقم الحديث: ۱۶۱۰)

ما في " القرآن الكريم " : ﴿وما أرسلنا من رسول إلا بلسان قومه ليبين لهم﴾ . (سورة إبراهيم: ۴)

ما في " التفسير لابن كثير " : هذا من لطفه تعالى بخلقه أنه يرسل إليهم رسلاً منهم بلغاتهم ليفهموا عنهم ما يريدون وما أرسلوا به إليهم، كما روى الإمام أحمد عن أبي ذر قال : قال رسول الله ﷺ : " لم يبعث الله عزوجل نبياً إلا بلغة قومه ". (۲/۲۹۰) =

فون سننا اور مس کال (Missed Call) کا جواب دینا

مسئلہ (۲۲۹): بعض لوگ ان کی اپنی ضروریات ہونے کے باوجود محض مس کال (Missed Call) کرتے ہیں، تو اس طرح مس کال کرنے والوں کو جوابی فون کرنا شرعاً ضروری نہیں ہے، کیوں کہ جب کوئی شخص کسی سے ملنے کیلئے اس کے گھر آئے، تو اسے اختیار ہے چاہے ملے چاہے نہ ملے [1]، جبکہ آنے والا شخص مسافت طے کرکے آیا ہے، جس

= ما فی " الحدیث النبوی " : عن خارجة بن زید بن ثابت عن أبیه زید بن ثابت قال : " أمرنی رسول الله ﷺ أن أتعلم له کلمات من کتاب یهود قال : إنی والله ما آمن یهود علی کتابی قال : فما مر بی نصف شهر حتی تعلمته له قال : فلما تعلمته کان إذا کتب إلی یهود کتبت إلیهم وإذا کتبوا إلیه قرأت له کتابهم " . (السنن للترمذی: ۲/۱۰۰ ، أبواب الاستیذان ، باب فی تعلیم السریانیة)

الحجة علی ما قلنا :

(۱) ما فی " القرآن الکریم " : ﴿یأیها الذین آمنوا لا تدخلوا بیوتاً غیر بیوتکم حتی تستأنسوا وتسلموا علی أهلها ذلکم خیر لکم لعلکم تذکرون ، فإن لم تجدوا فیها أحداً فلا تدخلوها حتی یؤذن لکم ، وإن قیل لکم ارجعوا فارجعوا هو أزکی لکم والله بما تعملون علیم﴾ . (سورة النور: ۲۷/۲۸)

ما فی " أحکام القرآن للجصاص": حُظِر الدخول إلا بالإذن ، فدل علی أن الإذن مشروط فی إباحة الدخول..... ویدل علی أن للرجل أن ینهی من لا یجوز له دخول داره عن الوقوف علی باب داره أو القعود علیه لقوله تعالی : ﴿وإن قیل لکم ارجعوا فارجعوا هو أزکی لکم﴾ . (۳/۴۰۴، ۴۰۶)

ما فی " الحدیث النبوي" : عن أبی موسی أنه أتی عمر فاستأذن ثلاثاً ، فقال: یستأذن أبو موسی یستأذن الأشعری ، یستأذن عبد الله بن قیس، فلم یأذن له فرجع ، فبعث إلیه عمر ما ردک؟ قال : قال رسول الله ﷺ : "یستأذن أحدکم ثلاثاً فإن أذن له وإلا فلیرجع". قال : ائتنی ببینة علی هذا ، فذهب ثم رجع فقال : هذا أبیّ ، فقال أبیّ : یا عمر! لا تکن عذاباً علی أصحاب رسول الله ﷺ فقال عمر: لا أکون عذاباً علی أصحاب رسول الله ﷺ .

(السنن لأبی داود: ص ۷۰۴، کتاب الأدب، باب کم مرة یسلم الرجل فی الاستیذان)=

میں مشقت ہے، اور مس کال کرنے والا بلا کسی صَرف کے مس کال کرتا ہے، جس میں کوئی مشقت نہیں، تو جوابی کال کرنے اور نہ کرنے میں اسے بدرجۂ اولیٰ اختیار ہوگا، البتہ اخلاقی طور پر مس کال پر جوابی فون کرلیا جائے تو یہ احسان ہے، اور اگر نہ کیا جائے تو کوئی گناہ لازم نہیں آئیگا، کیوں کہ فقہ کا قاعدہ ہے کہ ''ترکِ احسان گناہ نہیں ہے''۔[1]

انگریزی اور ہندی وغیرہ سیکھنے کا حکم

مسئلہ (۲۳۰): زبانیں اللہ تعالی کی پیدا کی ہوئی ہیں، اور دلی باتوں کے اظہار کا ذریعہ ہیں، کوئی بھی زبان اپنے آپ میں مذموم و بری نہیں ہے، اب یہ انسان کا اپنا کام ہے کہ وہ اپنے جائز کاموں کیلئے استعمال کرتا ہے، یا ناجائز کاموں کیلئے، صرف اس وجہ سے کوئی زبان مذموم و ناپسندیدہ نہیں ہوتی کہ اس کو بولنے والے زیادہ تر غیر مسلم ہیں، چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت زید بن ثابت کو عبرانی زبانی سیکھنے کا حکم دیا تھا، جبکہ عبرانی زبان یہودیوں کی زبان تھی، اس لیے اگر کوئی شخص انگریزی، ہندی، مراٹھی اور سنسکرت وغیرہ زبان سیکھتا ہے، اور ان زبانوں کو سیکھنے کا مقصد محض ان سے واقفیت یا ان کے ذریعہ کسبِ معاش میں آسانی و سہولت پیش نظر ہے تو ان کا سیکھنا جائز ہے، اور اگر یہ مقصد ہو کہ ان زبانوں کو سیکھ کر

= ما في " الموسوعة الفقهية " : من استأذن فأذن له دخل وإن لم يؤذن له فلينصرف ، ولا يُلَحُّ بالاستيذان ولا يتكلم بقبيح الكلام ، ولا يقعد على الباب لينتظر، لأن للناس حاجات وأشغالاً في المنازل . (۱۵۲/۳)

(۱) ما في " قواعد الفقه " : ترك الإحسان لا يكون إساءة . (ص : ۷۰ ، رقم القاعدة : ۸۲)

اسلام کی دعوت دوں گا، یا ان زبانوں میں اسلامی تعلیمات کو عام کروں گا، تو اس صورت میں ان زبانوں کا سیکھنا نہ صرف جائز بلکہ مستحب و باعثِ اجر وثواب بھی ہے۔[1]

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما فی " القرآن الكريم " : ﴿ومن آياته خلق السموات والأرض واختلاف ألسنتكم وألوانكم﴾ . (سورة الروم : ۲۲)

ما فی " روح المعانی " : (واختلاف ألسنتكم) أي لغاتكم بأن علم سبحانه كل صنف لغته أو ألهمه جل وعلا وضعها وأقدره عليها فصار بعض يتكلم بالعربية وبعض بالفارسية وبعض بالرومية إلى غير ذلك مما الله تعالى أعلم بكميته . (۱۲/۴۸، سورة الروم : ۲۲)

ما فی " الحديث النبوی " : عن خارجة بن زيد بن ثابت عن أبيه زيد بن ثابت قال : " أمرني رسول الله ﷺ أن أتعلم له كلمات من كتاب يهود قال : إني والله ما آمن يهود على كتابی، قال : فما مر بی نصف شهر حتى تعلمته له ، قال : فلما تعلمته كان إذا كتب إلى يهود كتبت إليهم وإذا كتبوا إليه قرأت له كتابهم ". (جامع الترمذی : ۲/۱۰۰ ، أبواب الاستيذان ، باب ما جاء فی تعليم السريانية)

ما فی " مرقاة المفاتيح " : فيه دليل على جواز تعلم ما هو حرام فی شرعنا للتوقی والحذر عن الوقوع فی الشر، كذا ذكره الطيبی فی ذيل كلام المظهر وهو غير ظاهر، إذ لا يعرف فی الشرع تحريم تعلم لغة من اللغات سريانية أو عبرانية أو هندية أو تركية أو فارسية ، وقد قال تعالى :﴿ومن آياته خلق السموات والأرض واختلاف ألسنتكم﴾ أي لغاتكم بل هو من جملة المباحات ، نعم يعد من اللغو ما لا يعنى وهو مذمومة عند أرباب الكمال إلا إذا ترتب عليه فائدة ، فحينئذٍ يستحب كما يستفاد من الحديث .

(۸/۴۷۷، رقم الحديث: ۴۶۵۹، كتاب الآداب، باب السلام، الفصل الثانی)

ما فی " قواعد الفقه " : الأصل في الأشياء الإباحة حتى يدل الدليل على عدم الإباحة .

(ص: ۵۹، رقم القاعدة :۳۳، الأشباه والنظائر لإبن نجيم :ص ۱/۲۵۲)

ما فی " الأشباه والنظائر " : الأمور بمقاصدها . (۱/۱۱۳) (فتاوی عبدالحی اللکنویؒ :ص ۵۵۰)

مدرسۃ البنات یعنی لڑکیوں کے اقامتی ادارے قائم کرنا

مسئلہ (۲۳۱): مدرسۃ البنات یعنی لڑکیوں کے اقامتی اداروں کے قیام کے متعلق ہمارے علماء کے مابین اختلافِ رائے پایا جاتا ہے، بعض اسے جائز اور بعض ناجائز کہتے ہیں، جبکہ صحیح بات یہ ہے کہ علم دین کا سیکھنا شرعاً مرد وعورت دونوں پر لازم ہے۔[1]

اب اگر کسی عورت کیلئے گھریلو زندگی کے دوران اور گھر میں رہتے ہوئے اپنے محارم میں سے کسی سے علم دین حاصل کرنے کی ترتیب بن سکتی ہو، تو اس کیلئے سب سے بہتر یہ ہے کہ وہ ان سے عبادات، اخلاقیات، معاملات اور معاشرت کے ضروری مسائل سیکھ لے، اور اس کے موافق عملی زندگی گزارنے کی فکر کرے، لیکن اگر یہ ترتیب نہ بن سکتی ہو اور وہ قریب کے کسی معتمد مدرسۃ البنات میں کسی محرم کے ساتھ آجاسکتی ہو، یا گھریلو مجبوریوں کے تحت

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " الحديث النبوى " : عن أنسؓ قال : قال رسول الله ﷺ : " طلب العلم فريضة على كل مسلم " . (مشكوة المصابيح : ص ۳۴)

ما في " الدر المختار مع الشامية " : واعلم أن تعلم العلم يكون فرض عين، وهو بقدر ما يحتاج لدينه قال : من فرائض الإسلام تعلم ما يحتاج إليه العبد في إقامة دينه ، وإخلاص عمله لله تعالى ومعاشرة عباده، وفرض على كل مكلف ومكلفة بعد تعلمه علم الدين والهداية ، تعلم علم الوضوء والغسل والصلوة والصوم . (۱/۱۲۱، قبيل مطلب في فرض الكفاية وفرض العين)

ما في " الفتاوى الحديثية " : واعلم أن النهي عن تعليم النساء للكتابة لا ينافي طلب تعلمهن القرآن والعلوم والآداب ، لأن في هذه مصالح عامة من غير خشية مفاسد تتولد عليها بخلاف الكتابة ، فإنه وإن كان فيها مصالح إلا أن فيها خشية مفسدة ودرء المفاسد مقدم على جلب المصالح . (ص: ۱۱۹، مطلب يكره تعليم النساء للكتابة) =

ایسے مدرسہ میں قیام کرنا پڑتا ہو، اور اس آمد ورفت اور مدرسہ کی رہائش کے دوران کسی قسم کے فتنہ اور فساد کا اندیشہ نہ ہو، اور نہ بے پردگی ہوتی ہو، بلکہ شرعی پردہ میں رہتے ہوئے اپنے محارم کی اجازت کیساتھ علم دین حاصل کرے تو بلاشبہ اس کی اجازت ہونی چاہیے۔ (۱)

جوعلماء کرام لڑکیوں کے اقامتی اداروں کے قیام کو، لڑکیوں کی طرف سے آمد ورفت کے سلسلے میں ہونے والی بے احتیاطی، اور دورانِ قیام، انتظامیہ کی طرف سے ان کے اخلاق وعادات کی صحیح طور پر نگرانی نہ کرنے کی بناء پر ناجائز کہتے ہیں، اگر یہ خرابیاں نہ ہوں تو غالباً انہیں بھی جواز کے قائل ہونے میں کوئی تأمل نہیں ہوگا، کیوں کہ فقہ کا قاعدہ ہے: ''حکم کا مدار علت پر ہوتا ہے، علت کے ختم ہونے پر حکم بھی ختم ہوجاتا ہے''۔ (۲)

البتہ انتہائی دور دراز کی لڑکیوں کو اقامتی اداروں میں رکھنا بڑے مسائل پیدا کرتا ہے، اس لئے اس سے بچنا ہی بہتر ہے۔ (۳)

= (۱) ما فی '' القرآن الکریم '' : ﴿یآیها النبی قل لأزواجک وبناتک ونساء المؤمنین یدنین علیهن من جلابیبهن﴾. (سورة الأحزاب: ۵۹)

ما فی '' أحکام القرآن للجصاص '' :قال أبوبکر : هذه الآیة دلالة علی أن المرأة الشابة مامورة بستر وجهها عن الأجنبیین وإظهار الستر والعفاف عند الخروج لئلا یطمع أهل الریب فیهن .

(۴۸۶/۳)

(۲) ما فی '' القواعد الفقهیة '' : الأصل أن تزول الأحکام بزوال عللها .

(ص: ۱۷۶، القواعد الفقهیة علی أحمد الندوی:ص ۱۷۰)

(۳) ما فی '' القواعد الکلیة والضوابط الفقهیة '' : درء المفاسد أولی من جلب المصالح .

(ص: ۱۸۲) (فتاوی محمودیہ:۳۸۰/۳)

جھنڈے کوسلامی دینا

مسئلہ (۲۳۲): کسی بھی ملک کا جھنڈا اور پرچم اس ملک کی عزت، بلندی، اور شان کا نشان ہوتا ہے، ہمارے ملک ہندوستان کا بھی ایک پرچم ہے، جو انہی چیزوں کی علامت ونشانی ہے، ۱۵/اگست یا ۱۶/جنوری کو پرچم کشائی کے موقع پر اسکولوں اور کالجوں کے طلباء واساتذہ اور دیگر محکموں کے افسران وملازمین اسے اپنے ہاتھ کے اشارے سے سلامی دیتے ہیں، یہ عمل محض عرفی طریقہ پر اس کا احترام ہے[1]، اس میں اس کی عبادت وتعظیم کا کوئی پہلو نہیں ہے، اور نہ ہی کوئی مسلم اس کا یہ احترام اس نیت سے کرتا ہے کہ وہ قابلِ تعظیم وعبادت ہے، کیوں کہ اس کا عقیدہ ہے کہ لائق عبادت وتعظیم صرف اللہ کی ذات ہے(۲)، اس لیے شرعاً اسے جائز ہونا چاہیے، جیسا کہ حضرت مولانا مفتی عبدالرحیم صاحب لاجپوریؒ

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " موسوعة الفتاوى " : التشبه بالكفار ممنوع، والضابط فيها أن يقوم الإنسان بشئ يختص به الكفار، بحيث يظن من رآه أنه من الكفار، وأما ما انتشر بين المسلمين ولا يتميز به الكفار، فإنه لا يكون تشبهاً وإن كان أصله ماخوذا من الكفار . (بحواله اسلام ويب)

ما في " القواعد الفقهية ": الأصل أن تزول الأحكام بزوال عللها .

(ص: ۱۷۶، القواعد الفقهية لعلي أحمد الندوى :ص ۱۷۰، أصول الشاشي :ص ۴۶/۴۷)

ما في " الأشباه والنظائر " : الأمور بمقاصدها . (۱/۱۱۳)

(۲) ما في " القرآن الكريم " : ﴿إياك نعبد وإياك نستعين﴾ . (سورة الفاتحة:۴)

ما في " الحديث النبوى " : عن ابن عمر رضى الله عنهما قال: قال رسول الله ﷺ : " بني الإسلام على خمس : شهادة أن لا إله إلا الله ، وأن محمداً رسول الله ، وإقام الصلاة وإيتاء الزكوة والحج وصوم رمضان ". (صحيح البخارى : ۱/۶، كتاب الإيمان، باب قول النبى ﷺ بني الإسلام الخ)=

فرماتے ہیں کہ ”یہ محض سیاسی چیز ہے اور حکومتوں کا طریقہ ہے، اسلامی حکومتوں میں بھی ہوتا ہے، بچنا اچھا ہے، اگر فتنہ کا ڈر ہو تو بادلِ ناخواستہ کرنے میں مواخذہ نہیں ہوگا“۔ (فتاوی رحیمیہ ۱۰/۱۸۰)

حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ صاحبؒ فرماتے ہیں کہ ”جھنڈے کو سلامی مسلم لیگ بھی کرتی ہے، اور اسلامی حکومتوں میں بھی ہوتی ہے، وہ ایک قومی عمل ہے، اس میں اصلاح ہوسکتی ہے، مگر مطلقاً اس کو مشرکانہ فعل قرار دینا صحیح نہیں ہے“۔ (کفایت المفتی: ۹/۳۷۸)

حضرت مولانا خالد سیف اللہ رحمانی صاحب فرماتے ہیں کہ ”جھنڈا لہرانا درست ہے، اور اہل علم نے اس کو جائز قرار دیا ہے، البتہ اس موقع پر ایسا عمل کرنا جس سے جھنڈے کی غیر معمولی تعظیم ظاہر ہوتی ہو، جیسے دونوں ہاتھ جوڑنا یا جھکنا جائز نہیں ہے“۔ (کتاب الفتاوی: ۱/۲۸۲)

بھیک مانگنے کا شرعی حکم

مسئلہ (۲۳۳): آج کل بھیک مانگنا ایک پیشہ بن چکا ہے، یہاں تک کہ بعض لوگ حج جیسی عظیم عبادت کا سفر بھی بھیک مانگنے کیلئے کر رہے ہیں، جیسا کہ سعودی نیوز پیپروں کے ذریعہ اس طرح کی خبریں شائع ہوچکی ہیں، جبکہ شرعاً بلاضرورتِ شدیدہ بھیک مانگنا بالکل جائز نہیں ہے[1]، اور نہ ہی ایسے بھکاریوں کو بھیک دینا جائز ہے، جنہوں نے بھیک مانگنے کو

= ما فی ”الحدیث النبوی“: عن أنس بن مالک قال: قال رجل: یا رسول الله! ”الرجل منا یلقی أخاه أو صدیقه أینحنی له؟ قال: لا، قال: أفیلتزمه ویقبله؟ قال: لا، قال: أفیأخذ بیده ویصافحه؟ قال: نعم“. (السنن للترمذی: ۲/۱۰۱، باب المصافحة)

الحجة علی ما قلنا:

(۱) ما فی ”الحدیث النبوی“: عن قبیصة بن مخارق قال: تحملت حمالةً فأتیت رسول الله ﷺ أسئله فیها فقال: أقم حتی تأتینا الصدقة فنأمر لک بها ثم قال: یا قبیصة! ”إن المسئلة=

اپنا پیشہ بنالیا ہو، کیوں کہ ایسے بھکاریوں کو بھیک دینا حرام میں تعاون کرنے کے مترادف ہے۔[۱]

نیز جولوگ بلاضرورت شدیدہ بھیک مانگتے ہیں، وہ سخت وعید کے مستحق بھی ہیں، کہ قیامت کے دن ان کے چہروں پر خراشیں اور ذلت طاری ہوگی[۲]، اس لیے بلاضرورت بھیک مانگنے سے بچنا انتہائی ضروری ہے، ہاں البتہ ضرورت شدیدہ کے وقت جان بچانے، اوراس کی حفاظت کیلئے بقدرِضرورت سوال کرنا جائز ہے۔[۳]

= لا تحل إلا لأحد ثلاثة : رجل تحمل حمالة فحلت له المسئلة، حتى يصيبها ثم يمسک، ورجل أصابته جائحة إجتاحت ماله فحلت له المسئلة حتى يصيب قواماً من عيش، أو قال سداداً من عيش ورجل أصابته فاقة حتى يقوم ثلاثة من ذوى الحجىٰ من قومه لقد أصابت فلانا فاقة فحلت له المسئلة حتى يصيب قواماً من عيش، أو قال سداداً من عيش فما سواهن من المسئلة يا قبيصة سحت يأكلها صاحبها سحتاً".

(مشكوة المصابيح :ص ۱۶۲ ، كتاب الزكاة ، باب من لا تحل له المسئلة)

(۱) ما فى " الدر المختار مع الشامي" : لا يحل أن يسئل شيئاً من القوت من له قوت يومه بالفعل أو بالقوة كالصحيح المكتسب، ويأثم معطيه إن علم بحاله لإعانته على المحرم .

(۲/۲۷۶، كتاب الزكاة، مطلب فى الحوائج الأصلية)

(۲) ما فى " الحديث النبوى" : عن عبد الله بن مسعودؓ قال : قال رسول الله ﷺ : " من سأل الناس وله ما يغنيه جاء يوم القيامة ومسألته فى وجهه خموش أو خدوش أو كدوح".

(مشكوة المصابيح:ص ۱۶۲)

(۳) ما فى " الحديث النبوى" : عن حُبْشِيّ بن جُنادة قال : قال رسول الله ﷺ : " إن المسئلة لا تحل لغنى ولا لذي مِرة سوىّ إلا لذى فقر مدقع أو غرُم مفظع ، ومن سأل الناس ليثرى به ماله كان خموشاً فى وجهه يوم القيامة ورضفا يأكله من جهنم فمن شاء فليقلّ ومن شاء فليكثر " .

رواه الترمذى (مشكوة المصابيح :ص ۱۶۳)

غیر مسلم ممالک میں رہائش پذیر ہونا

مسئلہ (۲۳۴): اگر کسی مسلمان کو اس کے وطن میں کسی جرم کے بغیر تکلیف پہنچائی جارہی ہو، یا اس کو ظلماً قید کرلیا جائے، یا اس کی جائداد ضبط کرلی جائے، اور کسی غیر مسلم ملک میں رہائش اختیار کرنے کے سوا ان مظالم سے بچنے کی کوئی صورت نہ ہو، تو ایسی صورت میں کسی غیر مسلم ملک میں رہائش اختیار کرنا، اور اس ملک کا باشندہ بن کر وہاں رہنا چار شرطوں کے ساتھ جائز ہوگا۔[1]

۱/ اپنی ذات پر اطمینان ہو کہ عملی زندگی میں دین کے احکام پر کاربند رہے گا۔

۲/ وہاں رائج شدہ منکرات وفواحشات سے اپنے آپ کو محفوظ رکھے گا۔

۳/ اس کے پاس ایسا علم ہو کہ جس سے وہ شبہات کو دفع کرسکتا ہو۔

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " أحكام القرآن لإبن العربي " : الهجرة تنقسم إلى ستة أقسام : الرابع الفرار من الأذاية في البدن ، وذلك فضل من الله عز وجل أرخص فيه ، فإذا خشي المرء على نفسه في موضع فقد أذن الله سبحانه له في الخروج عنه والفرار بنفسه ، ليخلها من ذلك المحذور . (۱/۴۸۵)

ما في " الهجرة إلى بلاد غير المسلمين " : تجوز الهجرة من بلاد الإسلام إلى غيرها من بلاد الإسلام أو بلاد الكفر عند ما تضيق على المسلم الأرض بما رحبت، بسبب بلاء نزل به، أو ضيق في كسبه أو معاشه أو بظلم، ولم يبلغ كل ذلك حداً لا ينفع معه الصبر والاحتمال ، كأن يؤذى إلى إزهاق الروح ، أو إتلاف الأعضاء ، أو الفقر المدقع الذى يوصل الإنسان إلى درجة الكفر، وهو يختلف بحسب الأشخاص .

(ص: ۲۱۴)

ما في " المحلى لإبن حزم " : وأما من فرّ إلى أرض الحرب لظلم خافه ، ولم يحارب المسلمين ، ولا أعانهم عليهم ، ولم يجد في المسلمين من يجيره ، فهذا لا شيء عليه ، لأنه مضطر مكره .

(۱۳/۶۷، مسألة: ۲۲۰۲)=

۴/ اس کے پاس اتنی دینداری ہو جو اسے شہوات سے روک سکتی ہو۔[۱]

عبادت میں ایثار جائز نہیں

مسئلہ (۲۳۵): اگر کسی مدرسہ میں طلباء کیلئے کسی نماز سے پہلے یا نماز کے بعد قرآن کریم[۲]، حدیث نبوی ﷺ[۳]، یا ادعیۂ ماثورہ[۴]، سنانے کا معمول ہو، اور طلبہ اس معمول پر باری باری عمل پیرا ہوتے ہوں، تو کسی طالب علم کے لیے اپنی باری اپنے علاوہ طالب علم کو دینا، اس طور پر کہ اس کی دوبارہ باری نہ آئے، درست نہیں ہے، اس لئے کہ مذکورہ چیزوں کا یاد کرنا اور سنانا عبادت ہے، اور عبادت میں ایثار جائز نہیں ہے۔

= (۱) ما فی " مجموع الثمین للعثیمین " : شرط علی المسافر إلی تلک البلاد: أن یکون عنده علم یدفع به الشبهات، ودین یمنعه الشهوات، وأن یکون محتاجاً إلی ذلک السفر .
(ص : ۵۰ ، بحواله : الهجرة إلی بلاد غیر المسلمین : ص ۱۷۹) (فقہی مقالات:۱/۲۴۳)
الحجة علی ما قلنا:

(۲) ما فی " الحدیث النبوی":عن عثمان بن عفان قال : قال رسول الله ﷺ : " خیرکم من تعلم القرآن وعلمه " . (صحیح البخاری : ۲/۷۵۲، باب خیرکم من تعلم القرآن وعلمه)

(۳) ما فی " الحدیث النبوی " : عن زید بن ثابت قال : سمعت رسول الله ﷺ یقول : " نضّر الله امرأً سمع منا حدیثاً فحفظه، حتی یبلغه فرب حامل فقه إلی من هو أفقه منه ، ورب حامل فقه لیس بفقیه " .
(السنن لأبی داود:ص ۵۱۵،کتاب العلم، باب فضل نشر العلم)

(۴) ما فی " القرآن الکریم":﴿وإذا سألک عبادی عنی فإنی قریب أجیب دعوة الداع إذا دعان﴾ .
(سورة البقرة :۱۸۶)
ما فی " الحدیث النبوی " : عن النعمان بن بشیر عن النبی ﷺ قال : " الدعاء هو العبادة ". ثم قرأ : ﴿وقال ربکم ادعونی استجب لکم إن الذین یستکبرون عن عبادتی سیدخلون جهنم داخرین﴾. هذا حدیث حسن صحیح . (جامع الترمذی: ۲/۱۷۵ ، أبواب الدعوات)
ما فی " الأشباه والنظائر":وکره إیثار الطالب غیره بنوبته فی القراءة، لأن قراءة العلم والمسارعة إلیه قربة ، والإیثار بالقرب مکروه ..... وفیه أیضاً : الإیثار فی القرب لا یجوز . (۱/۳۹۹)

تمت بالخیر

مصادرومراجع

رقم	اسماء الکتب	اسماء المصنفین	المکتبۃ
	کتبِ عقائد		
۱	شرح فقہ الاکبر	شیخ ملا علی قاری	دارالکتب العلمیۃ بیروت
۲	اقتضاء الصراط المستقیم	شیخ الاسلام ابن تیمیہ	مطابع المجد التجاریۃ
۳	القول المفید علی کتاب التوحید	محمد بن صالح عثیمین	دارابن جوزیہ
۴	عقیدۃ الطحاوی	ابی جعفر طحاوی	مکتبہ یاسر ندیم دیوبند
	کتبِ تفاسیر		
۵	الجامع لاحکام القرآن	امام ابوعبداللہ احمد الانصاری قرطبی	مکتبہ غزالی/ مناہل العرفان
۶	البحر المحیط	امام ابوحیان غرناطی اندلسی	دارالکتب العلمیۃ بیروت
۷	التفسیر الکبیر	امام فخر الدین رازی شافعی	علوم اسلامیہ اردو بازار لاہور
۸	تفسیر المظہری	قاضی محمد ثناء اللہ پانی پتی	مکتبہ زکریا دیوبند
۹	روح المعانی	امام شہاب الدین سید محمد محمود آلوسی	زکریا دیوبند/ احیاء التراث
۱۰	الدر المنثور فی التفسیر الماثور	امام جلال الدین سیوطی	دارالکتب العلمیۃ بیروت
۱۱	التفسیر المنیر	دکتور وہبہ زحیلی	رشیدیہ کوئٹہ پاکستان
۱۲	فتح القدیر فی علم التفسیر	امام محمد بن علی بن محمد شوکانی	دارالکتب العلمیۃ بیروت
۱۳	احکام القرآن	امام ابوبکر بن علی رازی جصاص	شیخ الہند دیوبند
۱۴	احکام القرآن لابن العربی	امام ابوبکر معروف بابن عربی	ریاض الحدیثیہ
۱۵	حاشیۃ القونوی علی تفسیر البیضاوی	امام ناصر الدین بن عبداللہ شیرازی	دارالکتب العلمیۃ بیروت

۱۶	احکام القرآن	مفتی محمد شفیع عثمانی	ادارۃ القرآن لاہور
۱۷	احکام القرآن للتھانوی	حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی	ادارۃ القرآن لاہور
۱۸	مدارک التنزیل وحقائق التاویل للنسفی	امام ابوالبرکات عبداللہ بن محمود نسفی	رحمانیہ لاہور
۱۹	معارف القرآن	مفتی محمد شفیع عثمانی	فرید بکڈپو
۲۰	التفسیرات الاحمدیۃ	شیخ احمد ملاجیون	مکتبہ مجتبائی سہارنپور
۲۱	تفسیر الکشاف	علامہ جاراللہ زمخشری	دارالایمان سہارنپور
۲۲	احکام القرآن	مولانا ظفر احمد تھانوی	ادارۃ القرآن کراچی
۲۳	احکام القرآن	مفتی محمد شفیع عثمانی	ادارۃ القرآن کراچی
۲۴	تاویلات اہل السنۃ للماتریدی	امام ابومنصور ماتریدی	دارالکتب العلمیۃ بیروت
۲۵	التفسیر لابن کثیر	علامہ ابن کثیر	مکتبہ اشرفی دیوبند

کتبِ احادیث

۲۶	صحیح البخاری	امام ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری	مکتبہ بلال دیوبند
۲۷	صحیح مسلم	امام ابوالحسن مسلم بن حجاج قشیری	مکتبہ بلال دیوبند
۲۸	جامع الترمذی	امام ابوعیسی محمد بن عیسی	مکتبہ بلال دیوبند
۲۹	تحفۃ الاحوذی	مولانا عبدالرحمٰن مبارکپوری	داراحیاء التراث العربی
۳۰	سنن ابوداؤد	امام ابوداود سجستانی	مکتبہ بلال دیوبند
۳۱	سنن نسائی	امام ابوعبدالرحمٰن بن شعیب نسائی	یاسر ندیم اینڈ کمپنی
۳۲	سنن ابن ماجہ	امام ابن ماجہ قزوینی	مکتبہ بلال دیوبند
۳۳	مشکوٰۃ المصابیح	امام ولی الدین خطیب تبریزی بغدادی	یاسر ندیم دیوبند
۳۴	العرف الشذی علی ہامش الترمذی	علامہ انور شاہ کشمیری	مکتبہ بلال دیوبند
۳۵	مصنف ابن ابی شیبۃ	امام عبداللہ بن محمد بن ابی شیبہ	امدادیہ ملتان

۳۶	شعب الایمان للبیہقی	امام ابوبکر بیہقی	دارالکتب العلمیۃ بیروت
۳۷	بذل المجہود	علامہ خلیل احمد سہارنپوری	دارالبشائر الاسلامیۃ
۳۸	اعلاء السنن	مولانا ظفر احمد عثمانی	دارالکتب العلمیۃ بیروت
۳۹	کنز العمال	علامہ علاء الدین علی متقی ہندی	دارالکتب العلمیۃ بیروت
۴۰	المعجم الأوسط للطبرانی	امام ابوالقاسم سلیمان بن احمد طبرانی	دارالکتب العلمیۃ بیروت
۴۱	نیل الاوطار	علامہ محمد بن علی بن محمد شوکانی	دارالکتب العلمیۃ بیروت
۴۲	مجمع الزوائد	شیخ نورالدین ہیثمی	دارالکتب العلمیۃ بیروت
۴۳	مسند الامام احمد	امام احمد بن حنبل	دارالحدیث قاہرہ
۴۴	جمع الجوامع	علامہ جلال الدین سیوطی	دارالکتب العلمیۃ بیروت
۴۵	شرح النووی علی صحیح لمسلم	علامہ محی الدین نووی	بلال دیوبند
۴۶	موسوعۃ تکملۃ فتح الملہم مع التکملۃ کاملۃ	علامہ شبیر احمد عثمانی/مفتی محمد تقی عثمانی	احیاء التراث/اشرفیہ دیوبند
۴۷	انعام الباری	مفتی محمد تقی عثمانی	الحراء
۴۸	فتح الباری	علامہ ابن حجر عسقلانی	دارالسلام ریاض
۴۹	مرقاۃ المفاتیح	علامہ ملا علی قاری	مکتبہ اشرفیہ دیوبند
۵۰	المعجم الکبیر للطبرانی	امام ابوالقاسم سلیمان بن احمد	احیاء التراث
۵۱	سنن کبریٰ بیہقی	امام ابوبکر بیہقی	طبع بیروت/تالیفات اشرفیۃ
۵۲	عمل الیوم واللیلۃ لابن السنی	امام ابوبکر احمد بن محمد دینوری	مؤسسۃ الکتب الثقافیۃ
۵۳	حاشیۃ ابن ماجۃ المعروف بانجاح الحاجۃ	شیخ عبدالغنی مجددی دہلوی مدنی	مکتبہ بلال دیوبند
۵۴	المنہاج شرح صحیح مسلم للنووی	امام یحی بن اشرف نووی	داراحیاء التراث العربی
۵۵	شرح الصدور	علامہ جلال الدین سیوطی	دارالکتاب العربی
۵۶	سنن الدرقطنی	حافظ علی بن عمر دارقطنی	دارالایمان سہارنپور

۵۷	عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری	علامہ بدرالدین عینی	مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ پاکستان
۵۸	سبل السلام شرح بلوغ المرام	امام محمد بن اسماعیل صنعانی	دارالجیل بیروت
۵۹	المعجم الاوسط للطبرانی	امام سلیمان بن احمد طبرانی	دارالفکر عمان
۶۰	اتحاف السادۃ المتقین للزبیدی	امام محمد بن محمد حسینی شہیر بمرتضی	مؤسسۃ التاریخ العربی
۶۱	فیض القدیر للمناوی	امام جلال الدین سیوطی	دارالمعرفۃ بیروت
۶۲	قاموس البدع للالبانی	علامہ محمد ناصر الدین البانی	دارالإمام البخاری قطر
۶۳	المؤطا للامام مالک	امام مالک بن أنس	مکتبہ بلال دیوبند
۶۴	اوجز المسالک	علامہ محمد زکریا کاندھلوی	دارالقلم دمشق
۶۵	فیض الباری	علامہ انور شاہ کشمیری	شیخ الہند دیوبند
۶۶	کتاب الموضوعات	امام عبدالرحمٰن جوزی	دارالکتب العلمیۃ بیروت
۶۷	الموضوعات الکبری	علامہ ملا علی قاری	
۶۸	تنزیہ الشریعۃ المرفوعۃ عن الاحادیث الشنیعۃ	امام ابی الحسن علی بن محمد عراقی کنانی	دارالکتب العلمیۃ بیروت
۶۹	الیواقیت الغالیۃ	شیخ محمد یونس جونپوری	مجلس دعوۃ الحق یو۔کے
۷۰	شرح الطیبی	امام شرف الدین الطیبی	مکتبہ زکریا دیوبند
۷۱	شمائل ترمذی	امام ابوعیسی محمد بن عیسی ترمذی	مکتبہ بلال دیوبند
۷۲	لامع الدراری	شیخ الحدیث محمد زکریا کاندھلوی	مکتبہ اشرفیہ دیوبند

کتبِ اصولِ فقہ وقواعدِ فقہ

۷۳	اعلام الموقعین	علامہ ابن قیم جوزی	داراحیاء التراث العربی
۷۴	الاشباہ والنظائر	امام ابن نجیم مصری حنفی	مکتبہ فقیہ الامت دیوبند
۷۵	دررالحکام شرح مجلۃ الاحکام	علی حیدر استنبول ترکی	دارالجیل بیروت
۷۶	المقاصد الشرعیۃ	دکتور نورالدین خادمی	داراشبیلیا للنشر والتوزیع

۷۷	القواعد الکلیۃ والضوابط الفقہیۃ	دکتور محمد عثمان شبیر	دار النفائس الاردن
۷۸	قواعد الفقہ	مفتی عمیم الاحسان مجددی برکتی	اشرفی بکڈپو دیوبند
۷۹	جمہرۃ القواعد الفقہیۃ	دکتور علی احمد ندوی	شرکۃ الراجحی المصرفیۃ
۸۰	حاشیۃ نور الانوار	مولانا محمد عبد الحلیم	یاسر ندیم دیوبند
۸۱	کشف الاسرار للبزدوی	امام علاء الدین بخاری	دار الکتاب العربی لبنان
۸۲	اصول الشاشی	امام نظام الدین شاشی	المکتبۃ البشریٰ کراچی
۸۳	القواعد والضوابط	بحوالہ موسوعۃ القواعد الفقہیۃ	
۸۴	موسوعۃ القواعد الفقہیۃ	دکتور محمد صدقی بن احمد بورنو	التوبۃ دار ابن حزم
۸۵	القواعد الفقہیۃ	علی احمد ندوی	دار القلم دمشق

کتبِ فقہ وفتاویٰ

۸۶	فتاوی محمودیہ	مفتی محمود حسن گنگوہی	جامعہ فاروقیہ کراچی
۸۷	امداد الفتاوی	حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی	دار العلوم کراچی
۸۸	فتاوی عثمانی	مفتی محمد تقی عثمانی	معارف القرآن کراچی
۸۹	خیر الفتاوی	مفتی خیر محمد جالندھری	مکتبۃ الحق جوگیشوری
۹۰	فتاوی رحیمیہ	مفتی عبد الرحیم لاجپوری	دار الاشاعت پاکستان
۹۱	کفایت المفتی	مفتی کفایت اللہ	دار الاشاعت پاکستان
۹۲	فتاوی دار العلوم دیوبند	مفتی عزیز الرحمٰن عثمانی	شائع کردہ دار العلوم
۹۳	احسن الفتاوی	مفتی رشید احمد پاکستان	دار الاشاعت دیوبند
۹۴	فتاوی حقانیہ	شیخ عبد الحق پاکستان	دار العلوم حقانیہ اکوڑہ
۹۵	کتاب الفتاوی	مولانا خالد سیف اللہ رحمانی	نعیمیہ دیوبند
۹۶	نظام الفتاوی	مفتی نظام الدین اعظمی	اسلامک فقہ اکیڈمی انڈیا

۹۷	جامع الفتاوی	مولانا مہربان علی بڑوتوی	ادارہ تالیفات اشرفیہ
۹۸	فتاوی عبدالحی	مولانا عبدالحی لکھنوی	مکتبہ تھانوی دیوبند
۹۹	جدید فقہی مسائل	مولانا خالد سیف اللہ رحمانی	مکتبہ نعیمیہ دیوبند
۱۰۰	فتاویٰ حبیبیہ	مفتی حبیب اللہ مظاہری	جامعہ خلیلیہ کراچی
۱۰۱	فتاویٰ احیاء العلوم	مفتی محمد یاسین	شعبۂ نشر واشاعت مبارکپور
۱۰۲	نئے مسائل اور فقہ اکیڈمی کے فیصلے	اسلامک فقہ اکیڈمی انڈیا	ایفا پبلیکیشنز دہلی
۱۰۳	فتاویٰ رشیدیہ	مفتی رشید احمد گنگوہی	مکتبہ جسیم دیوبند
۱۰۴	شرح عقود رسم المفتی	علامہ محقق محمد امین شہیر بابن عابدین شامی	مکتبہ زکریا دیوبند
۱۰۵	جدید معاملات کے شرعی احکام	مفتی احسان اللہ شائق	دارالاشاعت کراچی
۱۰۶	آپ کے مسائل اور ان کا حل	شہید مولانا محمد یوسف لدھیانوی	مکتبہ نعیمیہ دیوبند
۱۰۷	فتاوی امارت شرعیہ	مفتی محمد سعید الرحمٰن	نشر واشاعت امارت شرعیہ بہار
۱۰۸	قربانی کے مسائل کا انسائیکلوپیڈیا	مفتی محمد انعام الحق	بیت العمار کراچی
۱۰۹	روزے کے مسائل کا انسائیکلوپیڈیا	مفتی محمد انعام الحق	بیت العمار کراچی
۱۱۰	حلال وحرام	مولانا خالد سیف اللہ رحمانی	مکتبہ نعیمیہ دیوبند
۱۱۱	اصلاح الرسوم	مولانا اشرف علی تھانوی	عشرون دیوبند
۱۱۲	فقہی مقالات	مفتی محمد تقی عثمانی	زمزم بکڈپو دیوبند
۱۱۳	فتاوی عزیزی	شاہ عبدالعزیز دہلوی	سعیدیہ لاہور
۱۱۴	ردالمحتار	محمد امین شہیر بابن عابدین شامی	مطبع بیروت/ دیوبند
۱۱۵	الدرالمختار مع ردالمحتار	علامہ علاء الدین حصکفی	دارالکتب العلمیۃ بیروت
۱۱۶	تنویر الابصار مع الدر والرد	محمد بن عبداللہ تمرتاشی	دارالکتاب دیوبند
۱۱۷	حاشیۃ قرۃ عیون الاخیار تکملۃ ردالمحتار	شیخ محمد علاء الدین آفندی	دارالکتب العلمیۃ بیروت

۱۱۸	تقریرات الرافعی علی حاشیۃ ردالمحتار	شیخ عبدالقادر رافعی	دارالکتب العلمیۃ بیروت
۱۱۹	البحر الرائق	زین الدین معروف بابن نجیم مصری	مکتبہ دارالکتاب دیوبند
۱۲۰	بدائع الصنائع	شیخ علاء الدین کاسانی	مکتبہ دارالکتاب دیوبند
۱۲۱	الفتاوی الہندیۃ	نظام و جماعۃ من علماء الہند	مکتبہ زکریا دیوبند
۱۲۲	الموسوعۃ الفقہیۃ الکویتیۃ	وزارۃ الاوقاف والشؤن الاسلامیۃ	وزارۃ الاوقاف کویت
۱۲۳	الفتاوی البزازیۃ علی ہامش الہندیۃ	محمد بن محمد ابن شہاب	زکریا بکڈپو دیوبند
۱۲۴	فتح القدیر	کمال الدین معروف بابن ہمام	دارالکتب العلمیۃ بیروت
۱۲۵	اللباب فی شرح الکتاب	عبدالغنی میدانی	قدیمی کتب خانہ کراچی
۱۲۶	شرح العینی علی الکنز (رمز الحقائق)	علامۃ بدرالدین عینی	ادارۃ القرآن کراچی
۱۲۷	کنز الدقائق مع تبیین الحقائق	امام ابوالبرکات نسفی	دارالکتب العلمیۃ بیروت
۱۲۸	درر المنتقی فی شرح الملتقی	محمد بن علی معروف بالعلاء حصکفی	دارالکتب العلمیۃ بیروت
۱۲۹	العنایۃ	اکمل الدین بابرتی	دارالکتب العلمیۃ بیروت
۱۳۰	البحر العمیق فی مناسک المعتمر والحاج	امام ابوالبقاء محمد بن محمد مکی حنفی	المکتبۃ المکیۃ مکۃ المکرّمۃ
۱۳۱	نوازل فقہیۃ معاصرۃ	مولانا خالد سیف اللہ رحمانی	الصحوۃ الکویت
۱۳۲	المناسک	ملا علی القاری	بحوالہ فتاوی محمودیہ
۱۳۳	غنیۃ الناسک فی بغیۃ المناسک	علامہ محمد حسن شاہ مہاجر مکی	مکتبہ یادگار سہارنپور
۱۳۴	تیسیر الفقہ الحنفی	شیخ ابوذر حسن فاضلی	دارالکتب العلمیۃ بیروت
۱۳۵	السعایۃ	علامہ عبدالحی لکھنوی	سہیل اکیڈمی لاہور
۱۳۶	الکافی فی فقہ الحنفی	وہبی سلیمان غاوجی	مؤسسۃ الرسالۃ بیروت
۱۳۷	نفع المفتی والسائل (مجموعۃ المسائل)	علامۃ عبدالحی لکھنوی	صدیقیہ یوپی
۱۳۸	الفتاوی الحدیثیۃ	ابن حجر ہیثمی مکی	داراحیاء التراث العربی

۱۳۹	الہجرۃ إلی بلاد غیر المسلمین	عماد بن عامر	دار ابن حزم
۱۴۰	مجموع الثمین للعثیمین	بحوالہ: الہجرۃ إلی بلاد غیر المسلمین	
۱۴۱	المحلی لإبن حزم	ابن حزم الظاہری	دار احیاء التراث العربی
۱۴۲	الفقہ الحنفی فی ثوبہ الجدید	عبد الحمید محمود طہماز	دار القلم دمشق
۱۴۳	بیع التقسیط واحکامہ	سلیمان ترکی	دار اشبیلیا ریاض
۱۴۴	التجرید	ابی الحسن احمد بن محمد بغدادی قدوری	محمودیہ قندھار افغانستان
۱۴۵	فقہ الزکوٰۃ	یوسف قرضاوی	مؤسسۃ الرسالۃ الناشرون
۱۴۶	المال الماخوذ ظلما	طارق بن محمد خویطر	دار اشبیلیا ریاض
۱۴۷	المغنی علی مختصر الخرقی	ابو محمد عبد اللہ مقدسی	دار الکتب العلمیۃ بیروت
۱۴۸	مجموعۃ رسائل اللکنوی	عبد الحی لکھنوی	ادارۃ القرآن کراچی
۱۴۹	المدخل	محمد بن محمد لابن الحاج	دار الکتب العلمیۃ بیروت
۱۵۰	موسوعۃ الفقہ الإسلامی المعاصر	عبد الحلیم	دار الوفاء المنصورۃ
۱۵۱	فقہ وفتاوی البیوع	اللجنۃ الدائمۃ للبحوث العلمیۃ والإفتاء	دار ابن حزم
۱۵۲	فتاوی معاصرہ	محمد بن صالح عثیمین	دار الغد الجدید مصر
۱۵۳	حلبی کبیر	ابراہیم حلبی	سہیل اکیڈمی لاہور
۱۵۴	البنایہ شرح الہدایۃ	محمد محمود بن احمد عینی	رشیدیہ کوئٹہ
۱۵۵	الاختیار لتعلیل المختار	ابن المودود حنفی	مطبع بیروت/کراچی
۱۵۶	الفقہ الإسلامی وأدلتہ	وہبۃ زحیلی	مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ
۱۵۷	کتاب المبسوط	شمس الدین سرخسی	دار الکتب العلمیۃ بیروت
۱۵۸	الجوہرۃ النیرۃ	ابو بکر بن علی الحداد	مکتبہ تھانوی دیوبند
۱۵۹	المحیط البرہانی	محمود بن احمد بخاری	دار احیاء التراث العربی

۱۶۰	مجمع البحرین وملتقی النیرین فی فقہ الحنفی	مظفر الدین معروف بابن ساعاتی حنفی	دار الکتب العلمیۃ بیروت
۱۶۱	مجمع الأنہر شرح ملتقی الأبحر	عبد الرحمٰن بن محمد مدعو بشیخی زادہ	دار الکتب العلمیۃ بیروت
۱۶۲	تبیین الحقائق	فخر الدین عثمان بن علی الزیلعی	دار الکتب العلمیۃ بیروت
۱۶۳	النہر الفائق	سراج الدین ابن نجیم حنفی	دار الایمان سہارنپور
۱۶۴	الفتاوی الولوالجیۃ	ابو الفتح ظہیر الدین عبد الرشید الولوالجی	دار الایمان سہارنپور
۱۶۵	نصب الرایۃ	جمال الدین زیلعی	داالایمان سہارنپور
۱۶۶	الفتاوی التاتارخانیۃ	عالم بن العلاء دہلوی ہندی	دار الایمان سہارنپور
۱۶۷	منحۃ الخالق علی البحر الرائق	محمد امین شہیر بابن عابدین شامی	دار الکتاب دیوبند
۱۶۸	حاشیۃ الطحطاوی علی مراقی الفلاح	احمد بن محمد بن اسماعیل طحطاوی حنفی	طبع: شیخ الہند/ اشرفیہ دیوبند
۱۶۹	فقہ النوازل	شیخ محمد بن حسین حبیزان	دار ابن الجوزی بیروت
۱۷۰	خلاصۃ الفتاوی	امام طاہر بن عبد الرشید بخاری	رشیدیہ کوئٹہ
۱۷۱	فتاویٰ قاضی خان علی ہامش الفتاویٰ الہندیۃ	شیخ حسن بن منصور بن محمود اوزجندی	زکریا دیوبند/ حقانیہ لاہور
۱۷۲	مراقی الفلاح شرح نور الإیضاح	حسن بن عمار بن علی شرنبلالی	دار الکتب العلمیۃ بیروت
۱۷۳	الہدایۃ	امام برہان الدین مرغینانی	یاسر ندیم دیوبند
۱۷۴	فتح باب العنایۃ شرح النقایۃ	محدث نور الدین ہروی قاری	دار ارقم
	کتبِ سیرتِ نبوی ﷺ		
۱۷۵	زاد المعاد فی ہدی خیر العباد	ابن قیم جوزی	دار الکتب العلمیۃ بیروت
۱۷۶	السیرۃ النبویۃ	ابن ہشام	دار الثقافۃ العربیۃ
۱۷۷	رحمۃ للعالمین	محمد سلیمان منصور پوری	مکتبہ اسلامیہ لاہور
۱۷۸	جمع الوسائل فی شرح الشمائل		

کتبِ متفرقہ			
۱۷۹	التعریفات الفقہیۃ	عمیم الاحسان مجددی	دارالکتب العلمیۃ بیروت
۱۸۰	انوارِ رحمت	مفتی شبیر احمد قاسمی	فیصل فبلیکیشنز دیوبند
۱۸۱	اشرف العملیات	حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی	نعیمیہ دیوبند
۱۸۲	حصن حصین	امام ابوالخیر محمد جزری	رحیمیہ دیوبند
۱۸۳	الرحیق المختوم	مولانا صفی الرحمٰن مبارکپوری	دارالکتب العلمیۃ بیروت
۱۸۴	احیاء علوم الدین	امام ابوحامد غزالی	دارالمعرفۃ بیروت